التوضیح الضروری

شرح

القدوری

جلد دوم

تالیف

حبیب الامت عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی وبانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور سنجرپور اعظم گڑھ یوپی

خلیفہ ومجاز بیعت

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری



مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجرپور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی (انڈیا)

ملنے کا پتہ: مکتبہ طیبہ دیوبند، یوپی

من يرد الله به خيراً يفقهه فى الدين

التوضيح الضروری

شرح القدوری

(جلد ثانی)

تالیف

حبیب الامت، عارف باللہ

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

ناشر:

مکتبہ الحبیب

جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی انڈیا

نام کتاب : التوضیح الضروری شرح القدوری (جلد ثانی)
مصنف : حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
صفحات : 256
سن اشاعت اول: مارچ ۲۰۱۵ء
سن اشاعت دوم: رجب ۱۴۴۳ھ مطابق فروری ۲۰۲۲ء
قیمت : 300/روپے
ناشر : مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ، یوپی انڈیا

ملنے کا پتہ

۱- مکتبۃ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڈھ
۲- اسلامک بک سروس دریا گنج - دہلی
۳- مکتبہ طیبہ دیوبند

بسم الله الرحمن الرحيم

خصوصیات کتاب

(۱) عام فہم انداز، نحوی، صرفی، لغوی تکلفات سے ہٹ کر نیا اسلوب

(۲) پیش روشراح سے ہٹ کر نئے انداز پر مکمل مشتمل

(۳) بے جا موشگافیوں اور تطویل لاطائل سے مکمل احتراز

(۴) قدیم مسائل کے ساتھ حوادث الفتاوی اور نوازل کے ذکر کا اہتمام

(۵) مسائل کو دلیل کے ساتھ مدلل کر کے پیش کرنے کا التزام

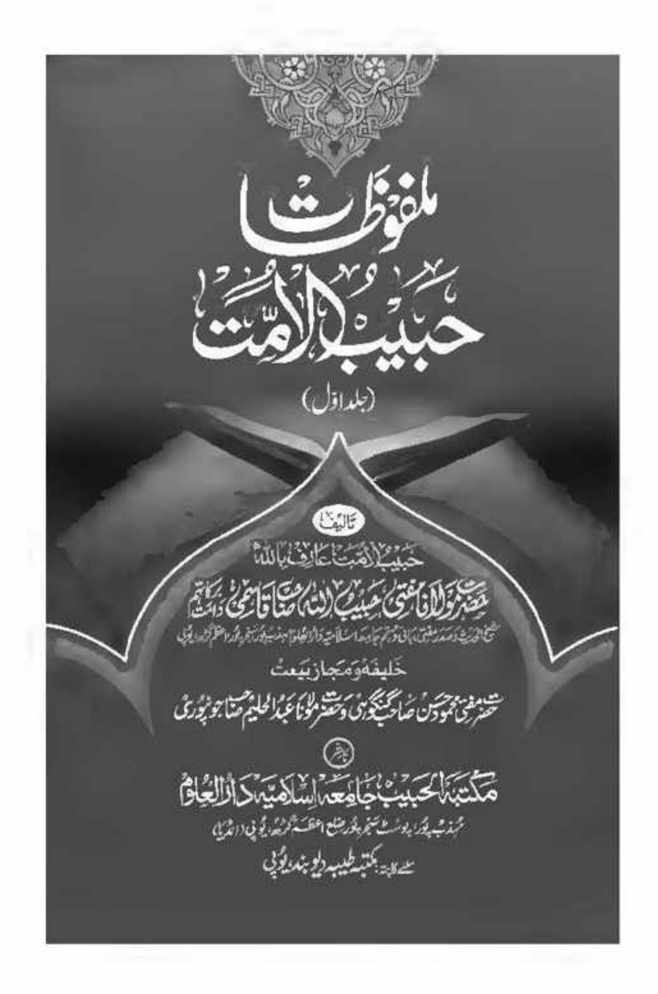
(۶) مختلف فیہ اقوال میں راجح و مفتی بہ قول کی صراحت کا التزام

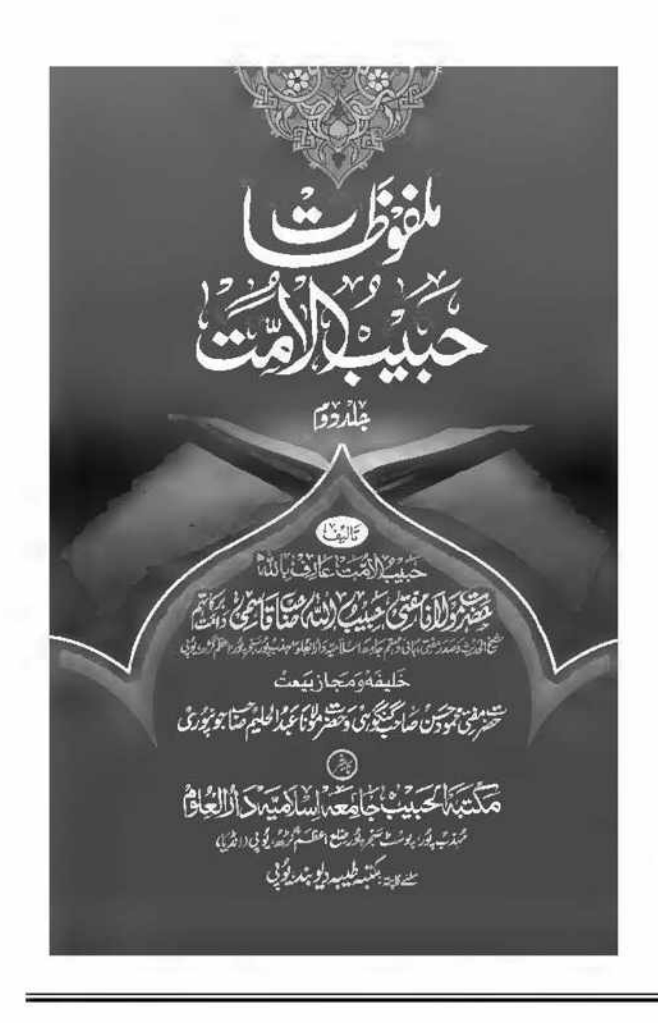
(۷) دقیق الفاظ و مسائل کو سہل ترین انداز میں ذکر کا اہتمام

(۸) علماء و طلبہ کے ساتھ عوام الناس کے لئے بھی قابل استفادہ

فہرست

☆☆☆


ملفوظات حبیب الامت
(جلد اول)
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم


ملفوظات حبیب الامت
جلد دوم
تالیف
حبیب الامت عارف باللہ
حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
خلیفہ ومجاز بیعت
حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وحضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری
ناشر
مکتبۃ الحبیب جامعہ اسلامیہ دار العلوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

قدوری متون فقہ کی وہ معتبر کتاب ہے جس کا اعتبار حضرات اسلاف سے اخلاف تک رہا ہے اور آج بھی اس کی معتبریت میں کوئی فرق نہیں آیا، چنانچہ آج بھی درس نظامی کا یہ ایک اہم حصہ ہے، فقہ میں مالا بد منہ اور نور الایضاح کے بعد مدارس میں اس اہم کتاب کا نمبر آتا ہے، طلبہ اپنی کم عمری اور کم استعدادی کی وجہ سے اکثر اس متن کے مسائل کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس متن کی اہمیت کے پیش نظر اسلاف سے لے کر اخلاف تک عربی و اردو میں بہت سے حضرات نے خامہ فرسائی کی اور مختصر و مطول بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر مؤلف نے معہود ذہنی کے اعتبار سے تشریحی کام کو انجام دیا کسی نے صرف ترجمہ پر اکتفاء کیا تو کسی نے مسائل کے دلائل احادیث سے تخریج کرکے شرح کو روایات کا مجموعہ بنا دیا، کسی نے نحوی صرفی لغوی تحقیقات میں طلبہ وقارئین کو الجھا دیا، حالانکہ یہ کتاب صرف اور صرف فقہ کی تھی، ضرورت اس بات کی تھی کہ اس فقہی متن پر صرف فقیہانہ گفتگو کی

جائے، طلبہ اور قارئین کو فقہ کا ایک مواد فراہم کر دیا جائے تا کہ ان کے اندر تفقہ کی بیج پڑ جائے اور اس کی آبیاری آگے چل کر شرح وقایہ اور کنز الدقائق سے ہو جائے اور ہدایہ میں پہنچ کر وہ بیج تناور درخت کی شکل اختیار کر لے۔

اپنی عمر کے تقریباً پینتالیس سال کے عرصہ میں فقہ کی دوسری کتابوں کے ساتھ اس متن کو بھی پڑھانے کی نوبت کئی بار آئی اور یہ داعیہ دل میں بار بار پیدا ہوا لیکن کثرت مشاغل اور عدیم الفرصتی نے قلم اٹھانے کا موقع نہیں دیا تا آنکہ ۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوئی اور وہیں پر بچند وجوہ داعیہ پختہ ہو گیا اور اللہ کا نام لے کر حطیم میں اپنی دیرینہ آرزو کی تکمیل کا آغاز کر دیا، لیکن اس آرزو کو بعض نادان لوگوں کی طرف سے پیدا کردہ حالات نے ایسا دبا دیا کہ وہ تشنۂ تکمیل ہو کر رہ گیا۔

بیس سال کے بعد جب اللہ کی نصرت و اعانت سے ان احوال سے یکسوئی ہوئی تو پھر پرانا خواب یاد آیا، چنانچہ ۲۰۱۴ء میں اس کام کو پھر شروع کیا اور سفر و حضر ہر حال میں اس کی تکمیل پیش نظر رہی، چنانچہ چند مہینوں کی مکمل کاوش کے بعد اس متن کے ابواب عبادات کی تکمیل ہو گئی، کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الصوم، کتاب الزکوۃ، کتاب الحج کی تکمیل کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ کاوش علماء طلباء وقارئین کی نذر کر دینی چاہئے، اس کے بعد نمبر کتاب البیوع سے معاملات کا ہے جو عبادات سے ہٹ کر مستقل ابواب ہیں۔

اس متن کی تشریح میں راقم السطور نے اس بات کا خصوصی لحاظ رکھا ہے جس کا تذکرہ اوپر کیا جا چکا ہے یعنی عام فہم انداز، نحوی، صرفی، لغوی تکلفات سے ہٹ کر ایک ایسا نیا اسلوب جس سے ایک عام آدمی بھی فقہی مسائل کو بسہولت سمجھ سکتا ہے، اور ایک طالب علم بھی مصنف کے بیان کردہ مسائل کو غیر ضروری امور میں بغیر الجھے ہوئے اپنے دل ودماغ میں بیٹھا سکتا ہے، قدیم مسائل کے ساتھ حوادث الفتاوی اور نوازل کا بھی حکم بالاہتمام بیان کیا گیا ہے، اکثر مسائل کو دلیل کے ساتھ پیش کرنے کا التزام کیا گیا ہے، مختلف فیہ اقوال میں راجح اور مفتی بہ قول کی وضاحت وصراحت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، زبان انتہائی شگفتہ وشستہ رکھی گئی ہے، تاکہ مسائل کے سمجھنے میں کسی بھی طبقہ کو کوئی دقت نہ پیش آئے، دقیق الفاظ ومسائل کی تعبیر کو سہل ترین انداز میں پیش کیا گیا ہے، بے جا موشگافیوں اور تطویل لاطائل سے مکمل احتراز کیا گیا ہے، ہر مسئلہ بالکل بے غبار اور منقح انداز میں بیان کیا گیا ہے، فقہ وتفقہ پر از اول تا آخر مکمل نظر رکھی گئی ہے، اور اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

الغرض ترتیب میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ یہ تشریح وتوضیح صرف علماء وطلبہ ہی کے لئے کارآمد نہ ہو، بلکہ عوام الناس بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں، چنانچہ تفہیم مسائل کے لئے عام مساجد میں بھی عوام کو یہ کتاب پڑھ کر سنائی جا سکتی ہے اور وہ بھی امام قدوری کے ذکر کردہ مسائل سے بسہولت مستفید ہو سکتے ہیں، حاصل کلام یہ ہے کہ راقم السطور نے کتاب کو ہر طبقہ کے لئے قابل استفادہ بنانے کی بھرپور کوشش کی

ہے، اسی وجہ سے پیش رو شراح سے ہٹ کر الگ ایک نئی شکل دینے کی مکمل کوشش کی گئی ہے، یہ کوشش کتنی کامیاب ہے یہ تو آپ ہی بتائیں گے۔

شروع میں یہ کتاب ایک جلد میں شائع ہوئی لیکن بعد میں نظر ثانی اور حذف واضافہ کے بعد نئے انداز واسلوب میں نئی سرخیوں کے ساتھ دو جلد میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ اب دو جلدوں میں اس کی اشاعت کی جارہی ہے۔ دعاء ہے اللہ پاک قبول فرمائے اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائے، آمین۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی
شیخ الحدیث وصدر مفتی
بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور سنجر پور
اعظم گڈھ یوپی انڈیا

۴؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

۲۰۱۴/۱۲/۲۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ کتاب ہر پہلو سے امتیازی حیثیت کی حامل ہے

تاثرات حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہ العالی

جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی وناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

فقہ حنفی کا ایک اہم ترین متن امام قدوری کی المختصر ہے، جو قدوری کے نام سے معروف ہے، اور جو احناف کی تقریباً تمام ہی دینی درس گاہوں میں داخل نصاب ہے۔ یہ متن جہاں نقل وروایت کے اعتبار سے استناد واعتبار کے اعلی درجہ پر ہے وہیں زبان وبیان کے اعتبار سے بھی نمایاں حیثیت کی حامل ہے، سلیس عبارت، سادہ وعام فہم زبان، حسن ترتیب، ہر پہلو سے امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اسی لئے فقہ حنفی کا یہ متن ابتدائی دور ہی سے اہل علم کے درمیان مقبول رہا ہے، اور اس کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں، اس پر حواشی تحریر کئے گئے ہیں، اور اس کی تلخیص کی گئی ہے۔

مسلمانوں میں بولی اور سمجھی جانے والی زبانوں میں عربی زبان کے بعد دوسرا درجہ اردو زبان کا ہے، چنانچہ اردو میں بھی درسی نقطۂ نظر سے اس کتاب کی بھی خدمت ہوئی ہے، اسی کتاب پر میرے نہایت ہی قابل احترام دوست اور لائق وفائق عالم

دین، صاحب نظر مصنف اور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی زید لطفہٗ نے خدمت کی ہے، انہوں نے کوشش کی ہے کہ یہ علمی سوغات مدارس تک محدود نہ رہے، بلکہ عام مسلمانوں تک بھی پہنچے، چنانچہ اس طور پر اس کو مرتب کیا ہے کہ پہلے کتاب کا متن ہے، پھر اس کا عام فہم ترجمہ اور اس کی تشریح ہے۔

اس تشریح میں ان نحوی، صرفی اور لغوی بحثوں سے اجتناب کیا گیا ہے جن کی عام طور پر اساتذہ وطلبہ کو ضرورت پیش آتی ہے، اور عوام کے فہم سے بالاتر ہوتی ہے، بلکہ عام فہم انداز پر مسائل کی تشریح کی گئی ہے، راجح اور مفتی بہ اقوال ذکر کئے گئے ہیں، حسب ضرورت جزئیات کا اضافہ کیا گیا ہے، جہاں ضرورت محسوس کی گئی وہاں مسائل کے دلائل بھی بیان کر دیئے گئے ہیں، اور جو نئے مسائل پیش آرہے ہیں ان پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض کہ یہ شرح صرف دینی جامعات کے اساتذہ اور طلبہ کو سامنے رکھ کر نہیں لکھی گئی ہے بلکہ اس اہم کتاب کے نفع کو عامۃ المسلمین تک پہنچانے کی سعی کی گئی ہے۔

اس حقیر نے جا بجا مطالعہ کی سعادت حاصل کی، اور مقصد کے اعتبار سے مفید کتاب محسوس ہوئی، دعاء ہے کہ اللہ تعالی مؤلف گرامی کی اس کاوش کو قبول فرمائے، اور ان کی دوسری تالیفات کی طرح اس کو بھی پذیرائی حاصل ہو، واللہ ہو المستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی　　۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

(خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)　　۲ مارچ ۲۰۱۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارے محبّ مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی اچھے فقیہ اور مصنف بھی ہیں

تاثرات حضرت مولانا مفتی عبید اللہ اسعدی صاحب مدظلہٗ

(شیخ الحدیث جامعہ عربیہ ہتورا باندہ)

وحضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب مدظلہٗ

(استاذ فقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو)

علم فقہ پر دین کا مدار ہے کیونکہ وہ کتاب وسنت کی روح اور لب لباب ہے، اسی لئے ہمارے مدارس کے نصاب کا ایک اہم جزء و بنیاد یہ علم ہے، اس کی چھوٹی و بڑی متعدد کتابیں پڑھی و پڑھائی جاتی ہیں۔

ابتدائی مراحل کی کتابوں میں قدوری نہایت اہم ومہتم بالشان ہے جس کو ہدایہ جیسی کتاب میں متن کی حیثیت دی گئی ہے۔

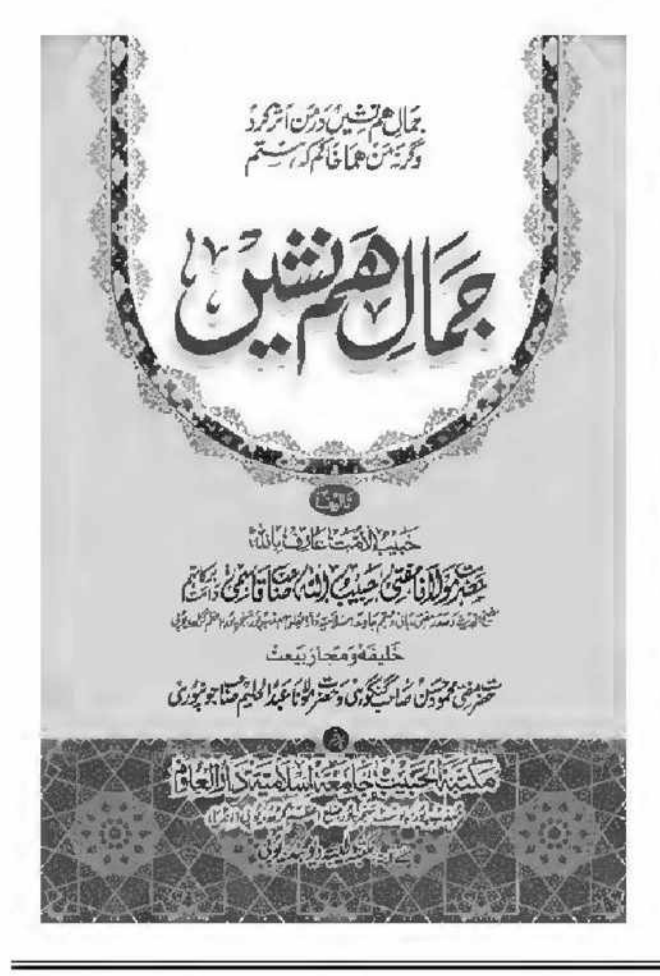
کتاب کی اس اہمیت کے پیش نظر اس پر عربی میں کام کے ساتھ اردو میں بھی بہت کام ہوا ہے، ہمارے محبّ مخلص مولانا مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب کامیاب مدرس، اچھے فقیہ اور مصنف بھی ہیں۔

انہوں نے اس کتاب کی اردو شرح اچھے انداز واسلوب میں تیار کی ہے آج کل طلباء ایسی چیزوں کے متلاشی ومشتاق رہتے ہیں، حق تعالی ان کی کاوش وکوشش کو قبول فرما کر مفید عام فرمائے۔فقط

عتیق احمد بستوی قاسمی
۲/۳/۲۰۱۴ء

محمد عبید اللہ الاسعدی
(وارد حال جامعہ جمبوسر بھروچ)
۲۹/۴/۱۴۳۵ھ، ۲/۳/۲۰۱۴ء





باب صلوة العیدین

"یستحب یوم الفطر أن یطعم الإنسان شیئاً قبل الخروج إلی المصلی ویغتسل ویتطیب ویلبس أحسن ثیابه ویتوجه إلی المصلی ولا یکبر فی طریق المصلی عند أبی حنیفة ویکبر عندهما ولا یتنفل فی المصلی قبل صلاة العید فإذا حلت الصلوة بارتفاع الشمس دخل وقتها إلی الزوال فإذا زالت الشمس خرج وقتها"۔

عیدین کی حیثیت:

جمعہ ہفتہ کی عید ہے اور عیدین سال کی عید ہے اور تقریباً دونوں کے شرائط یکساں ہیں یعنی خطبہ، مصر وغیرہ البتہ جمعہ کی نماز فرض ہے اور عیدین اصح قول کے مطابق واجب ہے جیسا کہ ہدایہ، خانیہ، بدائع وغیرہ میں ہے اور صاحب خلاصہ نے اسی کو مختار قرار دیا ہے، اگرچہ بعض حضرات اس کو سنت قرار دیتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ثابت بالسنہ ہے امام نسفی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

عید الفطر کے مستحبات:

عید الفطر کے دن چند چیزیں مستحب ہیں: (ا) عیدگاہ کے لئے نکلنے سے پہلے

کچھ کھالینا چاہئے کھائی جانے والی چیز بہتر یہ ہے کہ وہ میٹھی ہو یا چھوہارا اور کھجور ہو اگر چھوہارا اور کھجور ہو تو اس میں طاق عدد کی رعایت ہو، (۲) مسواک کرے اور سنت کے مطابق غسل کرے اور موجود کپڑوں میں جو اچھا کپڑا ہو وہ پہنے اگر خوشبو موجود ہو تو اس کو استعمال کرے اور عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرے، (۳) پیدل عیدگاہ جائے لیکن عذر کی وجہ سے سواری کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں اور عیدگاہ جاتے ہوئے حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق بلند آواز سے تکبیر تشریق نہ کہے بلکہ آہستہ آواز سے کہے اور حضرات صاحبین کے نزدیک عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہنا مستحب ہے لیکن عیدگاہ پہنچنے کے بعد تکبیر تشریق بند کردے اور ایک روایت کے مطابق جب تک نماز شروع نہ ہو تکبیر تشریق پڑھ سکتے ہیں، علامہ اسبیجابی نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام نسفی اور برہان الشریعہ کے نزدیک امام صاحب کی رائے قابل اعتماد ہے۔

عیدگاہ میں نفل کا حکم:

عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک یہ حکم عام ہے خواہ عیدگاہ ہو یا کوئی دوسری جگہ اس لئے کہ حضور پاک ﷺ سے عید سے پہلے نفل پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

عید کی نماز کا وقت:

عید کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سورج نکل کر ایک نیزہ کے بقدر آسمان پر بلند ہو جائے لہذا اس سے پہلے عید کی نماز کی ادائیگی درست نہیں ہے اور زوال تک اس کا وقت باقی رہتا ہے زوال کے بعد عید کی ادائیگی درست نہیں لہذا اگر کسی شخص نے ایسے وقت عید کی نماز شروع کی کہ دوران نماز زوال کا وقت ہو گیا تو اس صورت میں عید کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

"ویصلی الإمام بالناس رکعتین یکبر فی الأولی تکبیرة الافتتاح وثلاثاً بعدها ثم یقرأ فاتحة الکتاب وسورة معها ثم یکبر تکبیرة یرکع بها ثم یبتدأ فی الرکعة الثانیة بالقرائة فإذا فرغ من القرائة کبر ثلاث تکبیرات وکبر تکبیرة رابعة یرکع ویرفع یدیه فی تکبیرات العیدین ثم یخطب بعد الصلوة خطبتین یعلم الناس فیها صدقة الفطر وأحکامها"۔

عید کی نماز کا طریقہ:

عید کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام لوگوں کو دو رکعت نماز درج ذیل طریقہ پر پڑھائے نیت کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر دونوں ہاتھوں کو باندھ لے اور ثناء پڑھے اس کے بعد تین تکبیرات زوائد اس طور پر کہے کہ ہر تکبیر کے بعد تین تسبیح کے بقدر ٹھہرے اور اس وقوف کے درمیان کوئی مسنون ذکر نہیں ہے تکبیرات زوائد سے فارغ ہونے کے بعد سراً

تعوذ اور تسمیہ پڑھے پھر بلند آواز سے سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے پھر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائے رکوع سے فارغ ہونے کے بعد دو سجدہ کرے اس طرح ایک رکعت مکمل ہوجائے گی پھر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو قراءت کے ذریعہ ابتداء کرے سورہ فاتحہ اور سورہ کی قراءت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین مرتبہ تکبیرات زوائد کہے اور چوتھی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے رکوع سے فارغ ہونے کے بعد دو سجدہ کرے اور قعدہ کرکے نماز مکمل کرے عیدین کی تکبیرات زوائد کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے یعنی رفع یدین کرے۔

خطبہ کے احکام:

نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام دو خطبے دے اور یہ خطبہ سنت ہے لہذا اگر کسی نے خطبہ نہیں دیا یا عیدین سے پہلے دے دیا تو بھی جائز ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے اور ان دونوں خطبوں میں امام لوگوں کو صدقۃ الفطر کی اہمیت اور فضیلت اور اس سے متعلق احکامات شرعیہ بتلائے تاکہ جو لوگ نماز سے پہلے صدقۃ الفطر ادا نہ کرسکے ہوں وہ خطبہ سننے کے بعد جاکر ادا کرسکیں اور خطبہ کی مشروعیت بھی اسی لئے ہے تاکہ لوگوں کو صدقۃ الفطر سے متعلق احکام بتائے جائیں۔

اور امام کے لئے دونوں خطبوں میں یہ مستحب ہے کہ پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے پے در پے تکبیر کہے اور دوسرے خطبہ میں خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات

مرتبہ تکبیر کہے۔

"ومن فاتته صلاة العيد مع الإمام لم يقضها فإن غم الهلال على الناس فشهدوا عند الإمام برؤية الهلال بعد الزوال صلى العيدمن الغد فإن حدث عذر منع الناس من الصلاة فی اليوم الثانی لم يصلها بعده"۔

فوت شدہ عید کا حکم:

اگر کسی شخص کی عید کی نماز فوت ہو جائے تو تنہا اس کے لئے عید کی ادائیگی درست نہیں ہے لہذا اگر کسی دوسری جگہ جماعت مل سکتی ہو تو وہاں پہنچ کر جماعت کے ساتھ ادا کرے۔

عید کی نماز کل ہو کر پڑھنے کا حکم:

اگر کسی وجہ سے ۲۹ کا چاند نظر نہیں آ سکا اور لوگ امام کے پاس چاند دیکھنے کی خبر زوال کے بعد لے کر پہنچے تو اس صورت میں کل ہو کر عیدین کی نماز پڑھی جا سکتی ہے اس لئے کہ یہ تاخیر عذر کی بنیاد پر ہے اور عذر کی بنیاد پر کل ہو کر عیدین کی نماز ادا کرنے کا ثبوت نص سے ثابت ہے لیکن اگر کسی عذر کی بنیاد پر دوسرے دن بھی عید کی نماز نہیں ہو سکی تو پھر تیسرے دن نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ تاخیر کی

اجازت صرف ایک دن کی ہے۔

"ويستحب في يوم الأضحى أن يغتسل ويتطيب ويؤخر الأكل حتى يفرغ من الصلاة ويتوجه إلى المصلى وهو يكبر ويصلي الأضحى ركعتين كصلاة الفطر ويخطب بعدها خطبتين يعلم الناس فيهما الأضحية وتكبيرات التشريق فإن حدث عذر منع الناس من الصلاة في يوم الأضحى صلاها من الغد بعد الغد ولا يصليها بعد ذلك"۔

عیدالاضحیٰ کا طریقہ:

اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدالفطر کی طرح یہ مستحب ہے کہ مسنون طریقہ پر غسل کرے اچھا کپڑا پہنے خوشبو لگائے اور جب تک نماز سے فارغ نہ ہو کچھ نہ کھائے خواہ اس کے ذمہ قربانی واجب ہو یا نہ ہو لیکن اگر کسی شخص نے کھالیا تو اس میں کوئی کراہت بھی نہیں ہے اور جہراً تکبیر تشریق پڑھتا ہوا عیدگاہ جائے اور عیدالفطر کی طرح عیدالاضحیٰ کی دو رکعت ادا کرے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام دو خطبے دے جس میں لوگوں کو قربانی اور تکبیر تشریق کی اہمیت اور فضیلت بتلائے اس لئے کہ اس خطبہ کی مشروعیت اسی کام کے لئے ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے دس ذی الحجہ کو لوگ عیدالاضحیٰ کی نماز نہ ادا کرسکیں تو گیارہ کو ادا کر سکتے ہیں اور اگر کسی عذر کی وجہ سے گیارہ کو بھی نہ ادا کرسکیں تو بارہ کو ادا کر سکتے ہیں لیکن بارہ کے بعد عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے کی اجازت

نہیں ہے اور اگر یہ تاخیر بغیر کسی عذر کے ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے اور عذر عید الأضحیٰ میں نفی کراہت کے لئے ہے اور عید الفطر میں صحت کے لئے۔

''وتكبير التشريق أوله عقيب صلاة الفجر من يوم عرفة وآخره عقيب صلاة العصر من النحر عند أبي حنيفة وقال أبويوسف ومحمد إلى صلاة العصر من آخر يوم التشريق والتكبير عقيب الصلاة المفروضات وهو أن يقول الله اكبر الله اكبر لا إله إلا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد''۔

تکبیر تشریق کی ابتداء وانتہاء:

اور تکبیر تشریق کی ابتداء عرفہ کے دن فجر کی نماز سے ہوتی ہے یعنی ۹ ذی الحجہ کی صبح سے اور حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ۱۰ر ذی الحجہ کی عصر کی نماز پر ختم ہو جاتی ہے یعنی صرف ۸ نمازوں میں تکبیر تشریق ہے اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسف وامام محمد کے نزدیک ۱۳ ذی الحجہ کی عصر پر اس کی انتہاء ہوتی ہے۔ یعنی ۲۳ نمازوں میں تکبیر تشریق ہے اور اس مسئلہ میں حضرات صاحبین کا قول معمول بہا ہے اور فتوی بھی انہی دونوں حضرات کے قول پر ہے۔

تکبیر تشریق کے وجوب کے احکام:

اور تکبیر تشریق اصح قول کے مطابق ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ واجب

ہے لیکن حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق یہ تکبیر تشریق انہی لوگوں پر واجب ہے جو مقیم ہوں یا شہری ہوں، اور با جماعت نماز ادا کی ہو لیکن حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ یہ تکبیر تشریق ہر اس شخص پر واجب ہے جو فرض نماز ادا کرے خواہ جس طرح ادا کرے اور جس حال میں ادا کرے اس مسئلہ میں بھی مفتی بہ قول حضرات صاحبین ہی کا ہے۔

تکبیر تشریق کے الفاظ:

اور تکبیر تشریق کے الفاظ یہ ہیں: الله اکبر الله اکبر لا إله إلا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد۔ تکبیر کے یہ کلمات حضرت ابراہیمؑ سے اسی طرح منقول ہیں۔



باب صلوة الکسوف

"إذا انکسفت الشمس صلی الإمام بالناس رکعتین کهیئة النافلة فی کل رکعة رکوع واحد ویطول القرائة فیهما ویخفی عند أبی حنیفة وقال أبویوسف ومحمد یجهر ثم یدعو بعدها حتی تنجلی الشمس ویصلی بالناس الإمام الذی یصلی بهم الجمعة فإن لم یحضر الإمام صلاها الناس فرادی ولیس فی خسوف القمر جماعة وإنما یصلی کل واحد بنفسه ولیس فی الکسوف خطبة"۔

سورج اور چاند گرہن کے احکام:

سورج گرہن یا چاند گرہن یعنی سورج یا چاند کا بے نور ہو جانا کبھی کبھار ہوتا رہتا ہے اور یہ دونوں اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے ہے کسی بڑی شخصیت کی موت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اگر کبھی سورج گرہن ہو جائے تو باجماعت نماز پڑھنا مشروع ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ امام یا اس کا نائب نماز پڑھائے اور امام سے مراد امام جمعہ ہے یعنی لوگوں کو جو امام جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے وہی کسوف کی بھی نماز پڑھائے گا اگر امام جمعہ

موجود نہ ہو تو لوگ دو رکعت یا ۴ رکعت نفل اپنے اپنے گھر میں ادا کریں، دو رکعت نماز جو پڑھی جائے گی وہ عام نمازوں کی طرح ہوگی جیسے نوافل ادا کئے جاتے ہیں بغیر اذان، بغیر تکبیر، بغیر خطبہ کے یہ نماز ادا کی جائے گی اسی طرح رکوع ایک اور سجدہ دو ہوں گے البتہ قراء ت لمبی ہوگی اسی طرح رکوع وسجدہ کی تسبیحات واوراد لمبے ہوں گے البتہ اس میں اختلاف ضرور ہے کہ قراء ت سرا ہوگی یا جہراً حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ قراءت سری ہوگی اور حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ قراءت جہری ہوگی لیکن صحیح ومفتی بہ قول حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام لمبی دعا کرائے تا آنکہ سورج کا گہن مکمل طور پر ختم ہو جائے۔ دعا میں اختیار ہے کہ خواہ بیٹھ کر کرے یا کھڑے ہو کر البتہ اگر بیٹھ کر دعا کرائے تو چہرہ قبلہ کی طرف ہو اور اگر کھڑے ہو کر دعا کرائے تو چہرہ قوم کی طرف ہو اور لوگوں کو چاہئے کہ امام کی دعا پر آمین کہیں یعنی امام جہراً دعا کرائے سراً نہیں۔

یہ حکم سورج گرہن کا ہے اگر چاند گہن ہو تو اس کے لئے جماعت کے ساتھ نماز مشروع نہیں اس لئے کہ یہ معاملہ رات کا ہے اور رات میں اس طرح کے اجتماعات مشقت سے خالی نہیں ہوتے لہذا ہر شخص اپنی اپنی جگہ نماز ادا کر کے دعا کرے۔

☆☆☆

باب صلوة الاستسقاء

”قال أبو حنيفة ليس فى الاستسقاء صلاة مسنونة بالجماعة فإن صلى الناس وحدانا جاز وإنما الاستسقاء الدعاء والاستغفار، وقال أبويوسف ومحمد يصلى الإمام بالناس ركعتين يجهر فيهما بالقراء ة ثم يخطب ويستقبل القبلة بالدعاء ويقلب الإمام رداء ه ولا يقلب القوم أرديتهم ولا يحضر أهل الذمة للاستسقاء“۔

استسقاء کے احکام:

بارش اگر رک جائے اور لوگ پریشان حال ہوں تو شریعت نے استسقاء کو مشروع قرار دیا ہے، لیکن اس کے لئے نماز پڑھی جائے یا نہیں اس میں دو رائے ہے ایک رائے حضرت امام صاحب کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ استسقاء دعا و استغفار کا نام ہے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا سنت نہیں ہے البتہ اگر لوگ الگ الگ نماز ادا کریں تو یہ جائز ہے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ لیکن حضرات صاحبین عیدین کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے باضابطہ نماز کے قائل ہیں، حضرات صاحبین کے قول کے مطابق امام لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائے لیکن یہ نماز صحراء میں ادا کی جائے گی اور ۳ روز تک مسلسل

ادا کی جائے گی اور اس نماز کی ادائیگی کے لئے لوگ اپنے گھروں سے پرانے کپڑوں میں پیدل نکلیں، اور اپنے جانوروں کو اور بچوں کو بھی ساتھ لے جائیں اور جانے سے پہلے صدقہ نکال کر جائیں اور سر جھکا کر انتہائی مسکنت اور تذلل کے ساتھ چلیں، جب پوری قوم جمع ہو جائے تو امام ان کو دو رکعت نماز پڑھائے اور قراءت بلند آواز سے کرے جیسے عیدین میں کی جاتی ہے اس کے بعد خطبہ دے حضرت امام محمد فرماتے ہیں عیدین کی طرح ۲ خطبہ دے اور حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں صرف ایک خطبہ دے لیکن خطبہ کا اکثر حصہ استغفار پر مشتمل ہو خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رخ ہو کر دعا کرے اور دعا میں خوب الحاح وزاری ہو اور سراپا احتیاج بنکر دعا کرے، اور دعا سے پہلے اپنی چادر پلٹ لے بایں طور کہ اگر چادر مربع ہو تو اوپر والے حصہ کو نیچے اور نیچے والے حصہ کو اوپر کر لے اور اگر مدور ہو جیسے جبہ تو داہنی حصہ کو بائیں اور بائیں کو داہنے کر لے، لیکن تقلیب رداء مقتدی نہ کریں اس لئے کہ حضور ﷺ کا اپنی چادر کو الٹنا ثابت ہے آپ ﷺ نے صحابہ کو اس کا حکم نہیں دیا تھا اس لئے مقتدی ایسا نہ کریں۔

اور جب استسقاء کے لئے جائے تو اس میں کسی ذمی یا کافر یا مشرک کو نہ جانے دے اس لئے کہ بندہ رحمت لینے جا رہا ہے اور یہ لوگ قابل لعنت ہونے کی وجہ سے لائق رحمت نہیں ہیں اس مسئلہ میں ظاہر الروایہ اور صحیح قول حضرت امام صاحب ہی کا ہے۔

☆☆☆

باب قیام شهر رمضان

”یستحب أن یجتمع الناس فی شهر رمضان بعد العشاء فیصلی بهم إمامهم خمس ترویحات فی کل ترویحة تسلیمتان ویجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة ثم یوتر بهم ولا یصلی الوتر بجماعة فی غیر شهر رمضان“۔

تراویح کے احکام:

تراویح کی نماز چونکہ عام نوافل سے قدرے مختلف ہے اس لئے اس کا مستقلاً تذکرہ کیا جارہا ہے رمضان کے مہینہ میں دو ہی اعمال ایسے ہیں جس سے رمضان کی اہمیت اوراس کے وزن کا احساس ہوتا ہے(۱) روزہ، (۲) تراویح، ایک عمل کا تعلق دن سے ہے اور دوسرے عمل کا تعلق رات سے ہے اور رمضان المبارک کے دونوں اوقات بے حد قیمتی ہیں ایک کی قیمت روزہ سے ہے اور دوسرے کی قیمت تراویح سے ہے۔

بہرحال رمضان کے پورے مہینہ میں لوگوں کے لئے یہ مستحب ہے کہ عشاء کے بعد دو رکعت سنت سے فارغ ہوکر مسجد میں رکیں، اور ۲۰ ررکعت تراویح اور وتر کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کرنے کے بعد ہی گھر کا رخ کریں، امام لوگوں کو پانچ

ترویحہ پڑھائے گا اور ہر ترویحہ ۴ رکعت پر مشتمل ہوگا اور ۴؍رکعت دو سلام کے ساتھ پڑھیں گے یعنی دو دو رکعت کر کے نماز پڑھی جائے گی لیکن ۴؍رکعت پر ترویحہ کا اطلاق اس لئے کیا جاتا ہے چونکہ ۴؍رکعت کے بعد قدرے استراحت کا مقتدی و امام کو موقع ملتا ہے اور اس میں اختیار ہوتا ہے کہ اتنی دیر چاہے خاموش رہیں چاہے کوئی دعا پڑھیں مثلاً دعا تراویح یا نفل پڑھ لیں، اور تراویح کی نماز میں قرآن پاک کا ایک ختم پورے مہینہ میں سننا مسنون ہے اور اگر حافظ نہ ملے یا بغیر اجرت کے حافظ نہ ملے تو الم تر کیف سے تراویح ادا کرنا چاہئے۔ تراویح کی نماز مسجد میں ہونی چاہئے مسجد خالی نہ ہو لیکن سارے لوگوں کا مسجد میں ہی تراویح پڑھنا ضروری نہیں ہے اگر حفاظ کی تعداد زیادہ ہو تو مختلف مقامات پر بھی تراویح کی نماز پڑھی جاسکتی ہے تراویح سے فارغ ہونے کے بعد وتر کی نماز جماعت کے ساتھ امام پڑھائے اور اس میں قراءت زور سے کرے البتہ دعاء قنوت، آہستہ پڑھے، لیکن وتر کی نماز جماعت کے ساتھ صرف رمضان میں ہے غیر رمضان میں مکروہ ہے۔

☆☆☆

باب صلوة الخوف

"إذا اشتد الخوف جعل الإمام الناس طائفتين طائفة فى وجه العدو وطائفة خلفه فيصلى بهذه الطائفة ركعة وسجد سجدتين فإذا رفع رأسه من السجدة الثانية مضت هذه الطائفة إلى وجه العدو وجائت تلك الطائفة فيصلى بهم الإمام ركعة وسجد سجدتين وتشهد وسلم ولم يسلموا وذهبوا إلى وجه العدو وجائت الطائفة الأولى فصلوا وحداناً ركعة وسجدتين بغير قرائة وتشهدوا وسلموا ومضوا إلى وجه العدو وجائت الطائفة الأخرى وصلوا ركعة وسجدتين بقرائة وتشهدوا وسلموا"۔

خوف کی نماز کا طریقہ واحکام:

عام نمازوں سے قدرے مختلف خوف کی نماز ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر خوف بہت زیادہ ہو یا دشمن بالکل آمنے سامنے ہو یا کوئی درندہ آمنے سامنے ہو یا ڈوبنے یا جلنے کا خطرہ ہو اور نماز کا وقت آجائے اور سب کے سب ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر مصر ہوں تو ایسی صورت میں امام نمازیوں کو دو حصوں میں تقسیم

کردے ایک حصہ دشمنوں کی نگرانی کرے اور ایک حصہ کو امام ایک رکعت نماز پڑھائے ایک رکعت نماز پوری کر کے یہ حصہ دشمنوں کی نگرانی کے لئے چلا جائے اور دوسرا حصہ وہاں سے نماز کی جگہ آ کر امام کی اقتدا میں ایک رکعت نماز ادا کرے یہ امام کی دوسری رکعت ہوگی اور اس حصہ کی پہلی رکعت ہوگی امام کی چونکہ دو رکعت مکمل ہو چکی ہے اس لئے وہ اپنی نماز سلام پھیر کر مکمل کرے، اس کے بعد یہ دوسرا حصہ دشمنوں کی نگرانی کے لئے چلا جائے اور پہلا حصہ نماز کی جگہ پر آ کر یا جہاں ہیں اسی جگہ پر باقی ایک رکعت بحیثیت لاحق بغیر قراءت کے ایک رکعت نماز پوری کر کے تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کر لے، اور دشمنوں کی نگرانی پر یہ حصہ چلا جائے اس کے بعد دوسرا حصہ نماز کی جگہ پر آئے یا جہاں ہیں اسی جگہ پر اپنی باقی ایک رکعت بحیثیت مسبوق قراء ت کے ساتھ پوری کرے اور سلام پھیر کر اپنی نماز مکمل کرے، اس طرح دونوں حصوں کی نماز مکمل ہو جائے گی، لیکن اس حال میں بھی نماز قضاء کرنے کی اجازت نہیں ہے اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

"فإن كان الإمام مقيماً صلى بالطائفة الأولى ركعتين وبالثانية ركعتين ويصلى بالطائفة الأولى ركعتين من المغرب وبالثانية ركعة ولا يقاتلون فى حال الصلاة فإن فعلوا ذلك بطلت صلاتهم وإن اشتد الخوف صلوا ركبانا وحداناً يؤمئون بالركوع والسجود إلى أى جهة شاؤا إذالم يقدروا على التوجه إلى القبلة"۔

مقیم امام کے احکام:

اگر امام مقیم ہو تو رباعی نمازوں میں سے ہر ایک کی دو رکعت پہلی جماعت کو پڑھائے اور دوسری جماعت کو بھی دو رکعت پڑھائے اور مغرب کی نماز ۲؍رکعت پہلی جماعت کو اور آخری ایک رکعت دوسری جماعت کو پڑھائے۔

یہ یاد رہے کہ صلوۃ خوف کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے یہ اوفق بالقرآن ہے اور الاقدم فالاقدم ترتیب کے بھی مطابق ہے اگرچہ خوف کی نماز کے اور طریقے بھی مروی ہیں اور ان میں جو اختلاف ہے وہ صرف اولویت کا ہے حضور اکرم ﷺ سے چودہ مرتبہ خوف کی نماز پڑھنا ثابت ہے اسی لئے روایات کی تعداد بھی اس باب میں بہت ہے لیکن ان میں زیادہ صحیح سولہ روایتیں ہیں اور ان میں بھی مختلف طریقوں کا تذکرہ ہے۔

نماز کی حالت میں قتال درست نہیں:

لیکن یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ نماز کی حالت میں قتال کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر ایسی نوبت آ گئی اور عمل کثیر کا تحقق ہو گیا تو نماز باطل ہو جائے گی۔

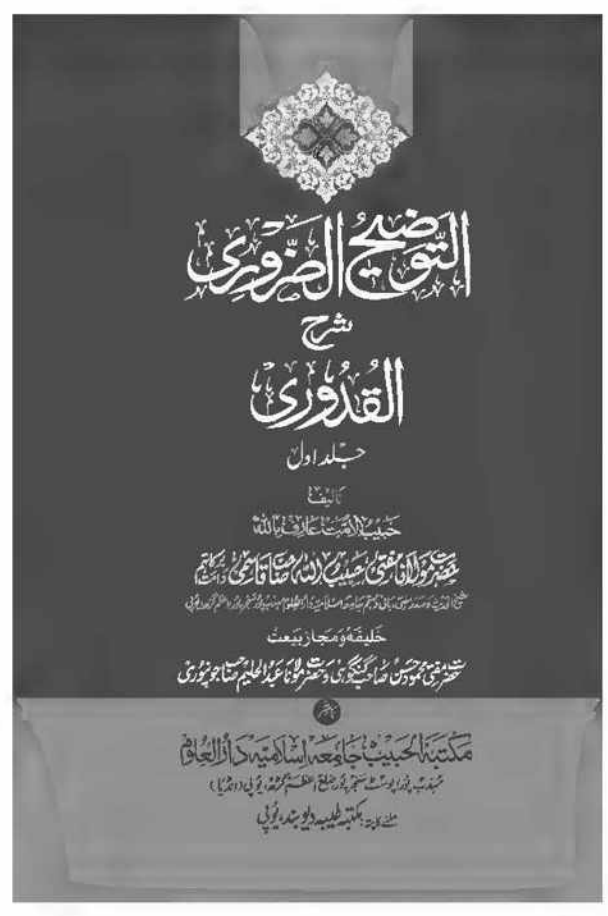
دشمن کا خوف اگر بہت زیادہ ہو تو کیا کرے؟

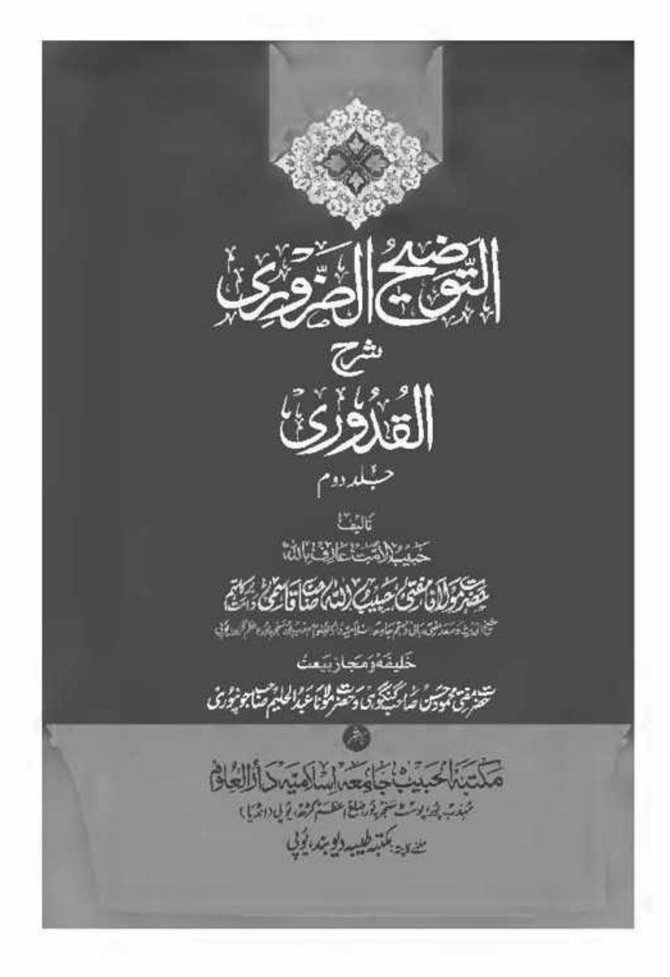
لیکن اگر دشمن کا خوف اس قدر بڑھ جائے کہ لمحوں نے خطا کی صدیوں نے

سزا پائی کا مصداق بن جائے کہ دشمن صرف لمحوں کا منتظر ہو تو ایسی صورت میں سواری پر بیٹھے ہوئے الگ الگ بغیر جماعت کے سواری جس طرف بھی رخ کئے ہو اشارہ سے نماز ادا کرے رکوع وسجدہ بھی اشارہ سے کرے اس صورت میں ضرورۃً جس طرح قیام ورکوع وسجود جو ارکان ہیں وہ ساقط ہو گئے ہیں اسی طرح توجہ قبلہ بھی ساقط ہے۔

لیکن ان لوگوں کے لئے لمحہ فکریہ اس میں ضرور ہے جو معمولی اعذار کی وجہ سے نماز قضا کر دینے کو مباح تصور کرتے ہیں۔

☆☆☆





باب الجنائز

”إذا احتضر الرجل وجه إلى القبلة على شقه الايمن ولقن الشهادتين فإذا مات شدوا لحيتيه وغمضوا عينيه فإذا أرادوا غسله وضعوه على سرير وجعلوا على عورته خرقة ونزعوا ثيابه ووضئوه ولا يمضمض ولا يستنشق ثم يفيضون الماء عليه ويجمر سريره وترا ويغلى الماء بالسدر أو بالحرض فإن لم يكن فالماء القراح ويغسل رأسه ولحيته بالخطمى ثم يضجع على شقه الأيسر فيغسل بالماء والسدر حتى يرى أن الماء قد وصل إلى ما يلى التحت منه ثم يجلسه ويسنده إليه ويمسح بطنه مسحاً رقيقاً فإن خرج منه شيئ غسله ولا يعيد غسله ثم ينفه بثوب ويجعله فى أكفانه ويجعل الحنوط على رأسه ولحيته والكافور على مساجده“۔

موت کے قریب آنے کی علامتیں:

جب کسی شخص کی موت کا وقت قریب آئے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کے دونوں پاؤں ڈھیلے پڑ جائیں اور اس کے مناخر ٹیڑھے ہو جائیں اور اس کی کنپٹیاں

دھسنے لگیں تو اس کو قبلہ رخ کر کے داہنے مونڈھے پر لٹادے جیسا کہ سنت طریقہ یہی ہے لیکن مختار قول یہ ہے کہ اس کو گدی کے بل قبلہ کی طرف رخ کر کے چت لٹا دیا جائے اس لئے کہ اس طرح لیٹنے میں روح کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے اور اگر اس طرح لیٹنے میں کوئی عذر یا دقت ہو تو جو حالت آسان ہو اس حال پر چھوڑ دیا جائے۔

شہادتین کی تلقین کا طریقہ:

اور اس کے پاس بیٹھنے والے اتنی آواز سے شہادتین تلقین کرتے رہیں کہ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو جائے لیکن اس کے پاس بیٹھ کر شور وغل نہ کیا جائے اور نہ بہت زیادہ بلند آواز کے ذریعہ کلمہ کی تلقین کی جائے اور شہادتین پڑھنے کا اس کو حکم دیا جائے اس لئے کہ مردے کے لئے وہ وقت بہت تکلیف دہ اور نازک ہوتا ہے اور جب ایک مرتبہ کلمہ زبان پر جاری ہو جائے تو وہ کافی ہے دوبارہ کلمہ کی تلقین نہ کی جائے الا یہ کہ اس کے بعد وہ کوئی دوسری گفتگو کرے تو اس کو دوبارہ کلمہ کی تلقین کی جائے۔

روح نکلنے کے بعد کے احکام:

اور جب روح نکل جائے تو قریب بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ کسی کپڑے کے ذریعہ اس کے جبڑے کو باندھ دے اس طور پر کہ کپڑا داڑھی کے نیچے سے لگائے اور سر کے اوپر اس کو باندھ دیا جائے اور اسی طرح اس کی کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کر دیا جائے

اور اس کے بعد اس کے پاس بیٹھنے والے یہ دعا پڑھیں **بسم الله وعلى ملة رسول الله اللهم يسر عليه أمره وسهل عليه ما بعده واسعده بلقائك واجعل ما خرج إليه خيرا مما خرج عنه** اور اسی کے ساتھ مردے کے پاس کوئی خوشبو جلا دے اور حائضہ ،نفساء،جنبی اس کے پاس سے نکل جائے اور اگر اس پر کسی کا قرض ہو تو تجہیز و تکفین سے پہلے اس کی ادائیگی کا انتظام کر کے ادا کر دے اس کے بعد اس کی تجہیز و تکفین کے انتظام میں لگ جائے۔

غسل کا طریقہ:

غسل کا طریقہ یہ ہے کہ جب غسل دینا چاہے تو مردے کو کسی تخت پر لیٹا دے اور شرمگاہ پر کوئی کپڑا ڈال دے اور بدن کے سارے کپڑے اتار دے اور اگر عاقل بالغ مکلّف ہو تو اس کو وضو کرائے لیکن وضو میں مضمضہ واستنشاق نہ کرائے چونکہ اس میں دقت ہے اگر چہ بعض حضرات اس کے بھی قائل ہیں کہ کسی کپڑے کو بھگا کر اس کو ہلکا نچوڑ کر ناک اور منہ میں پھیر دیا جائے لیکن اگر مرنے والا جنبی یا حائضہ یا نفساء ہو تو کپڑے کے ذریعہ مضمضہ واستنشاق بالاتفاق ضروری ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر طہارت ممکن نہیں اس کے بعد اس کے سارے بدن پر پانی بہایا جائے لیکن اس سے پہلے جس تخت پر لٹایا جائے اس تخت کو طاق عدد مرتبہ کسی خوشبو کی دھونی دی جائے اس میں میت کی تعظیم کے ساتھ بدبو کا ازالہ مقصود ہے اور جس پانی سے غسل دیا

جائے اس پانی میں بیری کے پتے یا اشنان جو ایک خاص قسم کی خوشبودار گھاس ہوتی ہے اس کو پانی میں ڈال کر ابال دیا جائے اگر یہ چیز میسر نہ ہو تو خالی پانی کافی ہے لیکن اس کو بھی آسانی ہو تو گرم کرلیا جائے اس لئے کہ اس سے میل کچیل کو دور کرنے میں آسانی ہوتی ہے لیکن اس زمانہ میں صابون ان سب کے قائم مقام ہے البتہ پانی کو گرم کرلیا جائے اس کے بعد داڑھی اور سر کے بالوں کو خطمی سے دھویا جائے خطمی ایک خاص قسم کی خوشبودار عراق میں پیدا ہونے والی گھاس ہے جو صابون کا کام کرتی ہے میل کچیل اس سے آسانی سے نکل جاتا ہے لیکن آج کے زمانہ میں صابون اس کے قائم مقام ہے اور اگر چہرہ پر داڑھی اور سر پر بال نہ ہوں تو پھر خطمی یا صابون کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد مردے کو بائیں کروٹ لٹا دیا جائے تاکہ داہنے حصے سے غسل کی ابتداء ہو سکے اور پورے بدن پر پانی اس طرح بہایا جائے کہ میت کے نچلے حصے تک پانی پہنچ جائے پھر میت کو داہنی کروٹ پر لٹا دیا جائے اور پورے بدن پر پانی اس طرح بہایا جائے کہ نیچے تک پانی پہنچ جائے پھر غسل دینے والا اپنے بدن سے سہارا دے کر اس کو بٹھائے اور ہلکے ہاتھ سے اس کے پیٹ کو ملے تاکہ پیٹ کی گندگی نکل جائے اگر کوئی چیز پیٹ سے نکلے تو اس کو دھو دے لیکن اس کے بعد اس کے غسل یا وضو کا اعادہ ضروری نہیں ہے اس لئے کہ اس حال میں میت کے پیٹ سے کسی چیز کا نکل جانا اس کے لئے ناقض وضو نہیں ہے اس کے بعد بائیں کروٹ پر لٹا دے اور پورے بدن پر

تین مرتبہ پانی بہا دے، اس طرح مردے کے غسل میں تثلیث جو سنت ہے اس کی تکمیل ہو جائے گی، (۱) بائیں کروٹ، (۲) داہنی کروٹ، (۳) بائیں کروٹ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ ہر کروٹ پر لٹا کر غسل دیتے وقت تین تین مرتبہ پانی بہایا جائے اس کے بعد کسی تولیہ سے میت کے بدن کا پانی خشک کر دیں تا کہ اس کا کفن نہ بھیگے اس کے بعد میت کو اس کے لئے تیار کفن پر رکھ کر کفن پہنا دیا جائے۔

کفن پہنانے کا طریقہ:

کفن پہنانے میں یہ دھیان رہے کہ سب سے پہلے لفافہ اس کے بعد ازار اس کے بعد قمیص پھیلایا جائے میت کو قمیص پہنایا جائے پھر ازار لپیٹا جائے پھر لفافہ میں پیک کر دیا جائے اور حنوط جو خاص قسم کی خوشبو ہے یا کوئی بھی خوشبو اس کے سر کے بال اور داڑھی میں لگا دیا جائے اور یہ خوشبو لگانا مستحب ہے اور کافور سجدہ کی جگہوں پر لگا دیا جائے اس کے بعد سر اور پاؤں کو لفافے کے ذریعہ ڈھک دیا جائے۔

"والسنة أن يكفن الرجل في ثلاثة أثواب إزار وقميص ولفافة فإن اقتصروا على ثوبين جاز و إذا أرادوا لف اللفافة عليه ابتدأوا بالجانب الأيسر فالقوه عليه ثم بالأيمن فإن خافوا أن ينتشر الكفن عنه عقدوه.

وتكفن المرأة في خمسة أثواب إزار وقميص وخمار وخرقة تربط بها ثدياها، ولفافة فإن اقتصروا على ثلاثة أثواب جاز ويكون

الخمار فوق القميص تحت اللفافة ويجعل شعرها على صدرها ولا يسرح شعر الميت ولا لحيته ولا يقص ظفره ولا يعقص شعره وتجمر الأكفان قبل أن يدرج فيها وترا فإذا فرغوا منه صلوا عليه"۔

مردوں کے لئے کفن سنت کا بیان:

مردوں کے لئے کفن سنت تین کپڑے ہیں (۱) قمیص، (۲) ازار، (۳) لفافہ، اور کفن کفایت دو ہیں، (۱) ازار، (۲) لفافہ، ایک کپڑے میں کفن دینا مکروہ ہے، الا یہ کہ مجبوری ہو کپڑا میسر نہ ہو تو امر آخر ہے۔

۱-قمیص سے مراد ایسا کپڑا ہے جو گردن سے دونوں پاؤں تک ہوتا ہے اس میں آستین یا کلی وغیرہ نہیں ہوتی۔

۲-ازار سے مراد وہ کپڑا ہے جو پیشانی سے لے کر قدم تک ہوتا ہے زندگی کا ازار ناف سے گھٹنہ تک ہوتا ہے۔

۳-لفافہ سے مراد وہ کپڑا ہے جو سر کے اوپر اور قدم کے باہر تک ہوتا ہے جس میں میت کو سر سے پاؤں تک لپیٹ دیا جاتا ہے۔

کفن میں افضل یہ ہے کہ سوتی کپڑا ہو اور سفید ہو اور بہت مہنگا نہ ہو بلکہ عام طور پر اپنی زندگی میں جمعہ وعیدین میں جس انداز کا وہ کپڑا پہنتا رہا ہو اسی معیار کا کپڑا ہو۔

اور لفافہ کو لپیٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے بائیں حصہ کو بدن پر رکھے پھر دائیں

حصہ کو تا کہ دایاں حصہ اوپر رہے اس کے بعد اس پر گرہ لگا دے تا کہ کپڑا ہوا کے ذریعہ نہ اڑے۔

عورتوں کے لئے کفن سنت کا بیان:

اور عورتوں کے کفن سنت پانچ کپڑے ہیں، (۱) قمیص، (۲) ازار، (۳) خمار (دوپٹہ)، (۴) خرقہ (پستان کو باندھنے کے لئے کپڑا)، (۵) لفافہ۔

اور کفن کفایہ تین کپڑے ہیں (۱) ازار، (۲) خمار، (۳) لفافہ اور اس سے کم کپڑوں میں عورت کو کفن دینا مکروہ ہے الا یہ کہ مجبوری ہو تو جتنا کپڑا میسر ہوا تنے ہی میں کفن دیدے عورتوں کے لئے خمار اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جس سے اس کے سر کے بال اور چہرہ کو چھپایا جاتا ہے اور خرقہ اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جس سے عورت کے پستان باندھے جاتے ہیں، جس کا عرض پستان سے ناف تک ہوتا ہے اور بعض حضرات کے قول کے مطابق پستان سے گھٹنہ تک ہوتا ہے۔

عورت کے کفن کے کپڑوں کو اس طرح بچھایا جائے کہ نمبر ایک پر لفافہ نمبر دو پر خرقہ لفافہ کے اوپر رکھا جائے (۳) ازار اس کو لفافہ اور خرقہ کے اوپر رکھا جائے، (۴) قمیص، قمیص عورت کو پہنا کر اس کے سر کے بال کے دو حصے کر کے سینہ پر قمیص کے اوپر رکھ دیا جائے، (۵) خمار، اس کے بعد دوپٹہ کے ذریعہ اس کے بال اور چہرہ کو چھپایا جائے اس کے بعد ازار کو باندھ دیا جائے پھر خرقہ کے ذریعہ پستان کو باندھ دیا

جائے اخیر میں لفافہ کو لپیٹ دیا جائے اور اس پر گرہ لگادی جائے۔

دھونی دینے کا حکم:

کفن خواہ مرد کا ہو یا عورت کا اس کو پہنانے سے قبل کفن کو طاق عدد مرتبہ یعنی ۳ یا ۵ یا ۷ مرتبہ دھونی دینا مستحب ہے لہذا اس کا خیال رکھنا چاہئے ویسے تین مرتبہ دھونی دینا مستحب ہے، (۱) روح کے نکلنے کے وقت، (۲) غسل کے وقت، (۳) کفن کے وقت۔

میت کے بال ناخون کاٹنے کا حکم:

نیز غسل سے فارغ ہوکر میت کے بال اور داڑھی کو کنگھا نہ کرے اور نہ اس کے بڑھے ہوئے بال اور ناخون کاٹے بلکہ جس حال میں ہو اسی حال میں اس کو قبر کے حوالہ کردے اور جب غسل اور تکفین سے فارغ ہوجائے تو نماز جنازہ کی فکر کرے اس لئے کہ یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے۔

"وأولى الناس بالامامة عليه السلطان إن حضر فإن لم يحضر فيستحب تقديم إمام الحي ثم الولي فان صلى عليه غير الولي والسلطان أعاد الولي وإن صلى عليه الولي لم يجز لأحد أن يصلي بعده فإن دفن ولم يصل عليه صلى على قبره إلى ثلاثة أيام ولا يصلي

بعد ذلک"۔

نماز جنازہ کی امامت کے احکام:

جنازہ کی نماز کی امامت کا سب سے زیادہ حقدار بادشاہ وقت ہے اگر موجود ہو اگر بادشاہ موجود نہ ہو تو پھر اس کا نائب حقدار ہے اور اگر وہ بھی موجود نہ ہو تو محلّہ کی مسجد کا امام حقدار ہے اگر وہ بھی موجود نہ ہو تو پھر ولی حقدار ہے۔

اگر سلطان یا نائب یا ولی کے علاوہ نے نماز جنازہ ادا کر لی تو ولی کو دوبارہ نماز جنازہ کا حق ہے حتی کہ تدفین کے بعد بھی وہ قبر پر پڑھ سکتا ہے البتہ جو لوگ ایک بار نماز جنازہ پڑھ چکے ہیں ان کے لئے دوبارہ پڑھنا درست نہیں ہے اس لئے کہ جنازہ میں تکرار جماعت مشروع نہیں ہے لیکن صرف ولی کو دوبارہ نماز کی اجازت ہے اور وہ بھی اسقاط فرض کے لئے نہیں بلکہ اسقاط حق کے لئے، اور اگر ولی نے نماز جنازہ پڑھ لی تو پھر دوسروں کے لئے اعادہ نماز کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ جنازہ میں نفل غیر مشروع ہے اور اگر اولیاء کئی ہوں اور سب ہم درجہ ہوں تو ایک ولی کے شریک جنازہ ہو جانے کے بعد دوسرے اولیاء کو دوبارہ نماز جنازہ کی اجازت نہیں ہے۔

اور اگر بغیر نماز جنازہ پڑھے کسی میت کو دفن کر دیا گیا تو تین دن تک اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت ہے اس کے بعد نہیں اس لئے کہ عام طور پر تین دن کے بعد میت کا جسم پھول پھٹ جاتا ہے۔

"ویقوم المصلی بحذاء صدر المیت والصلوة أن یکبر تکبیرة یحمد الله تعالی عقیبها ثم یکبر تکبیرة ویصلی علی النبی ﷺ ثم یکبر تکبیرة یدعو فیها لنفسه وللمیت وللمسلمین ثم یکبر تکبیرة رابعة ویسلم ولا یصل علی میت فی مسجد جماعة"۔

نماز جنازہ کا طریقہ:

نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو اور مقتدی صف لگا کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں اس کے بعد نیت کر کے امام نماز شروع کرے نماز جنازہ میں چار تکبیرات ہیں اور ہر تکبیر ایک رکعت کے قائم مقام ہے اور ہر تکبیر کے بعد مختلف اوراد ہیں پہلی تکبیر میں صرف رفع یدین ہے اور باقی تین تکبیرات میں رفع یدین نہیں ہے، نیز اس میں نہ اذان ہے، نہ اقامت اور نہ قرأت نہ تشہد پہلی تکبیر کے بعد امام مقتدی سب اپنے ہاتھوں کو ناف کے نیچے باندھ لیں اور اس کے بعد ثنا پڑھیں جو ثنا نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھتے ہیں دوسری تکبیر کے بعد حضور پاک ﷺ پر درود بھیجنا ہے جس طرح تشہد میں درود پڑھا جاتا ہے تیسری تکبیر کے بعد اپنے لئے اور میت کے لئے اور سارے مسلمانوں کے لئے دعا ہے۔ دعا میں کوئی شرط نہیں ہے ماثور و منقول دعاؤں میں سے کوئی بھی پڑھی جا سکتی ہے البتہ اس کا خیال رکھا جائے کہ دعا ایسی ہو کہ اس میں امور آخرت کا ذکر ہو ویسے منقول دعاؤں میں ایک دعا یہ بھی ہے جس کے راوی حضرت

عوف بن مالک ہیں اور یہ دعا مسلم ترمذی نسائی میں بھی موجود ہے حضور پاک ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس میں آپ نے یہ دعا پڑھی حضرت عوف فرماتے ہیں کہ زبان اقدس سے ان کلمات کو سننے کے بعد میری خواہش ہوئی کہ کاش اس میت کی جگہ میں ہوتا اس دعا کے الفاظ یہ ہیں: "اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وأبدله داراً خيراً من داره وأهلا خيراً من أهله وزوجاً خيراً من زوجه وأدخله الجنة واعذه من عذاب القبر وعذاب النار"۔ پھر چوتھی تکبیر کے بعد امام سلام پھیر دے چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہیں ہے اگرچہ بعض مشائخ کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے "ربنا آتنا فی الدنيا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار" اور اس کے بعد پھر دونوں طرف سلام پھیر دے اگر بھول کر امام نے پانچویں تکبیر کہہ دی تو مقتدی اس کی اتباع نہ کریں بلکہ امام کے سلام پھیرنے کا انتظار کریں اور مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیریں۔

مسجد میں نماز جنازہ کا حکم:

مسجد جماعت یعنی ایسی مسجد جس کا امام ومؤذن متعین ہوں اور نماز کے اوقات اور نمازی بھی متعین ہوں خواہ وہ جامع مسجد ہو یا محلّہ کی مسجد اس میں جنازہ رکھ

کر نماز پڑھنا یا جنازہ باہر رکھ کر مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا ظاہر الروایہ کے مطابق دونوں صورتیں مکروہ تحریمی ہیں اگر چہ بعض حضرات اس کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں اور یہی قول راجح بھی ہے اور ایک روایت کے مطابق اگر جنازہ مسجد کے باہر ہو اور امام اور کچھ مقتدی بھی مسجد کے باہر ہوں اور باقی صفیں مسجد کے اندر ہوں تو یہ شکل مکروہ نہیں ہے۔

”فإذا حملوه على سريره أخذوا بقوائمه الأربع ويمشون به مسرعين دون الخبب فإذا بلغوا إلى قبره كره للناس أن يجلسوا قبل أن يوضع من أعناق الرجال ويحفر القبر ويلحد ويدخل الميت مما يلي القبلة فإذا وضع في لحده قال الذي يضعه بسم الله وعلى ملة رسول الله ويوجه إلى القبلة ويحل العقدة ويسوى اللبن على اللحد ويكره الآجر والخشب ولا بأس بالقصب ثم يهال التراب عليه ويُسنم القبر ولا يسطح ومن استهل بعد ولادة سمي وغسل وصلى عليه وإن لم يستهل أدرج في خرقة و دفن ولم يصل عليه“۔

جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ:

جب جنازہ کو چارپائی پر رکھ دیں تو اس کے چاروں کونوں کو ایک ایک آدمی اپنے کندھے پر رکھ کر لے چلیں اس طرح لے جانے میں میت کا اکرام زیادہ ہے

کندھا دینے والوں کے لئے طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے اگلے حصہ کو اپنے داہنے مونڈھے پر رکھے اور کم از کم دس قدم اس کو رکھ کر چلے پھر جنازہ کے پچھلے حصہ کو اپنے داہنے مونڈھے پر رکھے اور کم از کم دس قدم چلے پھر جنازہ کے اگلے حصہ کو اپنے بائیں مونڈھے پر رکھے اور دس قدم چلے پھر پچھلے حصہ کو اپنے بائیں مونڈھے پر رکھ کر دس قدم چلے جنازہ لے کر چلنے والوں کی رفتار تیز ہونی چاہئے لیکن دوڑ کر چلنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں جنازہ کے گرنے کا خطرہ ہے، جب جنازہ قبرستان پہنچ جائے تو پہلے جنازہ کو کندھوں سے اتارا جائے جب جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے اس کے بعد لوگوں کے زمین پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جنازہ کو زمین پر رکھنے سے پہلے جنازہ کے ساتھ جانے والوں کا بیٹھنا مکروہ ہے اس لئے کہ کبھی گردن سے جنازہ کو اتارتے وقت تعاون کی ضرورت پیش آتی ہے اور یہ تعاون کھڑے رہنے کی صورت میں بسہولت ممکن ہے۔

قبر بنانے کا طریقہ:

میت کے لئے قبر دونوں طرح بنانے کی اجازت ہے اگر زمین نرم ہو تو لحد کے بجائے شق کو اختیار کیا جائے اور اس کی گہرائی کم سے کم ایک انسان کے نصف قد کے برابر ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو بہتر ہے لیکن اس سے کم نہ ہو اور اگر زمین سخت ہو تو لحد کو اختیار کیا جائے اور لحد کی صورت یہ ہے کہ گڈھا کھودنے کے بعد قبر کے

اس حصہ میں جوقبلہ کی طرف ہواس میں بغلی بنا دی جائے یعنی اس میں اتنا چھوٹا گڈھا کر دیا جائے کہ اس میں میت کوبسہولت رکھا جا سکے۔

جنازہ کوقبر میں قبلہ کی طرف سے اتارا جائے:

اور اگر ممکن ہوتو جنازہ کوقبر کے قبلہ کی طرف رکھا جائے اور وہیں سے اٹھا کر میت کوقبر میں اتارا جائے اور قبر میں اتارنے والوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور یہ شکل ممکن نہ ہوتو جو بھی ممکن شکل ہوقبر میں اتارنے کی اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جنازہ قبر میں اتارنے کے بعد کے احکامات:

جب جنازہ کوقبر میں رکھا جائے تو رکھنے والے کی زبان پر یہ کلمات ہوں بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ﷺ اور قبر میں اس کو داہنے بازو پر لٹایا جائے تا کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور اس کے بعد اس کے کفن کی ساری گرہیں کھول دی جائیں اور کچی اینٹ سے لحد کوڈھک دیا جائے تا کہ جنازہ پر مٹی نہ گرے پکی اینٹ اور لکڑی کا استعمال مکروہ ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جب زینت کے طور پر اس کو استعمال کیا گیا ہو اگر درندوں کی دست درازی سے بچانے کی نیت ہو یا زینت کے علاوہ کوئی اور نیت ہو تب مکروہ نہیں ہے کچی اینٹ کے ساتھ بانس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اس کا خیال رکھنا بہرصورت ضروری ہے کہ صورت وہ اختیار کی جائے کہ جس میں کسی گوشے سے مٹی میت پر نہ گرے جیسے بعض علاقوں میں بانس لگانے کے بعد چٹائی یا

پلاسٹک بچھائی جاتی ہے تا کہ مٹی اندر نہ گرنے پائے اس کے بعد مٹی قبر پر ڈالی جائے اور یہ مٹی ڈالنا صرف حفاظت اور پردہ پوشی کے پیش نظر ہے۔

قبر کو مسطح نہ بنائے نہ اس پر تعمیر کرے البتہ نام کا پتھر لگانے کی اجازت ہے:

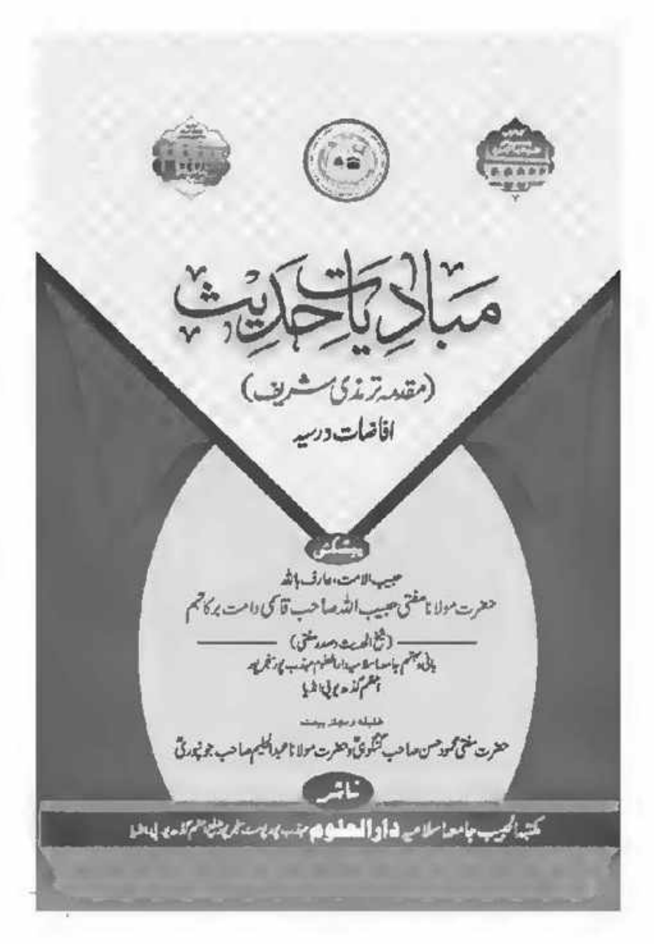
اور اونٹ کے کوہان کی طرح قبر کے بیچ والے حصہ کو اٹھا دیا جائے لیکن اس کی اونچائی زمین سے ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو بعض علاقہ میں گڈھے سے نکلی ہوئی ساری مٹی کو قبر کے اوپر ڈالنے کو ضروری سمجھتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ حضرات فقہاء نے اس زیادتی کو مکروہ قرار دیا ہے نیز قبر کو مسطح یعنی برابر نہ بنایا جائے اس لئے کہ آقا نے اس سے منع فرمایا ہے، نیز قبر کو پختہ بنانا اس کو مٹی سے لیپنا اس پر عمارت بنانا بھی ممنوع ہے اگر چہ بعض فقہاء نے تعمیر کی اجازت دی ہے اور صاحب تنویر الابصار کے نزدیک یہی قول مختار ہے نیز صاحب سراجیہ نے پتھر لگانے کی بھی اجازت دی ہے اگر اس کی ضرورت محسوس ہو تا کہ اس کا نشان باقی رہے اور قبر کی بے حرمتی نہ ہو۔

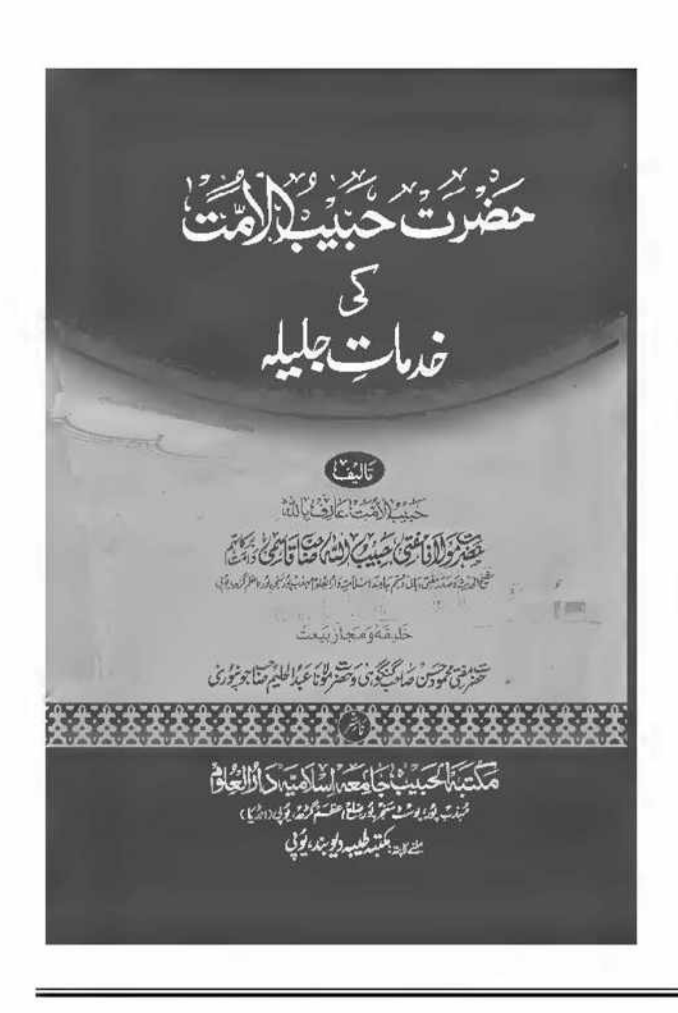
پیدا ہونے کے بعد زندگی کی علامتیں اور اس کے احکام:

جو بچہ پیدا ہونے کے بعد چیخے یا چلائے یا چھینکے یا جمائی لے یا بولے یا بات کرے یعنی ایسی کوئی بھی بات ظاہر ہو جس سے اس کی زندگی کی علامت ظاہر ہو اور اس کے بعد فوراً اس کا انتقال ہو جائے تو اس کا نام رکھا جائے اس کو غسل دیا جائے کفن

پہنایا جائے اور جنازہ کی نماز پڑھی جائے اور ایسا بچہ وراثت کا حقدار بھی ہوگا اور اگر اس کے پاس مال ہو تو اس میں وراثت جاری ہوگی اور اگر زندگی کی علامت نہیں ظاہر ہوئی تب بھی مختار قول کے مطابق اس کو غسل دیا جائے اور کسی کپڑے میں لپیٹ کر اس کو دفن کر دیا جائے لیکن جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی اسی طرح ناقص الخلقت بچے کو بھی، مختار قول کے مطابق غسل دیا جائے اور حضرت امام ابو یوسف کے قول کے مطابق اس کا نام رکھا جائے کپڑے میں لپیٹ کر اس کی تدفین کی جائے لیکن نماز جنازہ اس کی نہیں پڑھی جائے گی۔

☆☆☆





باب الشهيد

”الشهيد من قتله المشركون أو وجد فى المعركة وبه أثر الجراحة أو قتله المسلمون ظلماً ولم يجب بقتله دية فيكفن ويصلى عليه ولا يغسل وإذا استشهد الجنب غسل عند أبى حنيفة وكذلك الصبى وقال أبويوسف ومحمد لا يغسلان ولا يغسل عن الشهيد دمه ولا ينزع عنه ثيابه وينزع عنه الفرو والحشو والخف والسلاح ومن ارتث غسل الارتثاث أن يأكل أو يشرب أو يداوى أو يبقى حياً حتى يمضى عليه وقت صلاة وهو يعقل أو ينقل من معركة حياً ومن قتل فى حد أو قصاص غسل وصلى عليه ومن قتل من البغاة أو قطاع الطريق لم يصل عليه“۔

شہید کی تعریف اور اس کے احکام:

شہید چونکہ مشہود لہ بالجنۃ ہوتا ہے اس لئے اس کو شہید کہا جاتا ہے شہید اس شخص کو کہتے ہیں جس کو مشرکین نے کسی آلہ کے ذریعہ براہ راست قتل کیا ہو یا ایسے اسباب پیدا کئے ہوں جس کی وجہ سے مسلمان کی روح نکل گئی ہو اور موت واقع ہوگئی

ہو مثلاً مسلمانوں کا گھیراؤ اس طرح سے مشرکین نے کیا ہو کہ ان کا بھاگنا مشکل ہو گیا
ہو اور ان کو ہر طرف سے اتنا مجبور کیا ہو کہ وہ آگ میں کودنے یا پانی میں ڈوبنے پر مجبور
ہو گئے ہوں اور اس طرح ان کی جان ضائع ہو گئی ہو یا مشرکین نے جانوروں کو کھول
دیا ہو اور ان جانوروں نے مسلمانوں کو کچل دیا جس کی وجہ سے ان کی جان نکل گئی یا
مشرکین نے مسلمانوں کی طرف آگ پھینکا ہو یا بم پھینکا ہو یا راکٹ داغا ہو اور وہ
مسلمانوں پر گرا ہو جس سے مسلمانوں کی جان ضائع ہو گئی ہو یا مشرکین نے اتنا پانی
مسلمانوں کی طرف چھوڑ دیا جس پانی میں ڈوب کر مسلمان ہلاک ہو گئے یہ ساری
صورتیں وہ ہیں کہ جن کی نسبت دشمن کی طرف ہے اور دشمنوں نے اپنی ان حرکتوں کے
ذریعہ مسلمانوں کی جان ضائع کی ہے لہذا یہ سب شہید کہلائیں گے اسی طرح کوئی
مسلمان کسی جنگ میں اس حال میں ملا کہ اس پر مار کاٹ کے نشانات موجود ہیں خواہ
وہ جنگ حربیوں کے ساتھ ہوئی ہو یا باغیوں کے ساتھ ہوئی ہو یا ڈاکوؤں کے ساتھ
ہوئی ہو اور خواہ وہ زخمی حالت میں پایا گیا ہو یا اس حال میں پایا گیا ہو کہ اس کے ہاتھ
پاؤں ٹوٹے ہوئے ہوں یا وہ آگ میں جلا ہوا ملا ہو یا اس حال میں ہو کہ اس کے کان یا
آنکھ سے خون بہہ رہا ہو ایسا شخص بھی شہید ہے، اگر کسی مسلمان کو مسلمانوں نے ظلماً
قتل کر دیا اور اس قتل کی وجہ سے ابتداءً قاتلوں پر دیت واجب نہیں ہوئی ایسا شخص بھی
شہید ہے حاصل پوری گفتگو کا یہ ہے کہ شہید کہلانے کے لئے مقتول کا مسلمان ہونا
ضروری ہے لہذا اگر مقتول غیر مسلم ہو تو اس کے لئے لفظ شہید کا استعمال نہیں کیا جا سکتا

اس زمانہ کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا والوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے جو غیر مسلم مقتول کے لئے بھی اسلامی لفظ شہادت اور شہید کو استعمال کرتے ہیں جس کی شرعاً کوئی اجازت نہیں اور نہ کوئی وجہ جواز ہے۔

شہید کے احکام:

شہید کا حکم یہ ہے کہ اس کو انہیں کپڑوں میں جو اس کے بدن پر ہیں کفنا دیا جائے یا انہیں کپڑوں کو کفن تصور کر لیا جائے اور بغیر غسل دیئے ہوئے نماز جنازہ پڑھ کر سپرد خاک کر دیا جائے بشرطیکہ وہ مکلّف ہو اور طاہر ہو لہذا اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں شہید ہو جائے یا حیض ونفاس کی حالت میں کوئی عورت شہید ہو جائے یا کوئی بچہ اور مجنون شہید ہو جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق اس کو غسل دیا جائے گا اور حضرات صاحبین کی رائے کے مطابق ان کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا لیکن شروح میں حضرت امام صاحبؒ کی دلیل کو راجح قرار دیا گیا ہے اور علامہ محبوبی کے نزدیک مفتی بہ قول حضرت امام صاحبؒ ہی کا ہے۔

نیز شہید کے بدن یا کپڑے پر لگے ہوئے خون کو نہ دھویا جائے نیز اس کے بدن کے کپڑوں کو بھی نہ اتارا جائے چونکہ آقا ﷺ کا ارشاد ہے: زملوہم بدمائہم البتہ وہ چیزیں جو کفن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں مثلاً چمڑہ کا موزہ چمڑہ کی کوئی اور چیز اسی طرح ہتھیار وغیرہ ان کو شہید کے بدن سے نکال لیا جائے اور اگر کفن سنت میں کپڑا

کچھ کم ہو رہا ہو اور کپڑا میسر ہو تو کپڑے میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

میدان جنگ سے آنے کے بعد انتقال کا حکم:

ایسا شخص جو میدان جنگ میں تو زخمی ہو چکا ہو لیکن اس کی فوراً موت واقع نہ ہوئی ہو بلکہ اتنی دیر وہ زندہ رہا کہ اس کو کھانے یا پینے یا آرام کرنے کا موقع مل گیا ہو یا دواء علاج اس نے کرایا ہو یا ہوش کی حالت میں اتنی دیر زندہ رہا ہو کہ کامل نماز کا وقت اس پر گذر گیا ہو یا ہوش کی حالت میں میدان جنگ سے اس کو دوسری جگہ منتقل کیا ہو اس کے بعد اس کا انتقال ہوا ہو تو ایسے لوگوں کو غسل دیا جائے گا اور اس کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر سپرد خاک کیا جائے گا یہ حضرات اخروی اعتبار سے اگر چہ شہید ہیں لیکن دنیوی اعتبار سے ان پر شہادت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

حدود و قصاص میں قتل شدہ کا حکم:

اسی طرح اگر کسی شخص کو کسی شرعی حد یا قصاص میں قتل کیا گیا ہو تو اس کو بھی غسل دیا جائے گا اور کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا جائے گا اس لئے کہ ظلماً قتل نہیں کیا گیا ہے بلکہ شرعی حکم کے مطابق ان کو قتل کیا گیا ہے۔ اور اگر باغیوں میں سے کوئی شخص قتل کر دیا گیا یعنی ایسے لوگ جو امام اور امیر المؤمنین کی فرمانبرداری سے نکل چکے ہیں یا ڈاکو جنگ کی حالت میں قتل کر دیا گیا تو ان کو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ ان کی

نماز جنازہ پڑھی جائے گی لیکن بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ان کو غسل تو دیا جائے گا لیکن ان کی نماز نہیں پڑھی جائے گی تا کہ ان میں اور شہید میں فرق باقی رہے۔

لیکن اگر ڈاکو گرفتار کر کے امیر المؤمنین کے پاس پہنچا دیا گیا اور اس نے تحقیق اور ثبوت کے بعد اس کے قتل کا حکم دیا تو اس صورت میں اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور جنازہ کی نماز بھی پڑھی جائے گی۔

صدائے بلبل



۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء میں جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور میں ایک جلسۂ دستار بندی کا انعقاد ہوا، جس میں جلسے کے ساتھ مسابقۂ خطابت کا بھی پروگرام طے پایا اور الحمد للہ ایک درجن سے زائد مدارس کے طلبہ نے اس مسابقہ میں شرکت کی، مسابقہ کے لیے چھ عناوین منتخب کیے گئے، سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، علماء دیوبند کا عشق رسول، جہاد اور عصر حاضر، تعمیر ملک و ملت میں اکابر علما کا کردار، عصر حاضر میں مدارس کی ضرورت و افادیت، آزادئ ہند میں علماء مدارس کا حصہ۔
شرکاء مسابقہ نے پوری تیاری کے ساتھ مسابقہ میں شرکت کی اور اپنے اپنے خطابات کی ایک کاپی دفتر مسابقہ میں حسب ہدایت جمع کرادی، جس کو بعد میں ان کی حوصلہ افزائی کے لیے نئے انداز سے مبوب و مرتب کر کے اور نئے عناوین سے معنون کر کے صدائے بلبل کے نام سے شائع کرا کر افادۂ عام کے لیے اس کی اشاعت کی گئی۔

حیات حبیب الامت

(جلد اول، دوم، سوم، چہارم)

ہر شخص کی زندگی میں کچھ ایسے خدوخال، نشیب وفراز، مدوزجر، تلاطم وطوفان ہوتے ہیں اور آتے ہیں کہ وہ بہتوں کے لیے مثال بنتے ہیں اور بہتوں کے لیے نمونہ اور بہتوں کے لیے درس عبرت۔

ہمارے بڑوں میں سے بعض نے بقلم خود اپنی زندگی کے نشیب وفراز کو سپرد قرطاس کیا اور بعض کی حیات پر دوسروں کا قلم چلا اور ہر ایک کی حیات کے واقعات خوردوں کے لیے اسوہ ونمونہ ومشعل راہ بنے۔

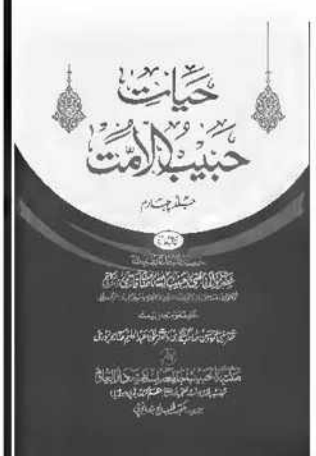
یہ خادم اگرچہ بڑوں میں سے نہیں لیکن سیکڑوں سے زیادہ اپنے ان اکابرین وبڑوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ان کی کم وبیش صحبت پائی اور ان سے فیض اٹھایا جس کا اندازہ خادم کی تالیفات کے مطالعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

جس کی تاثیر خادم کی زندگی کے بہت سے گوشوں میں لوگوں نے دیکھی اور محسوس کیا جس کے بعد ان کا اصرار شروع ہوا کہ اپنی زندگی کے نشیب وفراز اور اہم واقعات کو ہم خوردوں کے لیے قلمبند اور محفوظ کردیں تاکہ اس کے سایہ میں ہم اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

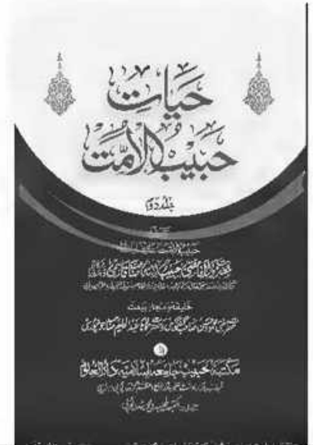
ان اصرار کرنے والوں میں بعض ایسے مخلص رفقاء، احباء، تلامذہ، خلفاء تھے کہ ان کی درخواست مسترد نہیں کرسکا اور بادل خواستہ وناخواستہ قلم اٹھانا پڑا اور اپنی زندگی کے نشیب وفراز وخدوخال جو ذہن میں محفوظ وباقی تھے ان کو دیانت وامانت، صداقت وعدالت کے ساتھ سپرد قرطاس کرتا چلا گیا تا آنکہ یہ مواد تین جلدوں میں جاکر مکمل ہوا۔ اور اس کا نام ''حیات حبیب الامت'' رکھا گیا۔

اس طرح زندگی کے مختلف گوشے سپرد قرطاس ہوکر زندہ جاوید بن گئے۔

ہم نہیں ہوں گے لیکن خادم کی حیات کے اہم نقوش بہتوں کے لیے مشعل راہ کا کام کریں گے۔









باب الصلوۃ فی الکعبة

"الصلوة فی الكعبة جائزة فرضها ونفلها فإن صلى الإمام فيها بجماعة فجعل بعضهم ظهره إلى ظهر الإمام جاز ومن جعل منهم وجهه إلى وجه الإمام جاز ويكره ومن جعل منهم ظهره إلى وجه الإمام لم تجز صلوته وإذا صلى الإمام فی مسجد الحرام تحلق الناس حول الكعبة وصلوا بصلوة الإمام فمن كان منهم أقرب إلى الكعبة من الإمام جازت صلوته إذا لم يكن فی جانب الإمام ومن صلى على ظهر الكعبة جازت صلوته"۔

کعبہ میں نماز کا حکم:

کعبہ یعنی بیت اللہ شریف میں نماز کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ بیت اللہ کے اندر نماز ادا کی جائے دوسری صورت یہ ہے کہ بیت اللہ کے باہر مسجد حرام میں نماز ادا کی جائے دونوں صورتوں میں فرائض اور نوافل دونوں کی اجازت ہے اسی طرح جماعت کے ساتھ اور بغیر جماعت کے تنہا نماز کی اجازت ہے۔

لیکن اگر بیت اللہ کے اندر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے تو اس کی چند

صورتیں ہیں ان میں سے کچھ صورتوں میں اقتداء درست ہے اور کچھ صورتوں میں اقتداء درست نہیں ہے، جن صورتوں میں اقتداء درست ہے وہ یہ ہیں: (۱) مقتدی نے اپنی کمر کو امام کی کمر کی طرف کرلیا، (۲) مقتدی نے اپنی کمر کو امام کے بغل یعنی پہلو کی طرف کرلیا، (۳) مقتدی نے اپنے چہرہ کو امام کی کمر کی طرف کرلیا، (۴) مقتدی نے اپنے چہرہ کو امام کے پہلو کی طرف کرلیا، (۵) مقتدی نے اپنے پہلو کو امام کے چہرہ کی طرف کرلیا، (٦) مقتدی نے اپنے پہلو کو امام کے پہلو کی طرف کرلیا، لیکن امام کی جہت سے ہٹ کر دوسری جہت کی طرف متوجہ ہوگیا، (۷) یا مقتدی نے اپنے چہرہ کو امام کے چہرہ کی طرف کرلیا ان ساتوں صورتوں میں اقتداء جائز اور درست ہے لہذا اس کی نماز صحیح ہوجائے گی اس لئے کہ بیت اللہ کے اندر ہر طرف قبلہ ہے البتہ امام کے چہرہ کی طرف مقتدی کا بغیر کسی پردہ کے اپنا چہرہ کرنا مکروہ ہے، اور اگر مقتدی نے اپنی پشت کو امام کے چہرہ کی طرف کرلیا تو اس صورت میں اس کی نماز درست نہیں ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں مقتدی کا امام کے آگے بڑھنا لازم آئے گا جو مفسد صلوۃ ہے۔

بیت اللہ کے باہر نماز کے احکام:

اور اگر نماز بیت اللہ کے باہر مسجد حرام میں جماعت کے ساتھ ہو تو سارے مقتدی بیت اللہ کا گول حلقہ بنا کر امام کی اقتدا میں نماز ادا کرسکتے ہیں اس صورت میں اگر کوئی شخص اس جہت میں جہاں امام کھڑا ہے امام سے آگے ہوجائے تو اس کی نماز

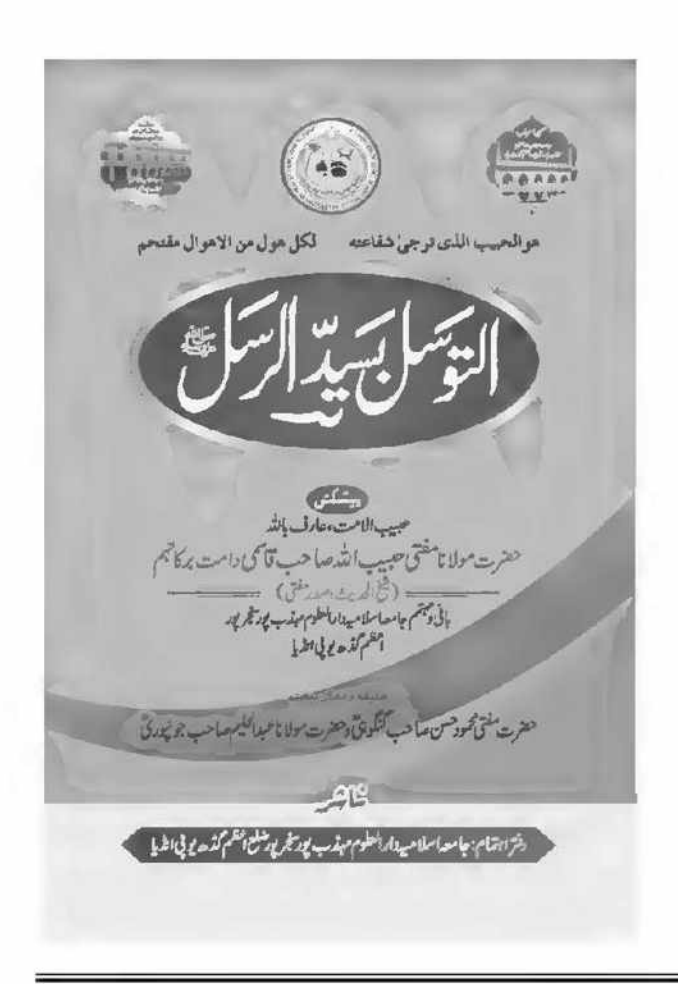
فاسد ہوجائے گی اور اگر دوسری جہت میں امام سے آگے بیت اللہ سے زیادہ قریب ہوجائے تو کوئی حرج نہیں اس کی نماز درست ہوجائے گی اس لئے کہ تقدم وتأخر کا اعتبار صرف اسی جہت میں ہے جس جہت میں امام کھڑا ہوا ہے۔

بیت اللہ کی چھت پر نماز کا حکم:

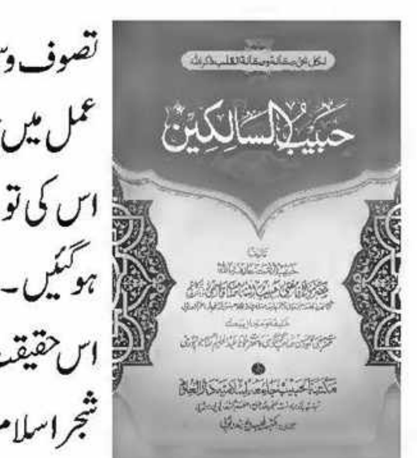
اگر کوئی شخص بیت اللہ کی چھت پر نماز ادا کرلے تو اس کی نماز ہوجائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے چونکہ بیت اللہ کی چھت پر چڑھنا بیت اللہ کی عظمت کے خلاف ہے اور آقا علیہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

☆☆☆





حبیب السالکین



تصوف وسلوک ایک ایسا فن ہے جو قدیم زمانہ سے اپنی پوری توانائی کے ساتھ میدان عمل میں قابل قدر خدمت انجام دیتا رہا ہے، مختلف ادوار میں مختلف قسم کے افراد نے اس کی توانائی کو کمزور و مضمحل کرنے کی ناکام کوشش کی، لیکن ان کی یہ کاوشیں فیل ہو گئیں۔

اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ صحابہ تابعین، تبع تابعین کے بعد کے زمانوں میں شجر اسلام کی آبیاری جتنی سالکین و عارفین، اہل اللہ کے ذریعہ ہوئی اتنی کسی کے علم و فن سے نہیں ہوئی، لاکھوں لاکھ انسانوں کے داخل اسلام ہونے کا ذریعہ یہی سالکین و صوفیاء بنے۔ اوران کی کرامتوں نے ایسی ایسی بازیاں جیتی ہیں جن کو جیتنے کی طاقت کسی اور میں نہیں تھی۔

سلوک وتزکیہ ہر زمانہ کی ضرورت رہی ہے اور ہر زمانہ میں اس کے رجال پیدا ہوتے رہے اور زمانہ کی ضرورت کے تحت ایک عظیم خدمت انجام دیتے رہے۔ ان کے کام ومزاج سے آشنا ہونا ان کی اصطلاحات سے واقف ہونا، ان کے اسرار ورموز کا جاننا بھی ایک فن ہے جس سے زیادہ تر لوگ نابلد ہیں۔

آج بہتوں کو نہیں معلوم کہ ذکر دوازدہ تسبیح کس کو کہتے ہیں اوراس کے کرنے کا طریقہ کیا ہے، تصورات وکیفیات ذکر کیا ہیں، خطرات، اور لطائف ستہ کس کو کہتے ہیں، پاس انفاس مراقبہ کس کو کہتے ہیں، اس کا طریقہ کیا ہے۔

ذکر ناسوتی، ذکر ملکوتی، ذکر جبروتی، ذکر لاہوتی، ذکر قلندری، ذکر حدادی، ذکر ارہ، ذکر سرمدی، ذکر جاروب القلب، سلطان الاذکار کس کو کہتے ہیں، اوران کا طریقہ کیا ہے، اس کے فوائد ومنافع کیا ہیں، اسم ذات کی کتنی ضربیں ہیں اوران کو کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

افسوس تو اس وقت ہوتا ہے جب معلوم ہوتا ہے کہ طریقت میں داخل ہوئے چالیس سال پچاس سال ہو گئے اوراب بھی وہ تسبیحات ثلاثہ ہی کی گردش میں ہیں۔

ان کو سلوک وطریقت کی ا، ب، ت، ث کی بھی واقفیت نہیں اور ماشاء اللہ لمبی لمبی اسناد کے حامل ہیں اوران کا شمار طریقت کے اکابرین میں ہوتا ہے۔

جب آنکھوں نے اس ماحول اور ایسے افراد کو دیکھا تو داعیہ پیدا ہوا کہ کوئی مختصر ایسی کتاب آنی چاہئے جو اس کمی کو کسی حد تک پوری کر سکے۔ چنانچہ ان اسرار ورموز کو واشگاف کرنے والی کتاب جو خادم نے لکھی اسی کا نام حبیب السالکین ہے۔

كتاب الزكاة

الزكاة واجبة على الحر المسلم البالغ العاقل إذا ملك نصاباً كاملاً ملكاً تاماً وحال عليه الحول وليس على صبي ولا مجنون ولا مكاتب زكوة ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكوة عليه وإن كان ماله أكثر من الدين زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً وليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة ولا يجوز أداء الزكوة إلا بنية مقارنة للأداء أو مقارنة لعزل مقدار الواجب ومن تصدق بجميع ماله ولم ينو الزكاة سقط فرضها عنه۔

زکوۃ کی اہمیت:

نماز کے بعد دوسری اہم عبادت زکوۃ ہے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں بکثرت نماز کے ساتھ زکوۃ کا اقتران ہے اسی وجہ سے بعض اسلاف فرمایا کرتے تھے کہ جو نماز کا پابند ہوگا اس کو اللہ پاک اتنا مال ضرور دے گا کہ اس پر زکوۃ واجب ہو جائے گی اسی وجہ سے ان دونوں عبادتوں کا تذکرہ ایک ساتھ بکثرت وارد ہے۔

زکوۃ کے لغوی واصطلاحی معنی واحکام:

زکوۃ کے لغوی معنی پاکیزگی اور بڑھوتری کے ہیں اس لئے کہ زکوۃ کے ذریعہ باقی مال طاہر ہوجاتا ہے اوراس میں بڑھوتری اوراضافہ ہوتا ہے۔

اوراصطلاح میں زکوۃ کہتے ہیں مقدار نصاب مال سے ڈھائی فیصد نکال کر مستحق زکوۃ کواللہ کی رضا کے لئے دیدینا۔

زکوۃ کی فرضیت کے شرائط:

زکوۃ شرعی اعتبار سے فرض ہے۔زکوۃ کی فرضیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ شخص مقدار نصاب کا مالک ہواور مقدار نصاب دین (قرض) کے علاوہ ہواور مقدار نصاب پراس کی ملکیت تامہ ہو، اوراس پر سال بھی گذر جائے اور جس کے پاس اتنا مال ہووہ مسلمان ہو، آزاد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو۔

لہٰذا اگر بچہ یا پاگل ہوتو اس پر زکوۃ واجب نہیں اس لئے کہ وہ مکلّف شرعی نہیں ہے اسی طرح اگر غلام ہو یا کافر ہوتو اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

اسی طرح اگر مال ہولیکن دین اس کے بقدر ہو یا اس سے زائد ہوتو اس پر بھی زکوۃ واجب نہیں اوراگر دین کی ادائیگی کے بعد مال بچ جائے اور وہ بقدر نصاب ہوتو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔اور جو چیزیں حاجت اصلیہ میں داخل ہوں یا نامی نہ ہوں

ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی، لہذا رہائشی مکان، استعمالی کپڑے، گھریلو استعمال کی چیزیں، سواری کے جانور، خدمتگار غلام، استعمالی ہتھیار پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی کی صحت کی شرط:

زکوۃ کی ادائیگی کی صحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس وقت زکوۃ کی رقم نکالی جائے اسی وقت زکوۃ کی نیت کر لی جائے اگر اس وقت نہیں کی گئی تو ادائیگی کے وقت نیت ضروری ہے ورنہ زکوۃ ادا نہیں ہوگی اس لئے کہ زکوۃ بھی عبادت ہے اور ہر عبادت کی صحت کے لئے نیت ضروری ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنا پورا مال صدقہ کر دیا اور زکوۃ کی نیت نہیں کی تب بھی زکوۃ کی ادائیگی ہو جائے گی اگر چہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ زکوۃ ادا نہ ہو لیکن استحساناً زکوۃ کی فرضیت کے سقوط کا حکم دیا گیا ہے۔

☆☆☆

تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

تصوف مذہب کی روح، اخلاق کی جان، اور ایمان کا کمال ہے، اوراس کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہے، تصوف کی مستند کتابیں قوت القلوب، رسالہ قشیریہ، کشف المحجوب، عوارف المعارف، تذکرۃ الاولیاء، فوائد الفواد، خیر المجالس جیسی تصوف کی اہم اور بنیادی کتابیں پڑھنے کے بعد آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرات صوفیاء کے یہاں کتاب وسنت کی پیروی کا کس قدر اہتمام والتزام رہا ہے۔

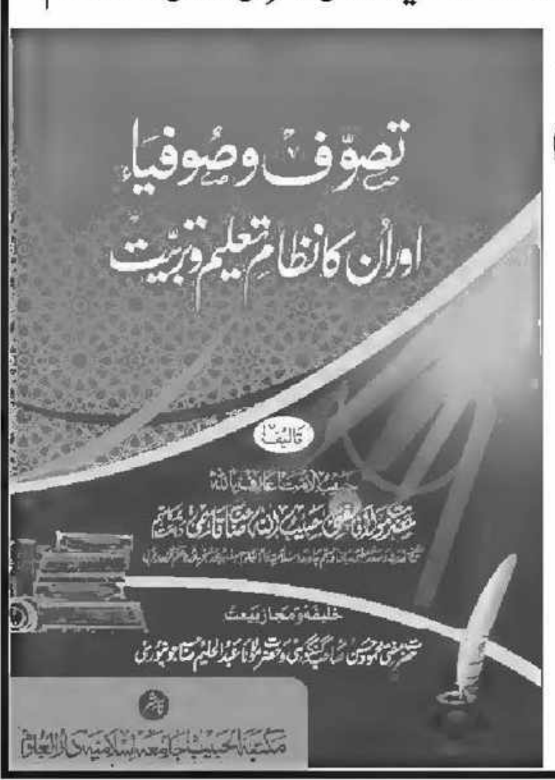
حضرات صوفیاء کو یہ کہنا کہ یہ قرآن وسنت کی پیروی نہیں کرتے، یہ خیال وسوچ انہی کا ہوسکتا ہے جو تصوف و صوفیاء کے طریق اور نظام تعلیم وتربیت اوران کے معمولات شب وروز سے ناآشنا ہیں۔

حضرات صوفیاء کا مزاج تو یہ رہا ہے کہ جو انسانوں کا درد اپنا درد بنانے والا ہو اوران کی ضلالت وگمراہی کی فکر کو اپنی آہ سحر گاہی سے جوڑنے والا ہو اور ہر ایک کے دکھ درد میں کام آنے والا ہو، صوفی کہلانے کا وہی مستحق ہے۔

لیکن بعض لوگوں نے دانستہ تصوف وصوفیاء اوران کے نظام تعلیم وتربیت پر ایسی دبیز چادر ڈال دی تاکہ اس کی حقیقت لوگوں کو نظر نہ آسکے اور لوگ یہ سمجھیں کہ تصوف قبر پرستی، مزار پرستی اور مجاورت کے ساتھ چند مخصوص اعمال و حرکات کے مجموعہ کا نام ہے۔

اس لئے اس خادم نے ضرورت محسوس کی کہ اختصار کے ساتھ تصوف وصوفیاء اوران کا مزاج اوران کا انداز تعلیم وتربیت امت تک پہونچ جائے، تاکہ ان کی صحیح رہنمائی ہوسکے۔

اسی سلسلہ کی کاوش کا نام ''تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت'' ہے۔



باب زکوة الابل

لیس فی أقل من خمس ذود من الإبل صدقة فإذا بلغت خمساً سائمة وحال علیها الحول ففیها شاة إلی تسع فإذا كانت عشراً ففیها شاتان إلی أربع عشرة فإذا كانت خمس عشرة ففیها ثلاث شیاه إلی تسع عشرة فإذا كانت عشرین ففیها أربع شیاه إلی أربع وعشرین فإذا كانت خمس وعشرین ففیها بنت مخاض إلی خمس وثلاثین فإذا كانت ستاً وثلاثین ففیها بنت لبون إلی خمس وأربعین فإذا كانت ستاً وأربعین ففیها حقة إلی ستین فإذا كانت إحدی وستین ففیها جذعة إلی خمس وسبعین فإذا كانت ستا وسبعین ففیها بنتا لبون إلی تسعین فإذا كانت إحدی وتسعین ففیها حقتان إلی مائة وعشرین۔

جانوروں میں وجوب زکوة کے شرائط:

جس طرح سونے چاندی اور سامان تجارت میں زکوة ہے اسی طرح جانوروں میں بھی زکوة واجب ہے بشرطیکہ سال کا اکثر حصہ ان کا مباح گھاس کھا کر گذرتا ہو مالک کو اس کے کھلانے کا نظم نہ کرنا پڑتا ہو اور اس پر سال گذر جائے تو زکوة

ادا کرنی ہوگی لیکن کس جانور کی کتنی زکوۃ ہوگی اور اس کی مقدار کیا ہوگی اس میں الگ الگ تفصیل ہے سب سے پہلے اونٹ کی زکوۃ بیان کی جارہی ہے اس لئے کہ جانوروں کی زکوۃ کی بنیاد حضرت نبی کریم ﷺ کا وہ مکتوب گرامی ہے جس کو آپ نے لکھوا کر عمال کو دیا تھا اور اس میں سب سے پہلے اونٹ کی زکوۃ کا تذکرہ ہے لہذا اسی مکتوب گرامی کی اتباع کرتے ہوئے سب سے پہلے اونٹ کی زکوۃ کا حکم بیان کیا جارہا ہے۔

اونٹ کی زکوٰۃ کے احکام:

اگر کسی کے پاس پانچ اونٹ سے کم ہو تو اس میں زکوۃ واجب نہیں، کم از کم اونٹ کا نصاب پانچ ہے لہذا جب اونٹ کی تعداد پانچ ہو جائے تو اس میں ایک بکری واجب ہے بشرطیکہ وہ ایک سال کی ہو اور بکرا بھی دیا جاسکتا ہے اور جب اونٹ کی تعداد دس ہو جائے تو دو بکری واجب ہوگی اور جب پندرہ اونٹ ہو جائیں تو تین بکریاں واجب ہوں گی اور جب بیس اونٹ ہو جائیں تو اس میں چار بکریاں واجب ہوں گی اور جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو اس میں بنت مخاض واجب ہے بنت مخاض اونٹنی کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ایک سال پورا کرکے دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہو اور جب اونٹوں کی تعداد چھتیس ہو جائے تو اس میں بنت لبون واجب ہے، بنت لبون اونٹنی کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو دو سال مکمل کرکے تیسرے سال میں داخل ہو گیا ہو۔ اور جب اونٹوں کی تعداد چھیالیس ہو جائے تو اس میں حقہ واجب ہے، حقہ اونٹنی کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو تین سال مکمل کرکے چوتھے سال میں داخل ہو گیا ہو۔ اور جب اونٹوں کی تعداد چھتر

ہوجائے تو اس میں دو بنت لبون واجب ہیں۔ اور جب اونٹوں کی تعداد اکانوے ہوجائے تو اس میں دو حقہ واجب ہیں ایک سوبیس اونٹ تک یہ وہ نصاب ہے جس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں بلکہ آقا ﷺ سے جو منقول و مروی ہے وہ اسی طرح ہے۔

ثم تستأنف الفريضة فيكون في الخمس شاة مع الحقتين وفي العشر شاتان وفي خمس عشرة ثلاث شياه وفي عشرين أربع شياه وفي خمس وعشرين بنت مخاض إلى مائة وخمسين فيكون فيها ثلاث حقاق ثم تستأنف الفريضة فيكون في الخمس شاة وفي العشر شاتان وفي خمس عشرة ثلاث شياه وفي عشرين أربع شياه وفي خمس وعشرين بنت مخاض وفي ست وثلاثين بنت لبون، فإذا بلغت مائة وستاً وتسعين ففيها أربع حقاق إلى مائتين ثم تستأنف الفريضة أبدا كما استونفت في الخمسين التي بعد المائة والخمسين والبخت والعراب سواء۔

ایک سوبیس اونٹ کے بعد نصاب کا استیناف ہوگا:

ایک سوبیس اونٹ کے بعد اگر اونٹوں میں اضافہ ہو تو از سر نو پھر سے نصاب شروع ہوگا لہذا پانچ اونٹ میں ایک بکری دو حقہ کے ساتھ اور دس اونٹ میں دو بکری اور پندرہ اونٹ میں تین بکری اور بیس اونٹ میں چار بکری اور پچیس اونٹ میں ایک بنت مخاض دو حقہ کے ساتھ واجب ہوگا ایک سو پچیس تک اور ایک سو پچاس میں تین حقہ

واجب ہوں گے اگر اونٹ اس سے بھی زیادہ ہوں تو فریضہ پھر سے ازسرنو شروع ہوگا یعنی پانچ اونٹ میں ایک بکری، دس میں دو بکری پندرہ میں تین بکری اور بیس میں چار بکریاں اور پچیس اونٹ میں ایک بنت مخاض اور چھتیس اونٹ میں بنت لبون اور جب اونٹوں کی تعداد ایک سو چھیانوے کو پہنچ جائے تو اس میں چار حقہ واجب ہوں گے دوسو اونٹ تک۔

پھر اسی طرح فریضہ کو ازسرنو شروع کیا جائے گا جس طرح ایک سو پچاس کے بعد پچاس میں شروع کیا گیا تھا، اس طرح ہر پچاس میں ایک حقہ واجب ہوتا رہے گا اور نصاب آگے بڑھتا رہے گا۔

یہاں ایک بات قابل لحاظ ضرور ہے کہ گائے اور بکری میں مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے مذکر جانور دے یا مؤنث لیکن اونٹ کی زکوۃ میں یہ اختیار نہیں ہے اونٹ میں مؤنث ہی دینا ضروری ہے الا یہ کہ مذکر اور مؤنث دونوں قیمت کے اعتبار سے برابر ہوں تب اختیار ہے۔

عربی وعجمی دونوں اونٹ کا ایک ہی حکم ہے:

دوسری بات یہ ہے کہ خالص عربی اور عرب وعجم مشترک جس کو بختی کہا جاتا ہے بخت نصر کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ دونوں نصاب اور وجوب میں برابر ہیں دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ اونٹ جس طرح عربی اونٹ کو کہا جاتا ہے اسی طرح بختی اونٹ کو بھی کہا جاتا ہے۔

باب صدقة البقر

ليس فى أقل من ثلاثين من البقر صدقة فإذا كانت ثلاثين سائمة وحال عليها الحول ففيها تبيع أو تبيعة وفى أربعين مسن أو مسنة فإذا زادت على الأربعين وجب فى الزيادة بقدر ذلك إلى ستين عند أبى حنيفة ففى الواحدة ربع عشر مسنة وفى الاثنين نصف عشر مسنة وفى الثلاث ثلاثة أرباع عشر مسنة وقال أبويوسف ومحمد: لا شيئ فى الزيادة حتى تبلغ ستين فيكون فيها تبيعان أو تبيعتان وفى سبعين مسنة وتبيع وفى ثمانين مسنتان وفى تسعين ثلاثة أتبعة وفى مائة تبيعتان ومسنة وعلى هذا يتغير الفرض فى كل عشرة من تبيع إلى مسنة والجواميس والبقر سواء.

اونٹ کی زکوۃ کا نصاب ماسبق میں آچکا ہے پالتو جانوروں میں جس طرح اونٹ ہے اسی طرح گائے اور بھینس بھی ہے جس کو لوگ دودھ وغیرہ کے لئے پالتے ہیں اس کا نصاب اونٹ کے نصاب سے مختلف ہے لیکن دو شرطیں یہاں بھی وجوب زکوۃ کے لئے ضروری ہیں:

۱-سال کا اکثر حصہ صرف چرنے پر گذرتا ہو۔

۲-حولان حول یعنی سال مکمل ہو جائے۔

گائے اور بھینس کی زکوۃ کے احکام:

جو حکم گائے کا ہے وہی حکم بھینس کا بھی ہے اس لئے کہ جنس کے اعتبار سے دونوں ایک ہی ہیں لیکن فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں گائے کا گوشت نہیں کھاؤں گا اور اس نے بھینس کا گوشت کھالیا تو وہ حانث نہیں ہوگا، چونکہ عرف میں دونوں دو ہیں۔

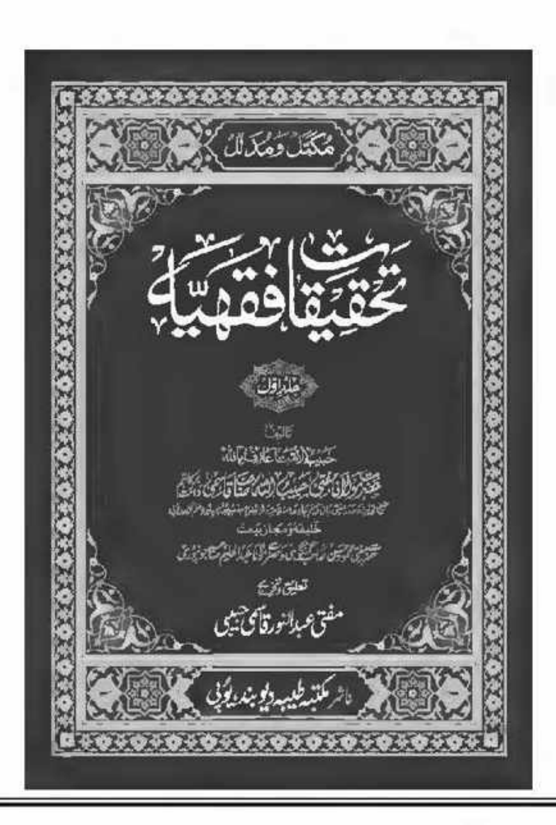
گائے کی تعداد اگر تیس سے کم ہو تو اس میں زکوۃ نہیں ہے اور جب تیس کی تعداد پوری ہو جائے تو اس میں ایک تبیع یا تبیعہ واجب ہے گائے کا بچہ جب پورے ایک سال کا ہو جاتا ہے تو اس کو تبیع یا تبیعہ کہتے ہیں اس لئے کہ وہ ماں کے پیچھے پیچھے چلنے لگتا ہے اور جب گائے کی تعداد چالیس ہو جائے تو اس میں ایک مسن یا مسنہ واجب ہے اور مسن مسنہ گائے کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو مکمل دو سال کا ہو جائے۔ اور جب گائے کی تعداد ساٹھ ہو جائے تو اس میں دو تبیع یا تبیعہ ہیں، لیکن چالیس سے لے کر ساٹھ کے درمیان کی جو مقدار ہے وہ معاف ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ معاف نہیں بلکہ چالیس کے بعد تعداد جیسے جیسے بڑھتی جائے گی مسنہ کو اس پر تقسیم کر کے اس کے حساب سے مسنہ کا حصہ واجب الاداء

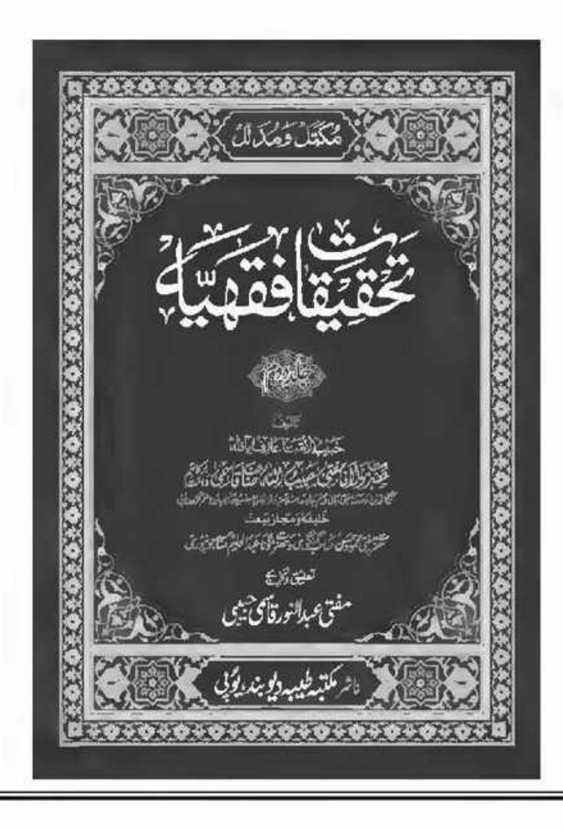
ہوگا لہذا اگر چالیس پر ایک کا اضافہ ہو تو مسنہ کا ربع عشر دینا ہوگا اور اگر دو کا اضافہ ہو تو مسنہ کا نصف عشر دینا ہوگا علی ہذا القیاس۔

لیکن اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ چالیس سے ساٹھ کے درمیان کا حصہ معاف ہے اور اس مسئلہ میں مفتی بہ قول حضرات صاحبین ہی کا ہے جیسا کہ علامہ اسبیجابی اور دوسرے فقہاء نے ذکر فرمایا ہے۔

اور جب گائے کی تعداد ستر (۷۰) ہو جائے تو اس میں ایک مسنہ اور ایک تبیع واجب ہے اور اسی (۸۰) میں دو مسنہ واجب ہیں اور نوے (۹۰) میں تین تبیعہ واجب ہیں اور ایک سو (۱۰۰) میں دو تبیعہ اور ایک مسنہ ہے سو (۱۰۰) کے بعد اسی طرح فرض ہر دس میں تبیع سے مسنہ کی طرف لوٹتا چلا جائے گا۔

☆☆☆





حضرات صوفیاء اور ان کا نظام باطن

اس خادم نے تصوف کے موضوع پر دو کتابیں لکھیں: (۱) حبیب السالکین، جس میں حضرات صوفیاء کرام کے یہاں رائج ذکر واذکار کا تعارف سہل انداز میں کرانے کی کوشش کی۔

دوسری کتاب: ''تصوف وصوفیاء اور ان کا نظام تعلیم وتربیت'' جس میں حضرات صوفیاء کا دائرۂ کار اور تصوف کی اساس اور تصوف وصوفیاء کے طبقات اور حضرات صوفیاء کی خدمات ومزاج کا تذکرہ ہے۔

لیکن حضرات صوفیاء کا ایک نظام باطن بھی ہے جس سے بہت سے کور باطن نا آشنا ونابلد ہیں۔ حضرات صوفیاء اور ان کے نظام باطن میں اس خادم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ غوث وقطب و ابدال کس کو کہتے ہیں؟ اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ اور ان کے مساکن کہاں کہاں ہیں؟ طیّ الارض اور تصوف باطنی اور توجہ کی حقانیت پر بھی اس مختصر سی کتاب میں گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کے اختصار کو ہر حال میں ملحوظ رکھا گیا ہے، تاکہ ہر ایک کے لیے استفادہ ممکن ہوسکے۔



باب صدقة الغنم

ليس فى أقل من أربعين شاة صدقة فإذا كانت أربعين شاة سائمة وحال عليها الحول ففيها شاة إلى مائة وعشرين فإذا زادت واحدة ففيها شاتان إلى مائتين فإذا زادت واحدة ففيها ثلاث شياه فإذا بلغت أربع مائة ففيها أربع شياه ثم فى كل مائة شاة والضأن والمعز سواء.

بکری بھی پالتو جانوروں میں سے ہے دودھ وغیرہ کے لئے قدیم زمانہ سے اس کی پرورش چلی آرہی ہے لہذا اگر کسی کے پاس بکریاں ہوں تو اس پر بھی زکوۃ واجب ہے لیکن انہی دوشرطوں کے ساتھ:

۱-سال کا اکثر حصہ چرنے پر اکتفا کرتی ہوں۔

۲-اس پر سال گزر جائے۔

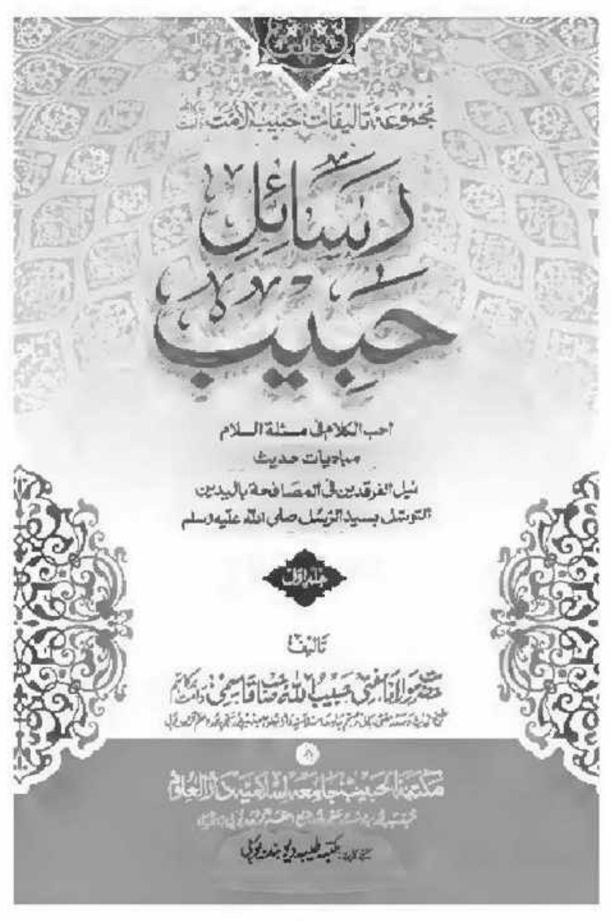
بکری پر زکوۃ کے احکام:

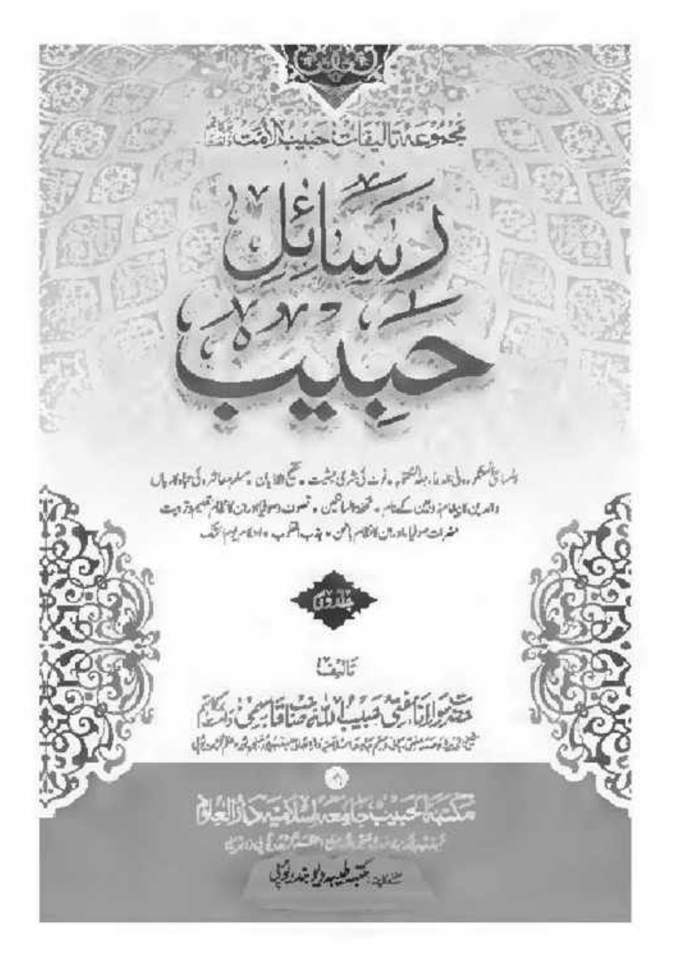
لہذا اگر کسی کے پاس کم ازکم چالیس بکریاں ہوں تب اس پر زکوۃ واجب ہوگی اور زکوۃ میں ایک بکری دینا ہوگا اس کے بعد ایک سوبیس تک کچھ نہیں ہے اس پر اگر ایک بکری کا بھی اضافہ ہوگیا تو دو بکریاں واجب ہوں گی اور یہ نصاب دوسو تک

چلے گا۔ پھر دو سو ایک بکری پر تین بکریاں واجب ہوں گی اور جب چار سو کی تعداد کو پہنچ جائیں تو پھر چار بکریاں واجب ہوں گی اس کے بعد پھر ہر سو بکری میں ایک بکری واجب ہوگی۔

لیکن یہ دھیان رکھنا ہوگا کہ زکوۃ میں بکری کا وہی بچہ دیا جائے گا جو ایک سال کا ہو نیز بھیڑ اور بکرا یہ دونوں بکری کے برابر ہیں نصاب میں، وجوب زکوۃ میں اور ادائیگی زکوۃ میں بھی۔

☆☆☆





باب زكوة الخيل

إذا كانت الخيل سائمة ذكوراً وإناثاً و حال عليه الحول فصاحبها بالخيار إن شاء أعطى من كل فرس ديناراً و إن شاء قومها وأعطى عن كل مائتى درهم خمسة دراهم وليس فى ذكورها منفردة زكوة وقال أبويوسف ومحمد لا زكوة فى الخيل.

جانوروں کی ایک قسم گھوڑا بھی ہے لیکن عام طور پر اس کو آلہ جہاد تصور کیا جاتا تھا اور قدیم زمانہ سے اسی کام کے لئے اس کا استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے، ''وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل''۔ یہ آیت بھی اسی کی طرف مشیر ہے اسی وجہ سے حضرات ائمہ کا بھی اختلاف رہا ہے کہ اس میں زکوۃ واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو کب اور کن صورتوں میں۔

گھوڑے پر وجوب زکوۃ کے شرائط واحکام:

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور جانوروں کی طرح گھوڑے میں بھی وجوب زکوۃ کے قائل ہیں لیکن چند شرطوں کے ساتھ:

۱- سال کا اکثر حصہ چراہ گاہ میں چرنے پر اکتفا کرتا ہو۔

۲- گھوڑے کے ساتھ گھوڑی بھی ہو لہذا اگر سائمہ نہ ہو تو زکوۃ واجب نہ ہوگی، اسی طرح اگر صرف گھوڑے ہوں تب بھی زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

دونوں شرائط کے پائے جانے کے بعد مالک کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو ہر گھوڑے کے بدلہ زکوۃ میں ایک دینار ادا کردے۔ اور اگر چاہے تو اس کی قیمت لگالے اور ہر دوسو درہم سے پانچ درہم یعنی ڈھائی فیصد کے حساب سے جس طرح سامان تجارت کی زکوۃ ادا کی جاتی ہے اسی طرح زکوۃ ادا کرے۔

حضرات صاحبین کے نزدیک گھوڑے میں زکوۃ نہیں ہے:

لیکن اس کے برخلاف حضرت امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ گھوڑے میں زکوۃ ہے ہی نہیں۔

اس مسئلہ میں اگرچہ بعض اہم فقہاء نے حضرت امام صاحب کے قول کو ترجیح دی ہے، لیکن فتوی حضرات صاحبین ہی کے قول پر ہے جیسا کہ صاحب ینابیع نے ذکر کیا ہے اسی طرح صاحب جوہرہ اور صاحب کافی اور صاحب فتاوی بزازیہ اور قاضی خاں وغیرہ نے صاحبین ہی کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔

ولا في شيئ من البغال والحمير إلا أن تكون للتجارة، وليس في الفصلان والحملان والعجاجيل صدقة عند أبي حنيفة ومحمد إلا أن يكون معها كبار وقال أبويوسف فيها واحدة منها ومن وجب عليه

سن فلم توجد عنده أخذ المصدق أعلى منها ورد الفضل أو أخذ دونها وأخذ الفضل، ويجوز دفع القيمة فى الزكوة.

خچر اور گدھے میں زکوٰۃ کا حکم:

خچر اور گدھے میں بالاتفاق زکوۃ واجب نہیں ہے: "والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة"، اس لئے کہ یہ سب اسباب تزین میں سے ہیں الا یہ کہ تجارت کی نیت سے کسی نے خریدا ہو تب زکوۃ واجب ہوگی اس لئے کہ اس وقت یہ عرض سامان تجارت کے قبیل سے ہو جائیں گے۔

ایک سال سے کم جانور کی زکوٰۃ کا حکم:

اسی طرح اونٹنی کا وہ بچہ جو ابھی ماں سے الگ ہوا ہو لیکن ابھی ایک سال کا نہ ہوا ہو اسی طرح بھیڑ کا وہ بچہ جس کا سال نہ پورا ہوا ہو اسی طرح گائے کا بچہ جس کا سال مکمل نہ ہوا ہو ان پر بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک زکوۃ نہیں ہے الا یہ کہ ان کے ساتھ بڑے جانور ہوں خواہ ایک ہی کیوں نہ ہو تب زکوۃ واجب ہوگی لیکن حضرت امام ابو یوسف وجوب زکوۃ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں جس حیثیت کے ہیں انہی میں سے ایک کو زکوۃ کے لئے نکالنا ہوگا۔

لیکن اس مسئلہ میں راجح قول حضرت امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کا ہے۔

مقدار واجب سے زیادہ یا کم عمر کے جانور کا حکم:

ایک شخص پر زکوۃ میں ایک سال کا بچہ واجب ہے لیکن اس کے پاس ایک سال کا جانور نہیں ہے تو ایسی صورت میں زیادہ عمر کا بچہ زکوۃ وصول کرنے والا لے سکتا ہے لیکن جتنی قیمت زیادہ ہوگی عامل مالک کو واپس کرے۔

دوسری شکل یہ ہے کہ جتنی عمر کا بچہ زکوۃ میں واجب ہے اس سے کم عمر کا بچہ اس کے پاس ہے تو عامل اسی کو لے لے اور قیمت کا جو تفاوت ہے مالک عامل کو ادا کردے۔

مال کی جگہ قیمت کی ادائیگی کا حکم:

مال کی جگہ پر اگر کوئی شخص زکوۃ میں قیمت ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح عشر، خراج، فطرہ، نذر، کفارہ وغیرہ میں بھی قیمت دی جاسکتی ہے لیکن کس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا حضرت امام صاحبؒ کی رائے یہ ہے کہ یوم الوجوب کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ یوم الاداء کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

لیکن جانوروں میں بالاتفاق یوم الاداء کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

اسی طرح جس شہر میں مال ہے اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

اور اگر کوئی شخص جنگل میں ہو تو جو شہر اس سے سب سے زیادہ قریب ہو اس کی قیمت معتبر ہوگی (فتح القدیر)۔

وليس في العوامل والحوامل والعلوفة صدقة، ولا يأخذ المصدق خيار المال ولا رذالته ويأخذ الوسط منه ومن كان له نصاب فاستفادفي أثناء الحول من جنسه ضمه إلى ماله وزكاه به والسائمة هي التي تكتفي بالرعي في أكثر حولها فإن علفها نصف الحول أو أكثر فلا زكوة فيها والزكوة عند أبي حنيفة وأبي يوسف في النصاب دون العفو وقال محمد وزفر فيهما، وإذا هلك المال بعد وجوب الزكوة سقطت فإن قدم الزكوة على الحول وهو مالك للنصاب جاز.

جن جانوروں میں زکوۃ واجب نہیں اس کے احکام:

کھیتی باڑی اور دوسرے کام کاج کے جانور اسی طرح وہ جانور جس کو مالک نے نصف سال یا اس سے زیادہ باندھ کر کھلایا پلایا ہو اگرچہ اس کو دودھ یا اضافہ نسل کے لئے رکھا ہو پھر بھی اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے چونکہ زکوۃ کا وجوب نمو کی وجہ سے ہوتا ہے، اور نمو کا تحقق جب ہوتا ہے جب جانور میں اسامت کا تحقق ہو یا بغرض تجارت اس کو رکھا ہو اور یہ دونوں باتیں یہاں مفقود ہیں۔

عامل کے فرائض:

عامل کو اس کا پابند بنایا گیا ہے کہ وہ جانبین کی رعایت کرے لہذا وہ اوسط

درمیانی قسم کا مال زکوۃ میں لے نہ بہت بڑھیا لے کہ اس میں مالک کا ضرر ہے اور نہ بہت گھٹیا لے کہ اس میں بیت المال اور فقراء کا ضرر ہے اور اسلام نے ضرر اور ضرار دونوں سے منع کیا ہے۔

مال مستفاد کا حکم:

اگر کسی کے پاس مقدار نصاب مال ہو اور درمیان سال میں جس جنس کا اس کے پاس مال ہے اسی جنس کے مال کا اضافہ ہو جائے خواہ بڑھوتری کی وجہ سے یا ہبہ یا وراثت کے ذریعہ یہ مال مستفاد بھی اصل نصاب کے ساتھ ضم ہو جائے گا اور اسی مال کے ساتھ مال مستفاد کی بھی زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

اور اگر اس کے جنس سے نہ ہو تو بالاتفاق اس کو نصاب سابق کے ساتھ ضم نہیں کیا جائے گا بلکہ جب اس پر سال مکمل ہوگا تب زکوۃ واجب ہوگی لفظ سائمہ کا ذکر اس سے قبل بار بار آچکا ہے۔

سائمہ کا تعارف:

سائمہ کس کو کہتے ہیں جو وجوب زکوۃ کے لئے شرط ہے تو سائمہ اس جانور کو کہتے ہیں جو سال کے اکثر حصہ میں صرف چرنے پر اکتفا کرتے ہوں لہذا اگر چرنے پر نصف سال یا اس سے کم اکتفا کیا تو اس میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

عضو میں زکوٰۃ کا حکم:

ماقبل میں وجوب زکوۃ کا جو نصاب بتلایا گیا ہے اس کے دو حصے ہیں ایک نصاب دوسرا حصہ وہ ہے جو دو نصاب کے درمیان کا ہے جس کو عفو سے تعبیر کیا جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ زکوۃ صرف نصاب میں واجب ہے یا عفو میں بھی۔

تو حضرت امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ صرف نصاب میں زکوۃ واجب ہے عفو میں نہیں۔

اس کے برخلاف حضرت امام محمدؒ و امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ نصاب اور عفو دونوں میں زکوۃ واجب ہے۔

ثمرۂ اختلاف اس وقت ظاہر ہوگا جب کسی شخص کا عفو ہلاک ہوگیا لیکن نصاب بچ گیا تو حضرات شیخین کی رائے کے مطابق پوری زکوۃ دے گا اس لئے کہ نصاب پورا محفوظ ہے، اور حضرت امام محمد و زفر کے نزدیک بقدر ہلاکت زکوۃ ساقط ہوجائے گی اس لئے کہ ان کے نزدیک زکوۃ دونوں میں واجب ہے۔

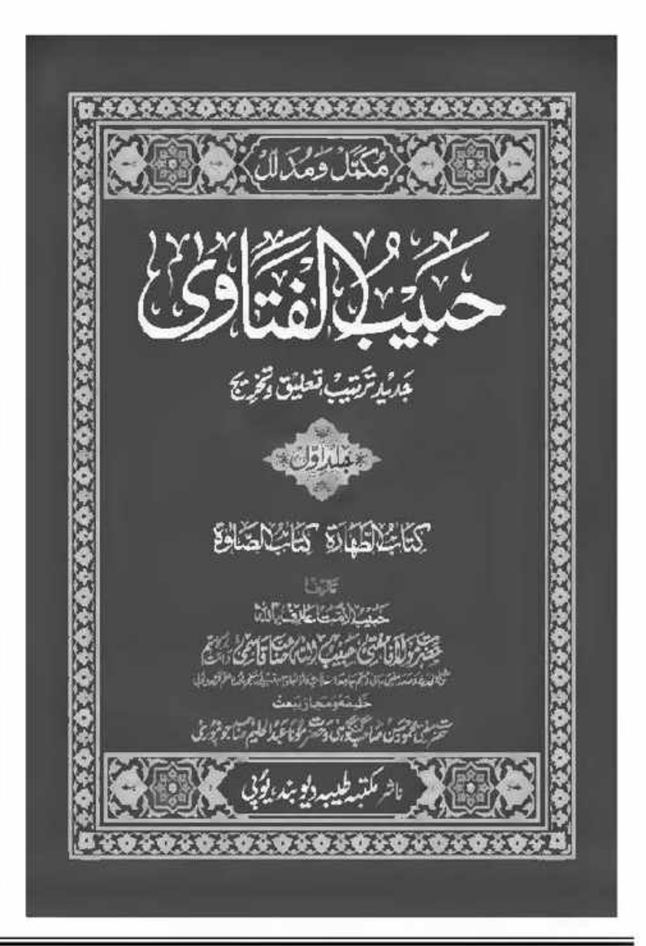
حولان حول کے بعد مال کے ضائع ہونے کا حکم:

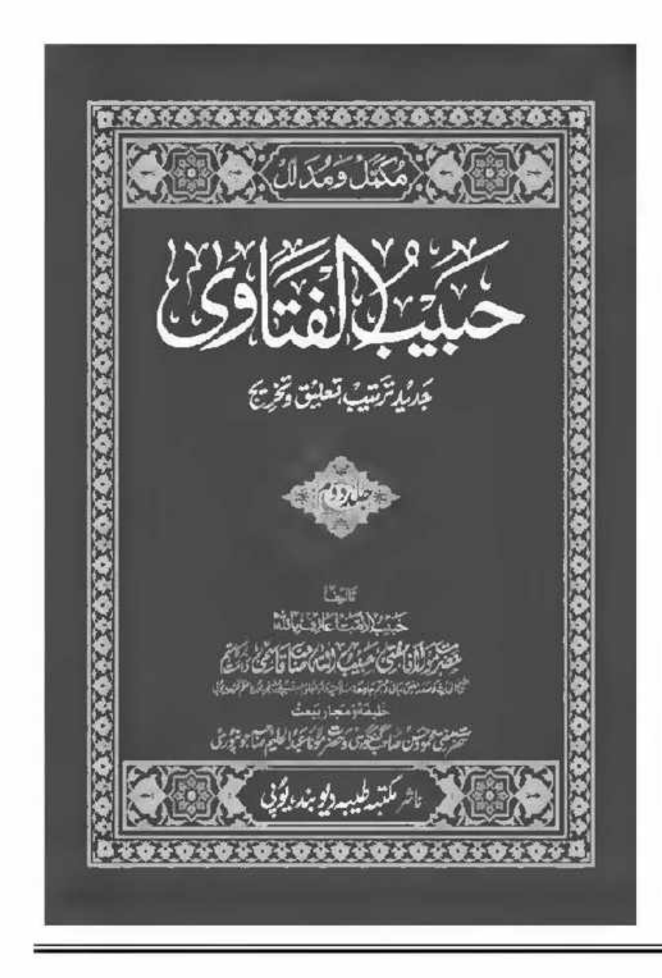
ایک شخص صاحب نصاب تھا اور سال بھی مکمل ہو چکا تھا اور عامل بھی زکوۃ کے لئے آچکا تھا لیکن کسی وجہ سے اس نے زکوۃ نہیں نکالی اور اس کے بعد اس کا پورا

مال ہلاک ہوگیا تو اس کے ذمہ سے پوری زکوۃ ساقط ہوجائے گی۔

اور اگر بعض حصہ ہلاک ہوا تو جتنا باقی ہے صرف اسی کی زکوۃ دینی ہوگی ہلاک شدہ کی نہیں اس لئے کہ زکوۃ کا تعلق عین سے ہے اور جب عین نہیں رہا تو زکوۃ کا وجوب بھی نہیں رہے گا اور اگر جان بوجھ کر ہلاک کردیا تب وجوب زکوۃ ساقط نہیں ہوگا زکوۃ دینی ہوگی۔ اگر کوئی شخص صاحب نصاب ہوا اور ابھی اس کا سال پورا نہ ہوا ہو لیکن ایک سال یا چند سال کی پیشگی زکوۃ نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ وقت پورا ہونے پر اتنی رقم مقدار زکوۃ میں وہ محسوب کرلے اور باقی زکوۃ ادا کردے۔

☆☆☆





باب زكوة الفضة

ليس فيما دون مائتى درهم صدقة فإذا كانت مائتى درهم وحال عليها الحول ففيها خمسة دراهم ولا شيئ فى الزيادة حتى تبلغ أربعين درهماً فيكون فيها درهم، ثم فى كل أربعين درهما درهم عند أبى حنيفةؒ وقال أبويوسفؒ ومحمدؒ ما زاد على المائتين فزكاته بحسابه وإذا كان الغالب على الورق الفضة فهى فى حكم الفضة وإن كان الغالب عليها الغش فهى فى حكم العروض ويعتبر أن تبلغ قيمتها نصاباً.

چاندی کا نصاب اور احکام:

سونا اور چاندی یہ دونوں اموال نامیہ میں سے ہیں اس لئے ان پر بھی زکوۃ واجب ہے، لیکن سونا کے مقابلہ میں چاندی کا استعمال زیادہ ہے۔

چاندی کا نصاب دوسو درہم یعنی 52½ تولہ چاندی ہے اس سے کم اگر کسی کے پاس چاندی ہو اور سونا اور مال تجارت بالکل نہ ہو تو اس پر زکوۃ واجب نہیں۔

لہٰذا اگر کسی کے پاس دوسو درہم چاندی ہو اور اس پر سال گذر جائے تو پانچ درہم یعنی ڈھائی فیصد زکوۃ واجب ہوگی۔

اس کے بعد چالیس درہم تک عفو میں داخل ہے جب چالیس درہم پورا ہوجائے تو اس میں ایک درہم زکوۃ واجب ہے اس کے بعد ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوۃ واجب ہے۔

عفو میں زکوۃ کا حکم:

اس کے بیچ کا حصہ عفو میں داخل ہے یا نہیں اس میں دو رائے ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ درمیانی حصہ عفو میں داخل ہے۔

اور حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ عفو میں داخل نہیں بلکہ دوسو سے اوپر جتنا ہوگا اسی حساب سے اس کی زکوۃ واجب ہوگی۔

اس مسئلہ میں حضرت امام صاحب کے قول کو صحیح قرار دیا گیا ہے امام نسفی اور برہان الشریعہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

سِکّوں پر زکوٰۃ کا حکم:

سکوں پر زکوۃ کا حکم یہ ہے کہ اگر چاندی کے بنے ہوئے سکوں پر چاندی کا غلبہ ہو یعنی نصف سے زائد چاندی ہو تو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور اگر چاندی نصف سے کم ہو تو اس کو چاندی میں شمار نہیں کیا جائے گا اور اگر دونوں حصہ برابر ہو تو مختار قول کے مطابق احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ وہ زکوۃ ادا کرے۔

☆☆☆

باب زكوة الذهب

ليس فيما دون عشرين مثقالامن الذهب صدقة فإذا كانت عشرين مثقالاً وحال عليه الحول ففيها نصف مثقال ثم في كل أربعة مثاقيل قيراطان وليس فيما دون أربعة مثاقيل صدقة عند أبي حنيفة ، وقالا ما زاد على العشرين فزكوته بحسابه وفي تبر الذهب والفضة وحليهما والآنية منهما الزكوة.

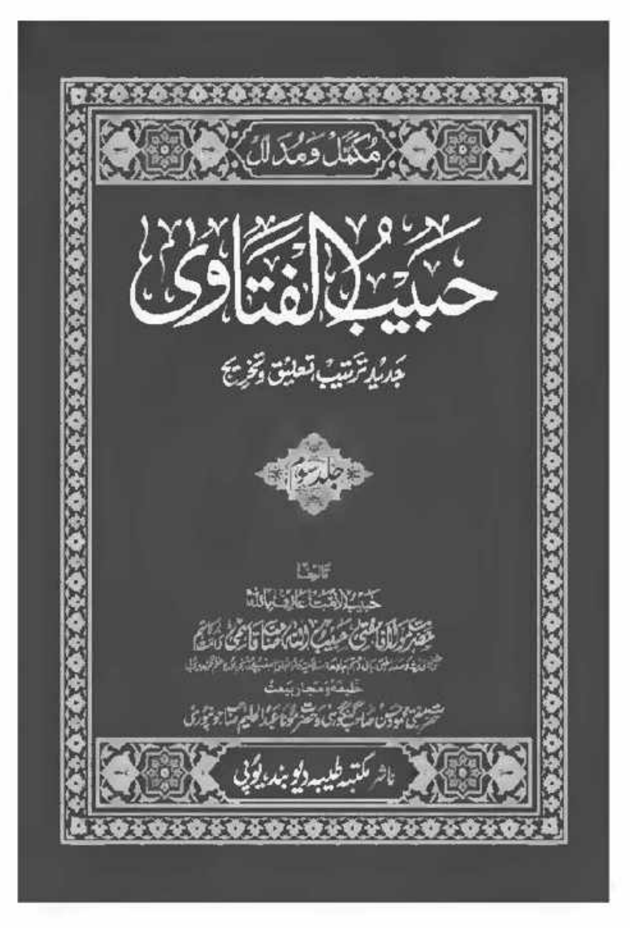
سونے کا نصاب اور اس کے احکام:

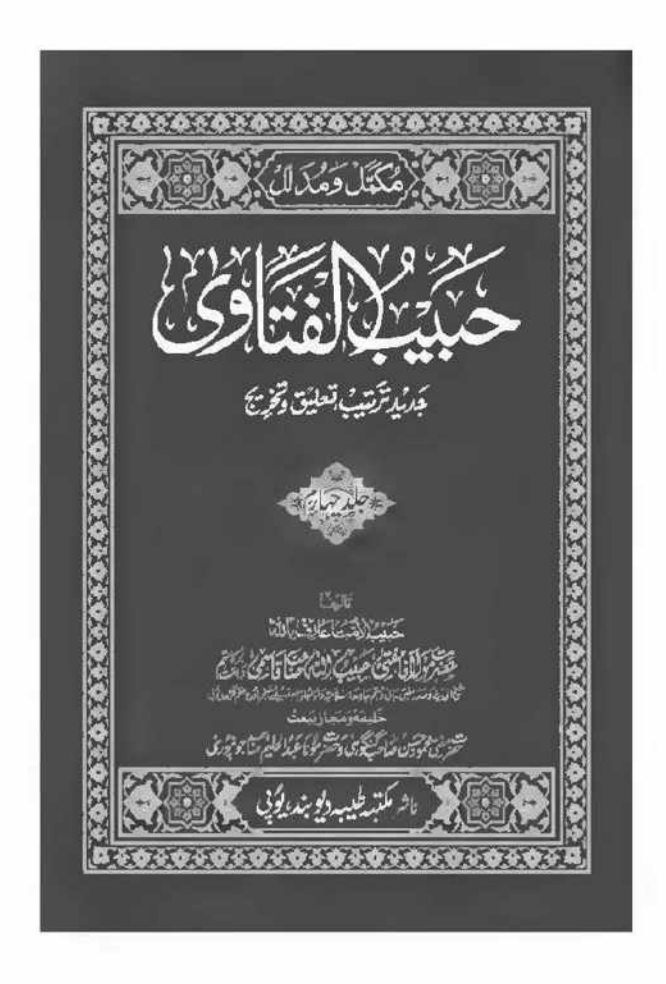
سونے کا نصاب بیس مثقال ہے لہذا اگر کسی کے پاس صرف سونا بیس مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ سونا ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی بشرطیکہ اس پر سال پورا ہو گیا ہو زکوۃ میں نصف مثقال ادا کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہر چار مثقال میں دو قیراط زکوۃ واجب ہوگی، لیکن اگر چار مثقال سے کم کسی کے پاس سونا ہو تو اس میں بھی حسب سابق دو رائے ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ عفو میں داخل ہے اور حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ وہ معاف نہیں بلکہ بیس مثقال کے اوپر جتنا ہو اس کی زکوۃ اسی حساب سے ادا کرنی ہوگی۔ اور یہ بات گذر چکی ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت امام

صاحب کی رائے کو ترجیح حاصل ہے۔

اور سونا و چاندی کا غیر مضروب ٹکڑا اور اس کے زیورات خواہ مباح الاستعمال ہوں یا مباح الاستعمال نہ ہوں اسی طرح مختلف قسم کے ظروف جو سونے یا چاندی کے بنے ہوں ان پر بھی زکوۃ واجب ہے۔

☆☆☆





باب زكوة العروض

الزكوة واجبة فى عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق أو الذهب يقومها بما هو أنفع للفقراء والمساكين منهما وقال أبويوسف يقوم مما اشتراه، فإن اشتراه بغير الثمن يقوم بالنقد الغالب فى المصر وقال محمد بغالب النقد فى المصر على كل حال وإذا كان النصاب كاملاً فى طرفى الحول فنقصانه فيما بين ذلك لا يسقط الزكوة وتضم قيمة العروض إلى الذهب والفضة وكذلك يضم الذهب إلى الفضة بالقيمة حتى يتم النصاب عند أبى حنيفة وقالا: لا يضم الذهب إلى الفضة بالقيمة ويضم بالأجزاء.

سامان تجارت کا نصاب اور احکام:

سامان تجارت خواہ کسی قسم کا مال ہو اگر تجارت کے لئے لیا گیا ہے تو اس میں زکوۃ واجب ہے بشرطیکہ اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر ہو مالک کو چاہئے کہ انفع للفقراء کا لحاظ رکھے لہٰذا دونوں نصابوں میں سے جو بھی نصاب مکمل

ہوجائے اسی کا اعتبار کرتے ہوئے زکوۃ ادا کرے تاکہ فقراء ومساکین کی ضرورت پوری ہوجائے۔

ثمنیت میں کس چیز کا اعتبار ہوگا:

البتہ حضرت امام ابو یوسف ومحمدؒ کا اس میں اختلاف ہے کہ ثمنیت میں کس چیز کا اعتبار ہوگا، حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جس ثمن کے ذریعہ سامان تجارت خریدا ہے اسی ثمن کا اعتبار ہوگا اور اگر غیر ثمن کے ذریعہ خریدا ہے تو شہر میں کاروباری، لین دین میں جو سکہ رائج ہوگا اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں غالب نقد بلد کا اعتبار ہوگا خواہ وہ سامان ثمن کے ذریعہ خریدا ہو یا بغیر ثمن کے۔

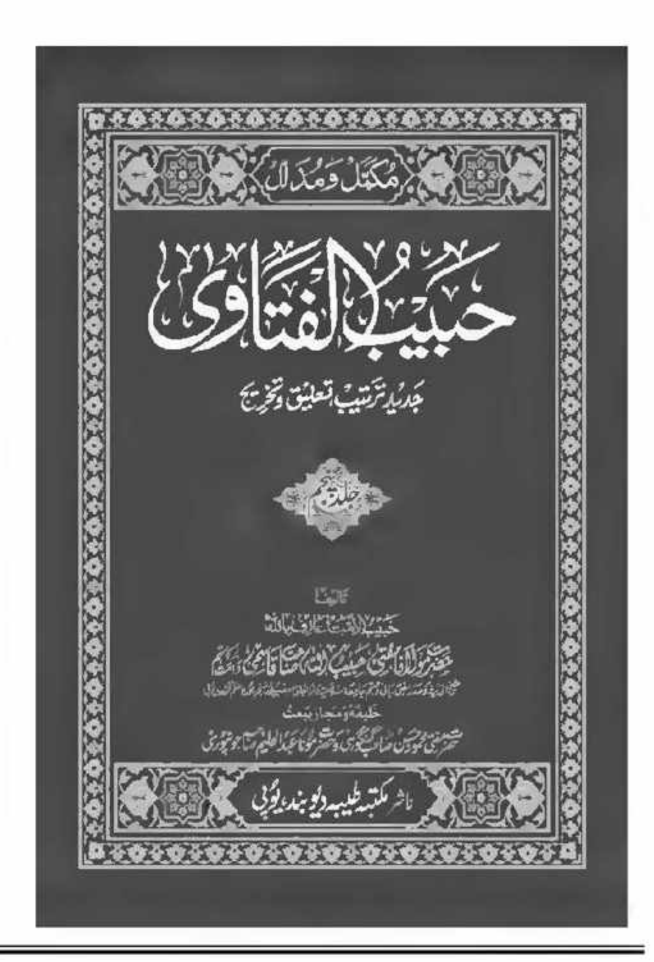
وسط سال میں نصاب ناقص ہونے کا حکم:

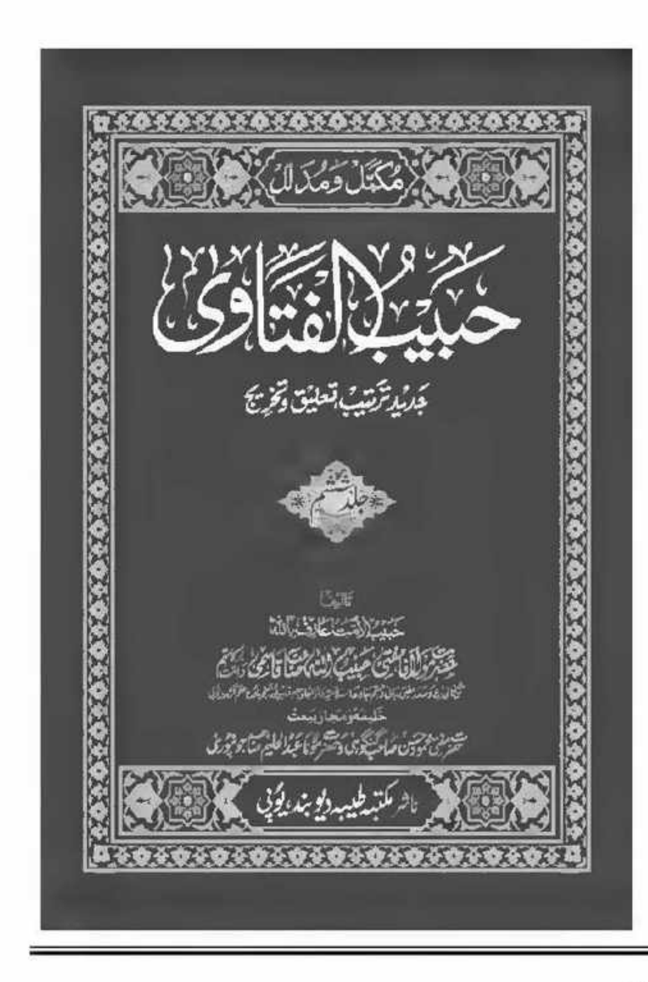
سال کے ابتداء اور انتہاء میں نصاب پورا ہو اور درمیانی سال میں نصاب ناقص ہوجائے تو اس کا اعتبار نہیں پوری زکوۃ ادا کرنی ہوگی اس لئے کہ اعتبار ابتداء اور انتہاء کا ہے، درمیان کا نہیں الا یہ کہ درمیانی سال میں پورا مال ہلاک ہوجائے تب ایسی صورت میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں حولان حول جو ضروری شرط ہے اس کا فقدان ہوگیا۔

انضمام نصاب کا حکم:

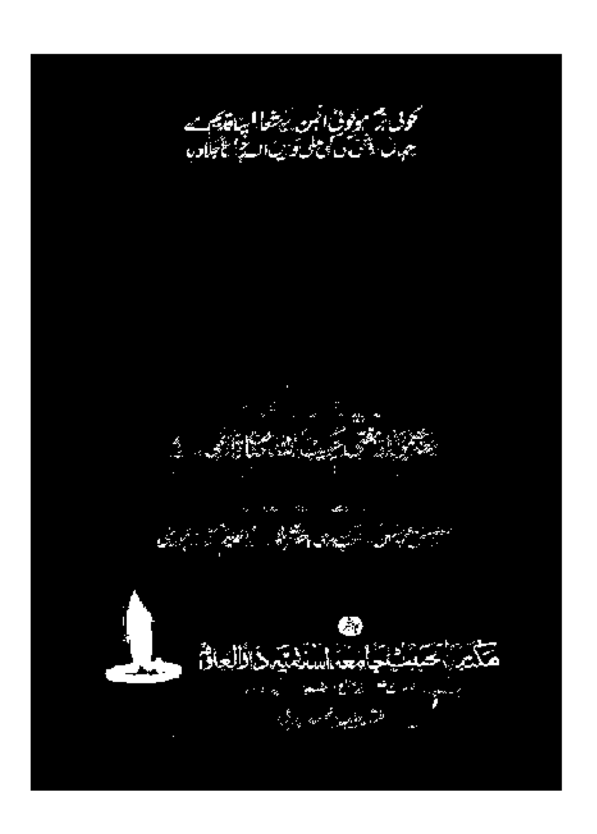
سامان کی قیمت کو سونے اور چاندی سے موازنہ کیا جائے گا اسی طرح سونے کو چاندی کے ساتھ قیمت کے اعتبار سے ضم کر دیا جائے گا تا کہ نصاب مکمل ہو سکے اور فقراء کی ضرورت پوری ہو سکے لیکن اس انضمام کے قائل صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

حضرات صاحبین قیمت کے اعتبار سے انضمام کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ اجزاء کے اعتبار سے ضم کیا جائے گا اس لئے سونے اور چاندی میں اعتبار قدر کا ہے قیمت کا نہیں، لیکن حضرات فقہاء نے انفع للفقراء ہونے کی وجہ سے حضرت امام صاحب کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔





اک چراغ



اس میں شک نہیں کہ چراغ سے ہی چراغ جلتے ہیں، کبھی ایک چراغ سے بہت سے چراغ جلتے ہیں اوران سے اندھیرے ختم یا کم ہوتے ہیں۔ بعضوں کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ جہاں ان کو اندھیرا نظر آتا ہے یا روشنی کی کمی نظر آتی ہے وہاں کوئی دیا یا چراغ روشن کردیتے ہیں۔ باقی کام اس مقام ومکان کے مکینوں کا ہوتا ہے کہ وہ اس روشنی سے کتنا فائدہ اٹھاتے ہیں یا اٹھا پاتے ہیں۔

اہل شمع ضرورت کی بنیاد پر اپنا کام کرجاتے ہیں اور کرکے آگے بڑھ جاتے ہیں۔

الحمدللہ اس خادم کے باطن میں ہمارے بڑوں نے جو شمع روشن کی اس سے فیضیاب ہونے والے سیکڑوں ہیں، ان کے مختصر احوال وکیفیات پر مشتمل یہ ایک مجموعہ ہے جس کا نام ''اک چراغ'' ہے۔

باب زكوة الزروع والثمار

قال أبوحنيفةؒ فى قليل ما أخرجته الأرض وكثيره العشر واجب سواء سقى سيحا أو سقته السماء إلا الحطب والقصب والحشيش وقال أبويوسفؒ ومحمدؒ لا يجب العشر إلا فيما له ثمرة باقية إذا بلغت خمسة أوسق والوسق ستون صاعاً بصاع النبىﷺ وليس فى الخضراوات عندهما عشر وما سقى بغرب أو دالية أو سانية ففيه نصف العشر على القولين وقال أبويوسف فيما لا يوسق كالزعفران والقطن يجب فيه العشر إذا بلغت قيمته قيمة خمسة أوسق من أدنى ما يدخل تحت الوسق وقال محمدؒ: يجب العشر إذا بلغ الخارج خمسة أمثال من أعلى ما يقدر به نوعه فاعتبر فى القطن خمسة أحمال وفى الزعفران خمسة أمناء وفى العسل العشر إذا أخذ من أرض العشر قل أو كثر وقال أبويوسفؒ لا شيئ فيه حتى يبلغ عشرة أزقاق وقال محمدؒ خمسة افراق والفرق ستة وثلاثون رطلاً بالعراقى وليس فى الخارج من أرض الخراج عشر.

عشر کے احکام:

کھیتی اور باغات سے جو کچھ نکالا جاتا ہے اس کو اصطلاح شریعت میں عشر کہتے ہیں اس سلسلہ میں حضرات ائمہؒ کا اختلاف ہے۔

زمینی پیداوار میں سے ہر ایک میں عشر واجب ہے یا نہیں؟

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمینی پیداوار کی ہر مقدار میں عشر ضروری ہے اس کے برخلاف حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ زمینی پیداوار کی انہی چیزوں میں عشر ضروری ہے جس میں ایک سال تک بغیر کسی تکلف اور دوا کے باقی رہنے کی صلاحیت ہو جیسے گیہوں، چاول، جو، کھجور وغیرہ۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ جو اس بات کے قائل ہیں کہ زمینی ہر پیداوار سے عشر نکالنا ضروری ہے خواہ اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ خواہ اس کی سیرابی جاری پانی جیسے نہر اور چشمہ کے پانی سے کی گئی ہو یا آسمانی بارش سے اس کی سینچائی کی گئی ہو البتہ لکڑی، نرکل اور گھاس کا استثناء ان کے یہاں ضرور ہے کہ ان چیزوں میں عشر نہیں ہے اسی طرح وہ چیزیں جو زمین کے میٹر پر یا اس کے گوشوں میں غیر ارادی طور پر پیدا ہو جاتی ہیں ان میں بھی عشر نہیں ہے۔

نرکل یا بانس میں عشر کا حکم:

لیکن اگر کسی شخص نے اپنی پوری زمین میں نرکل یا بانس لگا دیا ہو یا اس میں درخت لگا دیئے ہوں یا جانوروں کے چرنے کے لئے گھاس بو دیا ہو اور باضابطہ پانی سے اس کی سینچائی بھی کرتا ہو اور لوگوں کو اس میں کسی طرح کے تصرف کی اجازت بھی نہ دیتا ہو تب ایسی صورت میں ان چیزوں سے عشر نکالنا ضروری ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی ہوگی کہ ماضی کے ابواب کی طرح زمینی پیداوار میں عشر کے وجوب کے لئے حولان حول کی شرط نہیں ہے لہذا جب بھی عشری چیزوں کی پیداوار مکمل ہو جائے گی عشر کا نکالنا ضروری ہوگا۔

حضرات صاحبین کے نزدیک وجوب عشر کی شرط:

حضرات صاحبینؒ جو زمینی پیداوار کے لئے ثمرہ باقیہ کی شرط لگاتے ہیں ان حضرات کے نزدیک اس کا نصاب پانچ وسق ہے اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے، اس لحاظ سے پانچ وسق تین سو صاع ہوئے، لہٰذا اگر پیداوار کی مقدار پانچ وسق یعنی تین سو صاع سے کم ہے تو اس کا عشر نکالنا ضروری نہیں ہے۔

چونکہ حضرات صاحبین کے نزدیک ثمرہ باقیہ کی شرط ہے اس لئے زمین سے پیدا ہونے والی وہ چیزیں جو بلا تکلف سال بھر تک باقی نہیں رہ سکتیں جیسے سبزی پھل وغیرہ ان چیزوں میں حضرات صاحبین کے نزدیک عشر نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرات صاحبینؒ کا اختلاف دو جگہوں پر ہے (۱) شرط نصاب، (۲) ثمرہ باقیہ۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے یہاں زمینی پیداوار میں نہ نصاب کی شرط ہے اور نہ اس کے ثمرہ باقیہ ہونے کی اور حضرات صاحبین کے نزدیک نصاب کی بھی شرط ہے اور ثمرہ باقیہ کی بھی۔

لیکن نفس مسئلہ میں حضرات فقہاء نے حضرت امام صاحبؒ کے ہی قول کو راجح قرار دیا ہے امام نسفی اور صدر الشریعہ نے امام صاحب کے ہی قول کو قابل اعتماد بتایا ہے، جن کھیتوں یا باغات کی سینچائی ڈول کے ذریعہ یعنی خود کنویں سے ڈول کے ذریعہ پانی نکال کر کی گئی ہو یا کسی جانور کو کنویں سے پانی نکالنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو جیسے رہٹ وغیرہ تو ایسی زمینوں اور باغات کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہے، اسی طرح اگر پانی خرید کر سینچائی کی گئی ہو تو اس میں بھی نصف عشر ہے اور اگر ماء جاری اور اپنی مشقت خواہ ڈول کے ذریعہ ہو یا جانور کے ذریعہ دونوں سینچائی میں شریک ہوں تب اعتبار غالب کا ہوگا اور اگر دونوں برابر ہوں تو نصف عشر واجب ہوگا لیکن اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو اوپر گذر چکا ہے یعنی حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک بہرصورت پیداوار سے نصف عشر دینا ہوگا اور حضرات صاحبینؒ کے نزدیک نصف عشر بھی اسی وقت واجب ہوگا جب بقدر نصاب یعنی پانچ وسق ہو اور پیداوار ثمرہ باقیہ کے قبیل سے ہو۔

چونکہ حضرات صاحبین کے نزدیک نصاب کی شرط ہے اس لئے وہ چیزیں جو قابل وسق نہیں ہیں جیسے زعفران اور روئی ان میں عشر واجب ہے بشرطیکہ ان چیزوں کی قیمت پانچ وسق کی قیمت کے برابر ہو یعنی جو چیزیں وسق کے تحت آتی ہیں مثلاً غلہ وغیرہ ان کی کم سے کم مقدار جو پانچ وسق کے برابر ہو اور اس کی قیمت جو بنتی ہو اس کے برابر زعفران یا روئی ہو اس کا عشر دینا ہوگا یہ رائے حضرت امام ابو یوسفؒ کی ہے۔

لیکن حضرت امام محمدؒ کی رائے اس مسئلہ میں حضرت امام ابو یوسفؒ سے قدرے مختلف ہے ان کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کی چیزوں کا پیمانہ وہ ہونا چاہئے جو ان جیسی چیزوں میں سب سے اونچی کوالٹی کی چیزوں کا پیمانہ ہوتا ہے، لہذا روئی اور زعفران کی تقدیر وسق کے بجائے بوجھ اور من سے کی جائے لہذا روئی جب کسی کے پاس پانچ بوجھ ہو اور ایک بوجھ تین سو من کا ہوتا ہے اسی طرح پانچ بوجھ کی مقدار پندرہ سو من ہوگئی تو اگر کسی کے پاس پندرہ سو من روئی ہو تب عشر واجب ہوگا اور زعفران کی تقدیر من سے کی جائے لہذا اگر کسی کے پاس پانچ من زعفران ہو تب عشر دینا ہوگا۔

شہد میں عشر کا حکم:

عشری زمین سے اگر شہد حاصل کیا گیا ہو اس میں عشر تو بالاتفاق ہے لیکن مقدار واجب میں اختلاف ہے۔

۱- حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ شہد کی مقدار خواہ کم ہو یا زیادہ جب

وہ عشری زمین کی پیداوار ہے تو اس سے بہر حال عشر دینا ہوگا۔

۲-حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ شہد کا بھی نصاب ہے اور وہ دس زق ہے اور ایک زق پچاس من کا ہوتا ہے جس کا حاصل یہ نکلا کہ جب تک شہد کی مقدار پانچ سو من نہ ہو اس میں عشر واجب نہیں ہوگا۔

۳-حضرت امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ شہد میں بھی نصاب ہے اور وہ نصاب پانچ فرق ہے اور ایک فرق عراقی چھتیس رطل کا ہوتا ہے لہذا جب تک کسی کے پاس ایک سو اسی رطل شہد نہ ہو اس وقت تک عشر واجب نہیں ہوگا اس مسئلہ میں حضرات فقہاء نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کو راجح و قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

خراجی زمین کی پیداوار خواہ وہ کسی قبیل سے ہو اس پر عشر واجب نہیں ہے اور اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے چونکہ عشر اور خراج کے اجتماع کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

☆☆☆

باب من يجوز دفع الصدقة إليه ومن لا يجوز

قال الله تعالى: إنما الصدقات للفقراء والمساكين الآية، فهذه ثمانية أصناف فقد سقط هنا المولفة قلوبهم لأن الله تعالى أعز الإسلام واغتنى عنهم، والفقير من له أدنى شيئ والمسكين من لا شيئ له والعامل يدفع إليه الإمام بقدر عمله إن عمل وفى الرقاب أن يعان المكاتبون فى فك رقابهم والغارم من لزمه دين وفى سبيل الله منقطع الغزاة وابن السبيل من كان له مال فى وطنه وهو فى مكان آخر لا شيئ له فيه فهذه جهات الزكوة.

وجوب زکوۃ کی بحث گذر چکی ہے کہ کن کن اموال میں کب کب اور کتنی مقدار میں زکوۃ واجب ہے اب اس کے بعد یہ بتلایا جارہا ہے کہ زکوۃ کن کو دے سکتے ہیں اور کن کو نہیں، اس لئے کہ جس طرح ہر مسلمان کے لئے یہ چیز قابل جواب دہ ہے کہ اس نے کن ذرائع سے کب اور کیسے کمایا وہیں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اپنی گاڑھی کمائی کو کہاں وہ خرچ کرسکتا ہے اور کہاں نہیں، اس لئے کہ یہ دو چیزیں قابل مسئولیت

ہیں، ”من أین اکتسبه وفیما أنفق“۔

مستحقین زکوۃ کی تفصیلات:

اللہ پاک نے مستحقین زکوۃ کی تفصیل اس آیت کریمہ میں بیان کی ہے جس کی ابتداء ”إنما الصدقات للفقراء والمساکین“ سے ہوتی ہے، اس آیت کریمہ میں آٹھ قسمیں بیان کی گئی ہیں جن کو زکوۃ دی جاسکتی ہے لیکن ان میں سے ایک قسم خارج ہوچکی ہے جن کو ”موالفۃ القلوب“ کہا جاتا تھا جن کی تین قسمیں تھیں ایک قسم وہ تھی جن کی تالیف قلب حضور پاک ﷺ اس لئے فرماتے تھے تاکہ وہ اسلام قبول کرلیں اور ان کا اسلام ان کی قوم کے بہت سارے افراد کی قبولیت اسلام کا ذریعہ بن جائے دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اسلام تو قبول کرچکے تھے لیکن ان کا ایمان کمزور تھا، حضور پاک ﷺ ان کی تالیف فرماتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ ان کے اسلام میں پختگی پیدا ہوجائے۔ تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جن کے شر سے بچنے کے لئے اور اسلام کو بچانے کے لئے آقا ﷺ تالیف قلب فرماتے تھے لیکن جب اللہ تعالی نے اسلام کو عزت ورفعت سے سرفراز فرمایا تو اب ایسے کمزور ایمان والوں کی اسلام کو ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ میں اس کا اعلان فرمادیا اور اس پر تمام صحابہ کا اجماع منعقد ہوگیا۔ لہذا موالفۃ القلوب کا اصناف ثمانیہ سے نکلنا مجمع علیہ ہوگیا اور جو افراد باقی رہ گئے ان کی تعداد سات ہے۔

۱-فقیر: فقیر اس شخص کو کہتے ہیں جو بالکل تنگ دست نہ ہو لیکن تنگ حال ہو اس کے پاس تھوڑا بہت ضرور کچھ ہو لیکن وہ نصاب سے کم ہو جس سے اس کی ضروریات کی تکمیل کی تلافی ممکن نہ ہو۔

۲-مسکین: مسکین اس شخص کو کہتے ہیں جس کا حال فقیر سے بھی ابتر ہو اور اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایسا ہی مروی ہے۔

۳-عامل: عامل اس شخص کو کہتے ہیں جس کو امیر المومنین یا امام وقت نے زکوۃ کا مال وصول کرنے پر مقرر کیا ہو، اگر ایسے شخص نے کام کیا اور مال زکوۃ اس کے پاس موجود ہے تو امام اس کے عمل کے بقدر اسی مال زکوۃ سے اس کو اتنی مقدار دے سکتا ہے جو اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لئے متوسط درجہ کی کفالت کرے۔ عامل اگر غنی ہو تو بھی امام اس کو مال زکوۃ دے سکتا ہے، لیکن اگر عامل کا وصول کیا ہوا مال ہلاک ہو جائے تب ایسی صورت میں وہ کسی بھی چیز کا مستحق نہیں ہوگا۔ البتہ ارباب اموال کی زکوۃ ساقط ہو جائے گی۔

۴-رقاب: رقاب کا مطلب یہ ہے کہ پھنسی ہوئی گردنوں کو آزاد کرانے کے لئے قیدیوں کو قید سے رہا کرانے کے لئے اگر رقم کا مطالبہ ہو تو مال زکوۃ سے اس کی ادائیگی کی جا سکتی ہے چاہے وہ غنی ہی کیوں نہ ہو۔ لہذا آج پوری دنیا میں جہاں کہیں مسلمان ظالموں کے پنجوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ان مظلوم و بے قصور مسلمانوں کی رہائی کا انتظام ملت اسلامیہ کے فرائض

میں سے ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لئے اگر زکوۃ کی رقم استعمال کرنے کی ضرورت پڑے تو استعمال کی جا سکتی ہے۔

۵-غارم: غارم اس شخص کو کہتے ہیں جس کا دین نے احاطہ کرلیا ہو اور دین وقرض سے اس کا نصاب بھی نہ بچا ہو ایسے شخص کو بھی زکوۃ کی رقم دی جا سکتی ہے۔

۶-فی سبیل اللہ: فی سبیل اللہ کا مصداق وہ حضرات ہیں جو اسباب کی کمی کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہ کر سکے ہوں یا جنگ سے واپس آنا پڑا ہو۔

علامہ اسبیجابی نے حضرت امام ابو یوسفؒ کا یہ قول قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ اسی کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

لیکن حضرت امام محمدؒ کے نزدیک فی سبیل اللہ کے مصداق منقطع الحج ہیں۔ یعنی وہ افراد جو حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہوں اور دوران سفر ان کا توشہ ختم ہو گیا ہو یا ضائع ہو گیا ہو ایسے شخص کو بھی زکوۃ کی رقم دی جا سکتی ہے اور بعض حضرات کے قول کے مطابق طلبہ علوم دینیہ بھی اس کے مصداق ہیں۔

علامہ علاء الدین کاسانی صاحب بدائع نے تمام قربات کو فی سبیل اللہ کا مصداق قرار دیا ہے، بعض علماء عصر نے ملی اور سماجی، فلاحی تنظیموں کو بھی اس دائرہ میں داخل کیا ہے، تفصیل کے لئے فقہ کی بڑی کتابوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

۷-ابن السبیل: ابن السبیل اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس وطن میں مال ہو اور وطن کے اعتبار سے وہ غنی ہو لیکن سفر کی وجہ سے ایسی جگہ میں آ پھنسا ہو کہ

وہاں پر اس کے پاس کچھ نہ ہو ایسا شخص بھی زکوۃ کی اتنی مقدار لے سکتا ہے جس سے وہ بسہولت اپنے وطن پہنچ سکے لیکن ایسے شخص کو اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو بلا معاوضہ ذاتی خرچہ پر اس کو اس کے وطن پہنچا دے تب ایسی صورت میں اس کے لئے زکوۃ کی رقم لینا جائز نہیں ہے۔

عصر حاضر میں بہت سے حضرات ان طلبہ کو بھی اس زمرے میں داخل کرتے ہیں جو اپنے گھر کے غنی ہیں لیکن گھر سے ہزار دو ہزار کیلو میٹر کے فاصلے پر وہ کسی ادارہ میں زیر تعلیم ہیں لیکن شاید وہ حضرات عصر حاضر کی سائنسی ایجادات کو بھول جاتے ہیں کہ آج کے دور میں چند منٹوں میں کہیں سے کہیں رقم بھیجی اور پہنچائی جا سکتی ہے لہذا آج کے زمانہ کو سو دو سو سال پہلے کے زمانہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ بہر حال زکوۃ کے یہ سات مصارف ہیں جس کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہے جس کی تفصیل ابھی بیان کی گئی۔

وللمالک أن یدفع إلی کل واحد منهم وله أن یقتصر علی صنف واحد ولا یجوز أن یدفع الزکوة إلی ذمی ولایبنی بها مسجد ولا یکفن بها میت ولا یشتری بها رقبة یعتق ولا تدفع إلی غنی ولا یدفع المزکی زکوته إلی أبیه وجده وإن علی ولا إلی ولده وولد ولده وإن سفل، ولا إلی أمه وجداته وإن علت ولا إلی امرأته ولا تدفع المرأة إلی زوجها عند أبی حنیفة ؒ وقال أبویوسف ؒ ومحمد ؒ تدفع إلیه ولا یدفع إلی مکاتبه ولا مملوکه ولا مملوک غنی ولا ولد غنی إذا

كان صغيراً، ولا يدفع إلى بني هاشم وهم آل علي وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل حارث بن عبد المطلب ومواليهم.

مستحقین میں سے کسی ایک کو بھی زکوۃ دی جاسکتی ہے:

زکوۃ کے مصارف جو اوپر بیان کئے گئے ہیں زکوۃ دینے والے کو اختیار ہے کہ اپنی زکوۃ ان میں سے ہر ایک کو دے یا ان میں سے صرف کسی ایک کو دینے پر اکتفا کرے اس لئے کہ جنسیت جمعیت کو باطل کر دیتی ہے لہذا سب کو دینا ضروری نہیں ہے۔

ذمی یا کافر کو زکوۃ دینے کا حکم:

کسی ذمی یا کافر کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ شریعت نے فقراء مسلمین کی قید لگائی ہے اور "**تؤخذ من أغنيائهم وترد على فقرائهم**" کا مستفاد یہی ہے اسی طرح مسجد کی تعمیر اور کفن میت میں بھی زکوۃ کی رقم نہیں لگائی جاسکتی، اس لئے کہ زکوۃ کی ادائیگی کی صحت کے لئے ایک شرط تملیک بھی ہے اور یہاں پر تملیک کا فقدان ہے۔ اسی طرح زکوۃ کی رقم سے کسی غلام کو خرید کر آزاد نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ اس صورت میں اسقاط ہے تملیک نہیں۔

اور زکوۃ کی ادائیگی کی صحت کے لئے تملیک ضروری ہے۔

زکوۃ کی رقم جن کو دینا ممنوع ہے:

اسی طرح زکوۃ کی رقم کسی غنی یعنی ایسے شخص کو جو مقدار نصاب کا مالک ہو خواہ وہ مال کسی بھی قسم کا ہو نہیں دی جا سکتی، اسی طرح زکوۃ کی رقم اپنے والد یا دادا یا پردادا اور اوپر تک اسی طرح اپنے لڑکے یا لڑکے کے لڑکے یا لڑکے کے لڑکے کے لڑکے، اسی طرح نیچے تک کو دینا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ان سب کی ملکیتوں کی منفعتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں لہذا تملیک کا تحقق علی وجہ الاتم اس صورت میں ممکن نہیں ہے، اس کے علاوہ یہ وہ قریبی قرابتیں ہیں جو حلال کمائی کے صرفہ کی متقاضی ہیں اور صلہ رحمی کے اولین مستحقین میں سے ہیں جس کا حکم دیا گیا ہے، لہذا ان پر اپنی اولاد کو حلال وطیب کمائی خرچ کرنی چاہیئے، بیوی اپنی زکوۃ شوہر کو دے سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ نہیں دے سکتی، اس لئے کہ عادۃً میاں بیوی کے منافع مشترک ہوتے ہیں، لیکن حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ دے سکتی ہے، چونکہ آقا ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیوی کو یہ فرماتے ہوئے اجازت دی تھی، "لک أجران أجر الصدقة وأجر الصلة" لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ اس کو صدقہ نافلہ پر محمول کرتے ہیں۔

صاحب ہدایہ اور دوسرے فقہاء نے حضرت امام صاحب کے قول کو اس مسئلہ میں راجح قرار دیا ہے، لیکن یہ دونوں حضرات متفقہ طور پر اس کے قائل ہیں کہ

شوہر اپنی بیوی کو زکوۃ نہیں دے سکتا ہے اس لئے کہ اس کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور جن کا نفقہ جس شخص کے ذمہ واجب ہو اس وجوب کی ادائیگی کے لئے وہ زکوۃ کی رقم استعمال نہیں کر سکتا ہے۔

اسی طرح زکوۃ کی رقم اپنے مکاتب یا غلام کو دینا جائز نہیں ہے چونکہ غلام کی کمائی آقا کے حق میں جاتی ہے اور مکاتب کی کمائی میں آقا کا حق ہوتا ہے لہذا یہاں تملیک کا تحقق ممکن نہیں ہے۔

اسی طرح کسی مالدار کے غلام کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اس لئے اس کو دینا گویا کہ آقا کو دینا ہے۔

اسی طرح کسی مالدار کے نابالغ بچے کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا نفقہ باپ کے ذمہ ہے اور باپ غنی ہے لہذا بچہ بھی غنی شمار ہوگا بخلاف بالغ کے کہ وہ اگر فقیر ہو تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے اگر چہ اس کا باپ غنی ہو اس لئے کہ بالغ کے حق میں باپ کا غناء سودمند نہیں ہے چونکہ باپ کی وجہ سے وہ غنی شمار نہیں ہوگا۔

اسی طرح بنی ہاشم کو زکوۃ دینا درست نہیں ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے بنی ہاشم کی کرامت کی وجہ سے لوگوں کے میل کچیل لینے کو حرام قرار دیا ہے۔

اور بنی ہاشم سے مراد حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ اور حارث بن عبد المطلبؓ کی اولا دو خاندان ہیں۔

اسی طرح بنو ہاشم کے غلام اور آزاد کردہ غلام کو بھی زکوۃ دینا درست نہیں اس

لئے کہ قوم کے موالی کا شمار بھی قوم میں ہی ہوتا ہے۔

وقال أبوحنيفةؒ ومحمدؒ إذا دفع الزكوة إلى رجل يظنه فقيراً ثم بان أنه غني أو هاشمي أو كافر أو دفع في ظلمة إلى فقير ثم بان أنه أبوه أو ابنه فلا إعادة عليه.

وقال أبويوسفؒ عليه الإعادة، ولو دفع إلى شخص ثم علم أنه عبده أو مكاتبه لم يجز في قولهم جميعاً ولا يجوز دفع الزكوة إلى من يملك نصاباً من أي مال كان ويجوز دفعها إلى من يملك أقل من ذلك وإن كان صحيحاً مكتسباً، ويكره نقل الزكوة من بلد إلى بلد آخر، وإنما تفرق صدقة كل قوم فيهم إلا أن يحتاج أن ينقلها الإنسان إلى قرابته أو إلى قوم هم أحوج إليه من أهل بلده.

مستحق سمجھ کر زکوۃ دی بعد میں وہ غیر مستحق نکلا تو کیا حکم ہے؟

اگر کسی شخص نے زکوۃ کی رقم کسی کو فقیر سمجھ کر دیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ غنی تھا یا ہاشمی تھا یا کافر تھا یا تاریکی میں کسی فقیر کو دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کے والد تھے یا اس کا لڑکا تھا تو اس صورت میں زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں حضرات ائمہ کی دو آراء ہیں:

۱- زکوۃ ادا ہوگئی دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ ان جیسی

چیزوں کی واقفیت کہ کون فقیر ہے کون نہیں آدمی غور وفکر ہی کے ذریعہ کرسکتا ہے قطعیت کے ساتھ کرنا ممکن نہیں ہے لہذا جب دینے والے کے خیال میں وہ مستحق زکوۃ تھا تو اس کا دینا درست ہے اور اس کو دوبارہ زکوۃ نکالنے کی ضرورت نہیں ہے اس کے قائل حضرت امام ابوحنیفہؒ ومحمدؒ ہیں۔

۲-لیکن دوسری رائے یہ ہے کہ زکوۃ ادا نہیں ہوئی لہذا دوبارہ دینی ہوگی اس لئے کہ بعد میں ہی سہی لیکن یقین کے ساتھ غلطی معلوم ہوگئی لہذا دوبارہ زکوۃ دے اس کے قائل حضرت امام ابو یوسفؒ ہیں لیکن اس مسئلہ میں صاحب تحفہ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ ومحمدؒ کے قول کو ظاہر الروایہ قرار دیا ہے، اور امام نسفی اور علامہ محبوبی بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور اگر کسی شخص نے کسی کو زکوۃ کی رقم مصرف زکوۃ سمجھ کر دیا پھر بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دینے والے کا غلام یا مکاتب تھا تو اس صورت میں متفقہ طور پر تینوں حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اس کی زکوۃ نہیں ادا ہوگی اس لئے کہ تملیک نہیں پائی گئی۔

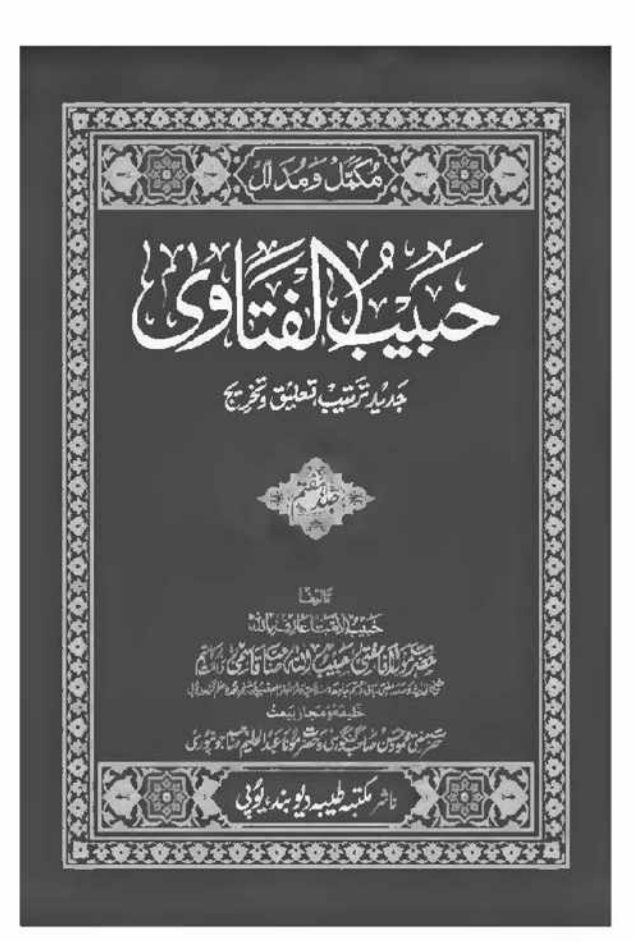
ایسے شخص کو زکوۃ دینا جو مالک نصاب ہو خواہ وہ کسی مال سے ہو درست نہیں ہے اس لئے کہ صاحب نصاب شخص غنی کہلاتا ہے فقیر نہیں۔

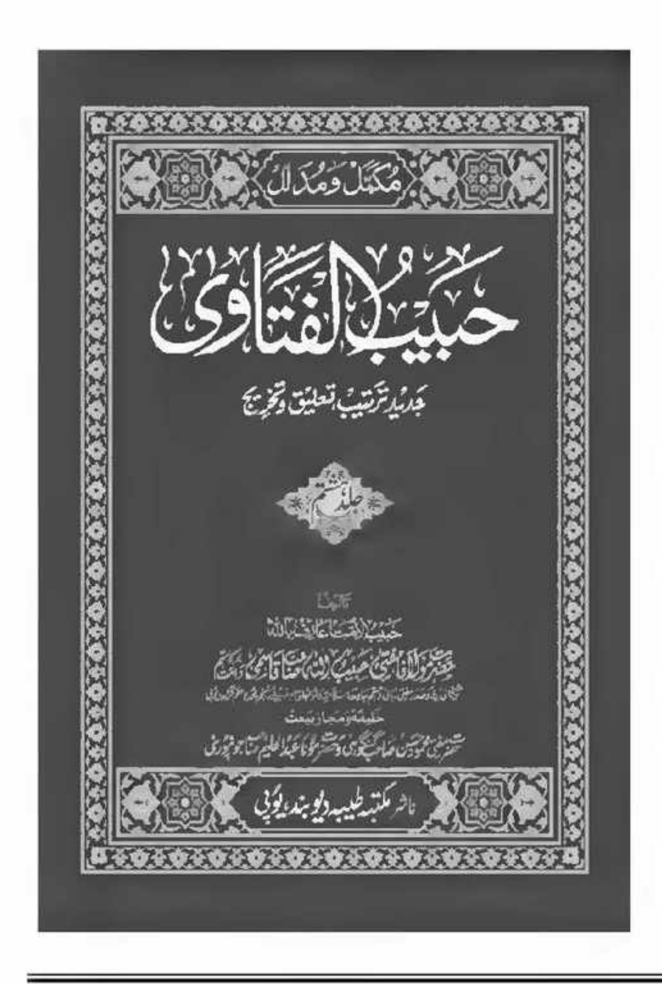
البتہ جو شخص نصاب سے کم مال کا مالک ہو اس کو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے اگرچہ وہ توانا وتندرست کمانے کے لائق ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ ایسا شخص فقیر ہے اور فقیر مصرف زکوۃ ہے۔

ایک شہر سے دوسرے شہر میں زکوۃ کی منتقلی کا حکم:

ایک شہر سے دوسرے شہر بلا ضرورت زکوۃ کی منتقلی مکروہ ہے بلکہ جس قوم کی زکوۃ ہو اسی قوم کے مستحقین میں وہ رقم تقسیم کر دی جائے الا یہ کہ اپنے اعزہ واقارب جو مستحق ہیں ان کے پاس بھیج دی جائے جو کہ دوسرے شہروں میں ہیں یا ایسے لوگوں کے پاس بھیج دی جائے جو وہاں کے موجود شہری سے زیادہ ضرورت مند ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

☆☆☆





باب صدقة الفطر

صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم إذا كان مالكاً لمقدار النصاب فاضلاً عن مسكنه وثيابه وأثاثه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة يخرج ذلک عن نفسه وعن أولاده الصغار وعبيده للخدمة ولا يؤدى عن زوجته ولا عن أولاده الكبار وإن كانوا فى عياله ولا يخرج عن مكاتبه ولا عن مماليكه للتجارة والعبد بين الشريكين لا فطرة على واحد منهما ويؤدى المولى المسلم الفطرة عن عبده الكافر.

صدقۃ الفطر کی حکمت:

صدقۃ الفطر ایک طرح سے کفارہ ہے روزہ کا روزہ میں جو کمی کوتاہی ہو جاتی ہے، یہ صدقہ اس کی تلافی کرتا ہے اس کے ساتھ یہ صدقہ غریبوں کو عید کی خوشیاں دلاتا ہے اس طرح غرباء کے بچے بھی اچھے کپڑے پہن کر عید کی خوشی میں سب کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں اس لئے فطرہ اتنا پہلے نکالنا چاہئے کہ غرباء اپنا انتظام کرسکیں کپڑا وغیرہ بنوانے میں ان کو آسانی ہو۔

صدقۃ الفطر کے وجوب کے اسباب:

صدقہ فطر اس شخص پر واجب ہے جو آزاد ہو مسلمان ہو خواہ بچہ یا مجنون ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ وہ مقدار نصاب کا مالک ہو خواہ وہ نامی ہو یا نہ ہو اس پر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو خواہ وہ نصاب کسی بھی مال سے ہو، البتہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو، مکان، کپڑے، گھریلو ساز وسامان، گھوڑا، ہتھیار، خدمت کا غلام یہ سب حاجت اصلیہ میں داخل ہیں اس سے ہٹ کر وہ مقدار نصاب کا مالک ہو تب اس پر فطرہ واجب ہوگا۔

فطرہ اپنی طرف سے نکالے، اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے نکالے، خدمت گار غلاموں کی طرف سے نکالے۔

جن کا فطرہ نکالنا ضروری نہیں:

بیوی کی طرف سے بالغ بچوں کی طرف سے نکالنا ضروری نہیں ہے اگرچہ باپ کی عیالداری میں ہوں اس لئے کہ بالغ ہونے کے بعد ولایت ختم ہوجاتی ہے، اور اگر نکالا تو استحساناً ادا ہوجائے گا، اس لئے کہ عادۃً ایسی چیزوں کی اجازت ہوتی ہے لہذا اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اسی طرح اپنے مکاتب کی طرف سے فطرہ نکالنا ضروری نہیں اس لئے کہ ولایت یہاں بھی نہیں ہے اور مکاتب خود بھی اپنا فطرہ نہ نکالے فقر کی وجہ سے۔

اسی طرح وہ غلام جو تجارت کی نیت سے خریدے گئے ہیں، ان کا بھی فطرہ نہ نکالے اس لئے کہ ان میں زکوۃ واجب ہے اور زکوۃ وفطرہ ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے۔

اسی طرح وہ غلام جو دوشریکوں کے درمیان مشترک ہو اس کا بھی فطرہ آقا کے ذمہ نہیں ہے اس لئے کہ یہاں بھی ولایت اور مؤنت دونوں قاصرہ ہیں کاملہ نہیں۔

البتہ اگر مسلم آقا کے پاس کافر غلام ہو تو اس کا فطرہ نکالنا ہوگا اس لئے کہ ولایت اور مؤنت دونوں یہاں پر کاملہ ہیں اور اس کے ساتھ آقا پر فطرہ واجب ہے لہذا غلام کا بھی فطرہ دینا ہوگا۔

والفطرة نصف صاع من بر أو صاع من تمر أو زبيب أو شعير والصاع عند أبي حنيفةؒ ومحمدؒ ثمانية أرطال بالعراقي وقال أبويوسفؒ خمسة أرطال وثلث رطل.

ووجوب الفطرة يتعلق بطلوع الفجر الثاني من يوم الفطر فمن مات قبل ذلك لم تجب فطرته ومن أسلم أو ولد بعد طلوع الفجر لم تجب فطرته، والمستحب أ ن يخرج الناس الفطرة يوم الفطر قبل الخروج إلى المصلى فإن قدموها قبل يوم الفطر جاز وإن أخروها عن يوم الفطر لم تسقط وكان عليهم إخراجها.

کس چیز سے کتنا فطرہ نکالے:

گیہوں، آٹا، ستو سے اگر کوئی فطرہ نکالے نصف صاع دینا ہوگا۔

اور اگر چھوہارا، کشمش، جو سے کوئی فطرہ نکالے تو ایک صاع دینا ہوگا۔

حضرت امام ابو یوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک کشمش جو کے برابر ہے اور یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بھی ایک روایت ہے لیکن جامع صغیر میں کشمش کو گیہوں کے برابر قرار دیا ہے۔

صاع کی مقدار کا بیان:

صاع کی مقدار میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ کے نزدیک ایک صاع آٹھ رطل عراقی کا ہوتا ہے۔

اور حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک صاع، پانچ رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے۔

علامہ اسبیجابی نے حضرت امام ابوحنیفہ و محمد کے قول کو صحیح قرار دیا ہے، اور اسی کے قائل علامہ محبوبی، امام نسفی اور صدر الشریعہ بھی ہیں۔

صدقۃ الفطر کب واجب ہوتا ہے؟

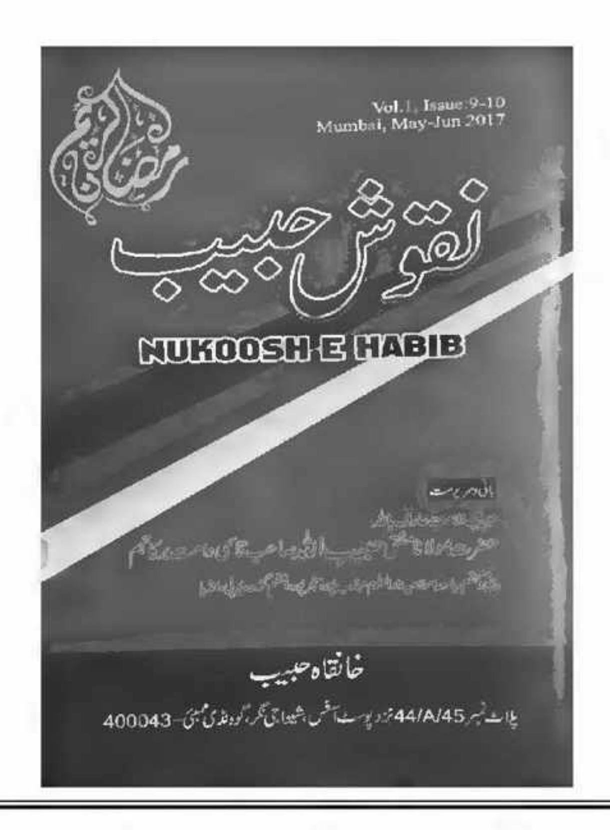
عید الفطر کے دن صبح صادق کے طلوع کے ساتھ فطرہ کا وجوب وابستہ ہے،

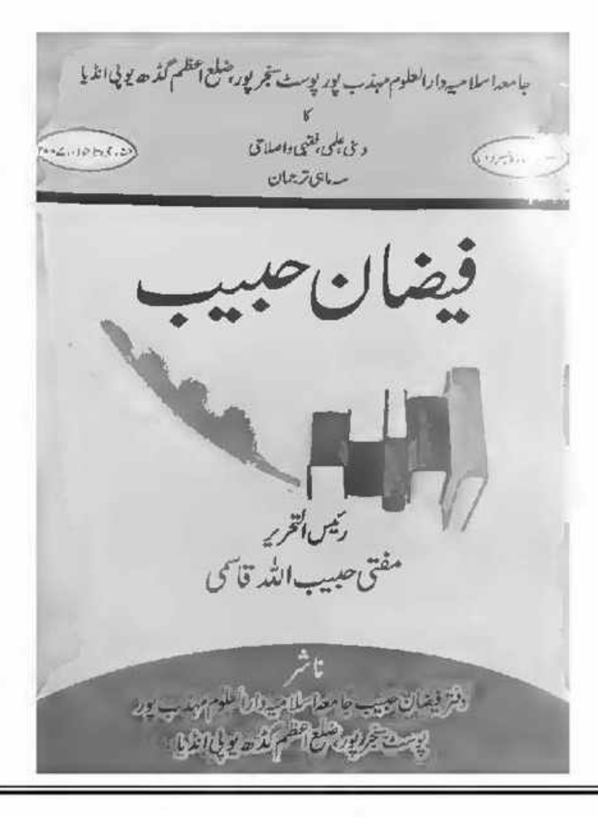
لہذا اگر کوئی شخص اس سے پہلے دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس پر فطرہ واجب نہیں ہوگا۔اسی طرح اگر کسی نے صبح صادق کے بعد اسلام قبول کیا یا صبح صادق کے بعد کوئی بچہ پیدا ہوا تو اس پر بھی فطرہ واجب نہیں ہوگا، چونکہ سبب وجوب نہیں پایا گیا۔

اور مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے قبل ہی اپنا فطرہ نکال کر مستحقین کو دیدیں اگر کسی شخص نے عید الفطر کے دن سے پہلے بلکہ رمضان سے پہلے فطرہ نکال دیا تو بھی ادا ہو جائے گا، کوئی حرج نہیں۔

اور اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اپنا فطرہ نماز سے پہلے نہیں نکال سکا تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس کا نکالنا ضروری ہوگا وجوب کے بعد ادائیگی ضروری ہے زکوۃ کی طرح جب تک ادا نہیں کرے گا ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔

☆☆☆





کتاب الصوم

الصوم ضربان واجب ونفل فالواجب ضربان منه ما يتعلق بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين فيجوز صومه بنية من الليل فإن لم ينو حتى أصبح أجزأته النية ما بينه وبين الزوال والضرب الثانی ما يثبت فی الذمة كقضاء رمضان والنذر المطلق والكفارات فلا يجوز صومه إلا بنية من الليل وكذلک صوم الظهار والنفل كله يجوز بنية قبل الزوال.

روزہ کی حکمت:

اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن روزہ بھی ہے احادیث نبویہ میں زکوۃ کے بعد روزہ کا ذکر آتا ہے روزہ کی فرضیت ۲ھ میں غزوہ بدر سے پہلے ہوئی اگر چہ حضرات صحابہ اور خود آقا علیہ السلام اس کی فرضیت سے قبل ہر ماہ میں ایام بیض اور عاشورہ کے روزہ کا اہتمام کرتے تھے اس میں شک نہیں کہ روحانی اعمال میں نماز کے بعد روزہ سب سے اہم ہے تہذیب اخلاق اور اصلاح نفس میں روزہ کا اہم کردار اور رول ہے اسی وجہ سے حضرات صوفیاء تزکیہ نفس کے لئے روزہ کی تلقین کرتے ہیں اور اس کا

اہتمام کرتے ہیں۔یوں تو روزہ ہر شریعت میں مشروع رہا ہے لیکن جس انداز کا اہتمام امت محمدیہ میں پایا جاتا ہے وہ اپنی جگہ پر اپنی مثال آپ ہے، اور اس میں شک نہیں کہ پورے دن نفس کے تقاضوں کو روکے رکھنا وہ بھی ایک دو دن نہیں بلکہ ایک ماہ تک یہ وہ عمل ہے جو اخلاص کامل اور تقوی و خشیت کے بغیر ممکن نہیں اسی وجہ سے بعض اسلاف نے لکھا ہے کہ روزہ عبادات میں بے نظیر عمل ہے اور خداوند قدوس کے حصول تقرب کا سب سے اعلی ذریعہ ہے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اس عمل کا بدلہ میں خود دیتا ہوں یا یہ کہ اس کا بدلہ میں خود ہی ہوں اور جس کا خدا ہو گیا اس کو پھر کس چیز کی کمی ہے، اللہ پاک پوری امت کے ساتھ راقم السطور کو بھی اس زمرہ میں شامل فرمائے۔آمین۔

روزہ کے لغوی واصطلاحی معنیٰ:

روزہ کے لغوی معنی رکنے کے ہیں۔اصطلاح شریعت میں روزہ کہتے ہیں مسلمان کا ایسی چیزوں سے رروزہ کی نیت سے صبح سے شام تک رکنا جو روزہ توڑنے والی ہیں خواہ حقیقتاً یا حکماً۔

روزہ کے اقسام:

روزہ کی دو قسمیں ہیں: واجب اور غیر واجب، پھر واجب کی دو قسمیں ہیں: فرض جیسے رمضان کا روزہ، واجب جیسے نذر کا روزہ۔جس کا تعلق متعین زمانہ سے ہو جیسے رمضان اور نذر معین کا روزہ۔اس کے لئے افضل یہ ہے کہ رات ہی میں روزہ کی نیت

کر لے خواہ مقیم ہو یا مسافر لیکن اگر رات میں نیت نہیں کر سکا تو صبح صادق سے زوال کے درمیان ضرور نیت کر لے، تب بھی نیت معتبر ہو جائے گی اس کے بعد نیت کرے گا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا لہذا اگر کوئی شخص غروب کے وقت یا اس سے پہلے روزہ کی نیت کرے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ بعض فقہاء تو نصف یوم سے پہلے ضحوۃ کبری تک ہی نیت کا اعتبار کرتے ہیں جیسا کہ جامع صغیر میں ہے، اس لئے کہ دن کے اکثر حصہ میں با نیت ہونا ضروری ہے، لہذا ایسے وقت تک نیت کرنے کی گنجائش ہے جس میں اکثر حصہ آ جائے۔

واجب کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا تعلق متعین زمانہ سے نہ ہو بلکہ صرف ذمہ میں ہو جیسے رمضان کے روزہ کی قضاء، نذر مطلق، کفارہ کا روزہ، لہذا ان روزوں میں رات ہی میں نیت کرنا ضروری ہے، دن میں نیت کا اعتبار نہیں۔

بخلاف نفلی روزوں کے اور ظہار کے روزوں کے اس میں رات ہی میں نیت ضروری نہیں دن میں بھی نیت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ قبل الزوال ہو۔

نیت ارادۂ قلبی کا نام ہے:

نیت ارادہ قلبی کا نام ہے لہذا یہ کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں اگر کہہ لیا تو کوئی حرج نہیں رمضان کے روزہ میں یہ چھوٹ ضرور ہے کہ خواہ رمضان کی نیت کرے یا نفل کی نیت کر لے یا کسی واجب کی نیت کرے یا صرف روزہ کی نیت کرے بہر صورت رمضان ہی کا روزہ ہوگا دوسرا نہیں اس لئے کہ رمضان کا مہینہ مخصوص ہے

صرف رمضان کے روزہ کے لئے دوسرے روزہ کی اس میں گنجائش نہیں۔

وينبغي للناس أن يلتمسوا الهلال في اليوم التاسع والعشرين من شعبان فإن رأوه صاموا وإن غم عليهم أكملوا عدة شعبان ثلاثين يوماً ثم صاموا، ومن رأى هلال رمضان وحده صام وإن لم يقبل الإمام شهادته، وإذا كان بالسماء علة قبل الإمام شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال رجلاً كان أو امرأة حراً كان أو عبداً فإن لم يكن بالسماء علة لم تقبل شهادته حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبرهم.

رویت ہلال کے احکام:

۲۹ رشعبان کو لوگوں کے لئے چاند دیکھنے کا اہتمام واجب ہے بلکہ اس کا اہتمام رجب ہی سے ضروری ہے، تاکہ ۲۹ رشعبان کی تعیین بلاتردد ہو سکے۔ اگر چاند نظر آجائے تو رمضان شروع ہوگیا لوگ روزہ رکھنا شروع کردیں اور اگر چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کریں اور اس کے بعد روزہ رکھنا شروع کردیں اس لئے کہ مہینہ نہ ۲۸ دن کا ہوتا ہے نہ ۳۱ دن کا، بلکہ ۲۹ یا ۳۰ کا ہوتا ہے۔ تیس دن پورا کرنے کے بعد چاند تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر رمضان کا چاند کسی شخص نے تنہا دیکھا اور امام نے اس کی شہادت قبول نہیں کی تو اس صورت میں عام لوگوں کے لئے تو روزہ نہیں ہے لیکن جس نے چاند دیکھا ہے اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے لہذا اگر روزہ نہیں رکھا تو قضا لازم ہوگی

البتہ کفارہ نہیں دینا ہوگا۔

اور اگر آسمان صاف نہ ہو غبار یا بادل ہو جس کی وجہ سے چاند دیکھنا ممکن نہ ہو تو امام ایک آدمی کی شہادت بھی قبول کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ عادل ہو، یعنی اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب ہوں، اگر ایسا نہیں تو وہ عادل نہیں کہلائے گا اور بعض فقہاء کے نزدیک مستور الحال شخص کی شہادت بھی قابل قبول ہے۔ چاند دیکھنے والا خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام اس لئے کہ یہ دینی معاملہ ہے لہذا یہ خبر کے مشابہ ہے اور جس طرح ان کی خبر معتبر ہے اسی طرح چاند کی خبر بھی معتبر ہوگی۔

اسی لئے یہاں شہادت کی شرط نہیں البتہ عدالت کی شرط ہے، اس لئے کہ فاسق کی بات دیانات میں معتبر نہیں ہے۔

اور اگر آسمان بالکل صاف ہو پھر ایک شخص کی خبر معتبر نہیں جب تک ایک بڑا مجمع اس کی شہادت نہ دے اتنا بڑا مجمع کہ امام کو ان کی خبر پر یقین ہو جائے کہ اتنے لوگ جھوٹ نہیں بول سکتے اس مسئلہ میں غلبہ ظن بھی یقین کے درجہ میں ہے، اس لئے کہ مطلع ایک ہے، رکاوٹ بھی نہیں ہے، دیکھنے والی آنکھیں بھی ٹھیک ٹھاک ہیں، اور سب مل کر چاند کی جستجو میں لگے ہیں، لہذا بہت سارے لوگوں کا دیکھنا ممکن ہے اور ان کی بات قابل اعتبار ہے۔

لیکن ان کی تعداد کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ امام اور قاضی کے حوالہ ہے وہ جس کو مجمع کثیر سمجھے وہ کثیر ہے اور جس

کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے۔

اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ چاند دیکھنے والے مختلف اطراف وعلاقوں کے ہوں۔

اور حسن بن زیاد کی ایک روایت حضرت امام صاحبؒ سے یہ ہے کہ دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کی شہادت بھی اس صورت میں معتبر ہے، ابن نجیم صاحب بحر فرماتے ہیں اگر چہ اس قول کی ترجیح کسی سے منقول نہیں ہے لیکن ہمارے زمانہ میں مناسب یہی ہے کہ اسی قول پر عمل کیا جائے اس لئے کہ اب لوگوں کی چاند دیکھنے کے سلسلہ میں وہ دلچسپی نہیں رہ گئی ہے جو پہلے تھی۔

ووقت الصوم من طلوع الفجر إلى غروب الشمس.

روزہ کا وقت:

اور روزہ کا وقت صبح صادق کے بعد سے سورج ڈوبنے تک ہے اس کے بعد ساری ممنوعات مباح ہوجاتی ہیں اللہ پاک نے بھی فرمایا ہے "**وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود ......إلى أن قال...... ثم أتموا الصيام إلى الليل**"۔

والصوم هو الإمساك عن الأكل والشرب والجماع نهاراً مع النية فإن أكل الصائم أو شرب أو جامع ناسياً لم يفطر وإن نام فاحتلم أو نظر إلى امرأة فأنزل أو أدهن أو احتجم أو اكتحل أو قبل لم يفطر فإن

أنزل بقبلة أو لمس فعليه القضاء، ولا كفارة عليه ولا بأس بالقبلة إذا أمن على نفسه ويكره إن لم يأمن وإن ذرعه القيئ لم يفطر وإن استقاها عامداً ملأ فمه فعليه القضاء ومن ابتلع الحصاة أو الحديد و النواة أفطر وقضى.

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

اور شرعی روزہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے والا کھانے پینے اور جماع سے دن میں رک جائے روزہ کی نیت کے ساتھ، لہذا اگر روزہ دار نے بھول کر کھالیا یا پی لیا یا جماع کرلیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ نسیان کی وجہ سے اس کا قصد یا عمد نہیں پایا گیا لہذا روزہ باقی رہے گا۔

اور اگر سونے کی حالت میں احتلام ہوگیا یا بیوی کو دیکھنے کی وجہ سے احتلام ہوگیا یا بیوی کا خیال بہت دیر تک آیا اور احتلام ہوگیا، یا بدن یا سر میں تیل لگایا، یا پچھنا لگوایا یا سرمہ لگایا اور حلق نے اس کو محسوس کیا۔ یا بوسہ لیا لیکن انزال نہیں ہوا، تو ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ روزہ کے منافی کوئی چیز نہیں پائی گئی۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

اور اگر بوسہ لینے یا ہاتھ لگانے یا چھونے کی وجہ سے انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہوجائے گا اس کی قضاء کرنی ہوگی معنیً منافی کے پائے جانے کی وجہ سے اور وہ بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہے لیکن کفارہ نہیں دینا ہوگا اس لئے کہ جنایت کاملہ نہیں

بلکہ قاصرہ ہے اور کفارہ واجب ہوتا ہے جب جنایت کاملہ ہو۔

روزہ دار کا اگر اپنے نفس پر قابو ہو تو روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے اور اگر قابو نہ ہو بلکہ اندیشہ ہو کہ اس کے بعد بات آگے بڑھ جائے گی تب بوسہ لینا مکروہ ہے۔

اگر روزہ دار کو قئی از خود ہو جائے تو وہ منھ بھر کر ہی کیوں نہ ہو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ اور اگر جان بوجھ کر قیئ کیا اور وہ منھ بھر کر تھا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی جگہ پر اس کو روزہ کی قضاء کرنی ہوگی لیکن کفارہ نہیں دینا ہوگا۔

اور اگر قیئ منھ بھر سے کم کیا تو حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا علامہ محبوبی نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور یہی حسن بن زیاد کی عن أبی حنیفہ ایک روایت بھی ہے، اگرچہ ظاہر الروایہ میں قلیل وکثیر میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

اگر روزہ دار نے کنکری یا لوہا یا گٹھلی یا ایسی کوئی چیز نگل لیا جس کو عام طور پر لوگ کھاتے نہیں یا جس سے طبعًا نفرت ہوتی ہے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور روزہ کی قضا کرنی ہوگی البتہ کفارہ نہیں دینا ہوگا۔

ومن جامع عامداً فی أحد السبیلین أو أکل أو شرب ما یتغذی به أو یتداوی به فعلیه القضاء والکفارة مثل کفارة الظهار ومن جامع فیما دون الفرج فأنزل فعلیه القضاء ولا کفارة علیه ولیس فی إفساد

الصوم في غير رمضان كفارة ومن احتقن أو استعط أو قطر في أذنيه أو داوى جائفة أو أمة بدواء فوصل إلى جوفه أو دماغه أفطر، وإن أقطر في إحليله لم يفطر عند أبي حنيفة ومحمد وقال أبويوسف يفطر ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطر ويكره له ذلك، ويكره للمرأة أن تمضغ لصبيها الطعام إذا كان لها بد منه. ومضغ العلک لا يفطر الصائم ويكره.

مفسدات صوم کا بیان:

اگر روزہ دار نے کسی زندہ انسان کے دونوں راستوں میں سے کسی ایک راستہ میں جماع کیا تو خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو روزہ بہر حال فاسد ہو جائے گا اور قضاء و کفارہ دونوں دینا ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے جان بوجھ کر ایسی چیز کھالی جو بطور غذا کے استعمال ہوتی ہے یا بطور دوا کے بہر صورت اس کا بھی روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ ظہار کی طرح قضاء کے ساتھ کفارہ بھی دینا ہوگا، اس لئے کہ ان صورتوں میں جنایت کاملہ پائی گئی یعنی شرم گاہ اور پیٹ کی شہوت پوری کی گئی ہے اور اگر کسی نے جماع کیا لیکن شرم گاہ کے بجائے دونوں رانوں کے درمیان شہوت رانی کی یا اس کے لئے اس نے پیٹ کو استعمال کیا، یا بوسہ لیتا رہا، یا ہاتھ لگاتا رہا یا کسی مردہ سے جماع کیا یا کسی جانور سے جماع کیا اور انزال ہو گیا تو اس کا بھی روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضاء لازم ہوگی چونکہ معنیً منافی روزہ

کا تحقق ہو گیا لیکن کفارہ نہیں دینا ہوگا چونکہ صورۃً منافی صوم نہیں پایا گیا۔

لیکن اگر اسی جیسی حرکت کسی نے غیر رمضان کے روزہ میں کی تو اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا، چونکہ یہ صرف رمضان جیسے مقدس مہینہ کے احترام میں ہے۔

اگر کسی روزہ دار نے پائخانہ کے راستہ میں دوا ڈالی یا ناک میں دوا ڈالی یا کان میں تیل ڈالا یا پیٹ کے ایسے زخم میں دوا ڈالا جس کا اثر پیٹ تک ہو اسر کے ایسے زخم میں دوا ڈالا جو زخم ام الدماغ تک ہو اور وہ دواء پیٹ کے اندر یا دماغ کے اندر پہنچ گئی تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، یہ رائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ہے لیکن حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ دواء کا اس جگہ پہنچنا یقینی نہیں ہے جہاں پہنچنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی روزہ دار نے اپنے پیشاب کے سوراخ میں پانی یا دوا ڈالا تو حضرت امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں روزہ فاسد ہو جائے گا اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف پیشاب کے راستہ اور پیٹ کے درمیان منفذ یعنی راستہ کے قائل ہیں یعنی جو چیز پیشاب کے سوراخ سے اندر جائے گی وہ پیٹ میں پہنچ جائے گی اور پیٹ میں خارج سے کسی چیز کا پہنچنا خواہ کسی بھی طریقہ سے ہو مفسد صوم ہے، بخلاف حضرت امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ کے وہ منفذ یعنی راستہ کے قائل نہیں ہیں اس لئے ان کے نزدیک مفسد صوم نہیں اور اصح یہی ہے کہ دونوں کے درمیان منفذ نہیں ہے، لہذا صورت مذکورہ میں روزہ فاسد نہیں ہونا چاہئے، اسی لئے بہت سے فقہاء نے حضرت امام ابوحنیفہؒ و محمدؒ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

کسی چیز کو چکھنے کا حکم:

اگر کسی روزہ دار نے کسی چیز کو چکھا تو چکھنے کی وجہ سے اس کا روزہ فاسد تو نہیں ہوگا اس لئے کہ صرف چھکنے سے اس کا اثر پیٹ تک نہیں پہنچتا لیکن روزہ دار کے لئے ایسا کرنا مکروہ ضرور ہے اس لئے کہ اس سے روزہ فاسد ہونے کا خطرہ ہے اگر کسی وجہ سے وہ چیز پیٹ میں پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

اسی طرح روزہ دار عورت کے لئے یہ مکروہ ہے کہ کوئی چیز منہ سے چبا کر بچے کو کھلائے بشرطیکہ اس کا کوئی بدل اس کے پاس موجود ہو مثلاً کوئی حائضہ یا نفاس والی عورت ہو یا کوئی چھوٹا بچہ ہو جو چبا کر دے سکتا ہو اور اگر کوئی بدل نہ ہو اور بچہ خود سے چبانے پر قادر نہ ہو تو بچہ کی جان بچانے کے لئے مجبوری میں شریعت نے ماں کو اجازت دی ہے کہ وہ چبا کر بچہ کو کھلائے اور اس طرح اس کو اور اپنے روزہ کو محفوظ رکھے۔

مصطگی کے چبانے کا حکم:

اسی طرح مصطگی کا اس طرح چبانا کہ تھوک کے ساتھ اس کا کوئی حصہ پیٹ میں نہ پہنچے مفسد صوم نہیں ہے یعنی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اس لئے کہ پیٹ میں پہنچنا مفسد صوم ہے اور اس صورت میں صرف منہ میں ہے پیٹ میں نہیں گیا لیکن مکروہ ضرور ہے اس لئے کہ دوسرے دیکھنے والے یہ سمجھیں گے کہ یہ روزہ نہیں ہے حالانکہ یہ روزہ سے ہے اس لئے اس اتہام کی وجہ سے مکروہ ہے۔

ومن كان مريضاً في رمضان فخاف إن صام زاد مرضه أفطر وقضى وإن كان مسافراً لا يستضر بالصوم فصومه أفضل وإن أفطر وقضى جاز وإن مات المريض أو المسافر وهما على حالهما لم يلزمهما القضاء وإن صح المريض أو أقام المسافر ثم مات لزمهما القضاء بقدر الصحة والإقامة وقضاء رمضان إن شاء فرقه وإن شاء تابعه فإن أخره حتى دخل رمضان أخر صام رمضان الثاني وقضى الأول بعده ولا فدية عليه.

جن صورتوں میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے:

اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں بیمار ہوجائے اور اسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری میں اضافہ ہوجائے گا یا بیماری کے ٹھیک ہونے میں دیر لگے گی تو اس کے لئے روزہ چھوڑ دینا جائز ہے، بشرطیکہ خوف واندیشہ ایسا ہو جو شرعاً معتبر ہو اور اعتبار شرعی کے لئے غلبہ ظن، یقین یا تجربہ ضروری ہے، یا کسی ایسے ڈاکٹر یا حکیم کا بتلانا ضروری ہے جو مسلمان ہو عادل ہو ثقہ ہو۔ اگر عادل نہ ہو تو حاذق تجربہ کار ہونا بہر حال ضروری ہے۔ لیکن رمضان کے بعد اس کی قضاء ضروری ہے۔ شریعت نے اس صورت میں روزہ چھوڑنے کی اجازت اس لئے دی ہے کہ دوا معمول کے مطابق نہ کھانے کی وجہ سے کبھی مرض بڑھ جاتا ہے کبھی مرض دوسرا رخ اختیار کرلیتا ہے جو جان کے ضائع ہونے کا سبب بن جاتا ہے اور جان کا بچانا بہر حال ضروری ہے اس لئے روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں سفر شرعی کر رہا ہو اور روزہ رکھنے میں وہ دقت اور پریشانی محسوس کرتا ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے بعد میں قضاء کرے۔

لیکن اگر دقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اس لئے کہ حکم یہ ہے اُن تصوموا خیر لکم۔ عام طور پر سفر مشقت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے نفس سفر ہی کو شریعت نے عذر قرار دیا ہے، بخلاف بیماری کے نفس بیماری عذر نہیں بلکہ اس کا مفضی إلی الحرج ہونا عذر ہے۔

مرض اور سفر کی حالت میں انتقال کا حکم:

اگر مریض اور مسافر مرض اور سفر کی حالت میں دنیا کو الوداع کہہ دے تو مرض اور سفر کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء اس کے ذمہ نہیں ہوگی اس لئے کہ قضاء کے لئے قضاء کے ایام میں موجود ہونا ضروری ہے اور یہ اس سے پہلے چلا گیا۔ اور اگر بیمار ٹھیک ہو گیا اور مسافر سفر سے واپس آ گیا پھر ان کا انتقال ہوتا ہے تو صحت اور اقامت کے بقدر قضاء واجب ہوگی یعنی وصیت کرنا ضروری ہوگا کہ اتنے روزوں کا فدیہ نکال دیں یا مسکینوں کو کھانا کھلا دیں۔

رمضان کے روزوں کی قضاء کی ترتیب کا حکم:

رمضان کے روزوں کی قضاء میں اختیار ہے کہ چاہے پے در پے ایک ساتھ قضاء کرے یا ایک ایک کر کے الگ الگ ایام و مہینوں میں قضاء کرے لیکن مستحب یہ

ہے کہ اس کی ادائیگی جتنی جلد ہو سکے کر کے سبکدوش ہو جائے۔

لیکن اگر کسی شخص نے تاخیر کی تا آنکہ دوسرا رمضان آ گیا تو اس رمضان میں پہلے رمضان کے روزوں کی قضاء کی نیت نہ کرے اس لئے کہ یہ وقت قضا کا نہیں ہے بلکہ جو رمضان چل رہا ہے اس کی ادا کا ہے لہذا چلنے والے رمضان کے روزے پورے کرے اس کے بعد جب رمضان ختم ہو جائے تب پہلے رمضان کے روزوں کی قضاء کرے، اور اس تاخیر کی وجہ سے اس پر کوئی فدیہ واجب نہیں ہے۔

والحامل والمرضع إذا خافتا على ولديهما أفطرتا وقضتا ولا فدية عليهما، والشيخ الفانى الذى لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكينا كما يطعم فى الكفارات، ومن مات وعليه قضاء رمضان فأوصى به أطعم عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من بر أو صاعا من تمر أو صاعاً من شعير، ومن دخل فى صوم التطوع أو صلاة التطوع ثم أفسده قضاه.

دودھ پلانے والی عورت کے روزہ کا حکم:

حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنی جان کا خطرہ محسوس کرے یا بچہ کی جان کا خطرہ ہو خواہ وہ بچہ نسبی یعنی اپنا ہو یا رضاعی دوسرے کا ہو دودھ پلانے کے لئے لیا ہو ایسی صورت میں ان دونوں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے یہ حکم دفعاً للحرج دیا گیا ہے، البتہ رمضان کے بعد اس کی قضاء ضروری ہے لیکن ان

کے ذمہ فدیہ نہیں ہے اس لئے کہ انہوں نے جو روزہ چھوڑا ہے وہ عجز کی وجہ سے چھوڑا ہے اور ایسی صورت میں صرف قضاء ہے فدیہ نہیں، جیسے مریض اور مسافر کہ ان کا حال بھی ایسا ہی ہے اس لئے ان کے ذمہ بھی صرف قضاء ہے فدیہ نہیں۔

شیخ فانی کا حکم:

شیخ فانی ایسے بوڑھے شخص کو کہتے ہیں جس کی قوت بالکل ختم ہو چکی ہو روزہ رکھنے کی طاقت بالکل اس میں نہ ہو ایسا شخص بھی شرعاً معذور ہے لہذا وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے اور ہر روزہ کے بدلہ وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے جیسے کفارہ میں کھلایا جاتا ہے اور ایسے شخص کو یہ اجازت اللہ نے دی ہے، "**وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين**"۔

بوڑھی عورت کا حکم:

اور یہی حکم بوڑھی عورت کا بھی ہے، لیکن ایک شرط یہ بھی ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے اس کی قوت واپس نہ آئے اگر طاقت واپس آگئی اور روزہ رکھنے پر قادر ہوگئی تو فدیہ باطل ہو جائے گا اور اس کے بدلہ میں روزہ رکھنا پڑے گا۔

قضاء روزوں کے فدیہ کی وصیت کا حکم:

اگر کسی شخص کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء تھی اور وہ اپنی زندگی میں

نہیں رکھ سکا اس لئے انتقال سے پہلے اس نے اپنے ورثاء کو اس کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کی کہ ایک دن کے بدلہ ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارا یا ایک صاع جو دیدیں تو اس وصیت پر عمل کرنا ورثاء کے ذمہ ضروری ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی تو ورثاء کے ذمہ فدیہ ادا کرنا لازم نہیں اگر تبرعاً ورثاء ادا کر دیں تو جائز ہے بلکہ بہتر ہے کہ ادا کر دیں تا کہ جانے والے کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

نفلی روزہ یا نفلی نماز شروع کرنے کے بعد اس کی تکمیل اور اس عمل کو انتہاء تک پہنچانا ضروری ہے لہذا اگر کسی نے اس کو فاسد کر دیا خواہ عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر، بہر حال اس کی قضاء واجب ہے۔

یہ امر آخر ہے کہ بلا عذر روزہ رکھنے کے بعد چھوڑا جا سکتا ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابو یوسف کی ایک روایت کے مطابق نفلی روزہ بلا عذر چھوڑا جا سکتا ہے اور ضیافت بھی عذر میں داخل ہے لہذا مہمان کی خاطر بھی نفلی روزہ چھوڑا جا سکتا ہے۔

وإذا بلغ الصبی أو أسلم الكافر فی رمضان أمسكا بقية يومهما وصاما ما بعده ولم يقضيا ما مضى، ومن أغمی عليه فی رمضان لم يقض اليوم الذی حدث فيه الإغماء وقضى ما بعده، وإذا أفاق المجنون فی بعض رمضان قضى ما مضى منه وصام ما بقی وإذا حاضت المرأة أو نفست أفطرت وقضت إذا طهرت، وإذا قدم المسافر أو طهرت الحائض فی بعض النهار أمسكا عن الطعام والشراب بقية يومهما.

رمضان کے دن کے کسی حصہ میں بالغ یا مسلمان ہونے کا حکم:

رمضان کے دن کے کسی حصہ میں نابالغ بالغ ہوگیا یا کافر مسلمان ہوگیا تو غروب تک جتنا وقت باقی ہے اس وقت کو یہ دونوں روزہ دار کی طرح گذاریں کچھ کھائیں پیئں نہیں اور کل ہوکر باضابطہ یہ دونوں روزہ رکھیں اس لئے کہ اب یہ دونوں روزہ کے اہل ہوچکے ہیں، لیکن جس دن اہل ہوئے ہیں اس دن اور اس سے پہلے رمضان کے جو ایام گذرے ہیں ان کی قضاء ان کے ذمہ نہیں ہے۔

رمضان کے ایام میں بیہوش ہونے کا حکم:

اسی طرح اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں دن میں یا رات میں بیہوش ہوگیا اور کئی روز تک بیہوش رہا تو جس دن بے ہوش ہوا ہے اس دن کے روزہ کی قضاء نہیں ہے اس لئے کہ روزہ کی نیت کے ساتھ بے ہوش ہوا ہے اور بے ہوشی کی وجہ سے اس کی نیت باقی رہے گی لہٰذا اس دن کے روزہ کی قضاء نہ کرے البتہ اس کے بعد کے ایام میں نیت نہیں پائی گئی اس لئے اس کی قضا یہ کرے۔

اور اگر کوئی شخص پورے مہینہ بے ہوش رہا تو ہوش میں آنے کے بعد پورے مہینہ کے روزہ کی قضاء کرنی ہوگی اس لئے کہ بے ہوشی تاخیر کا تو عذر ہے اسقاط کا نہیں لہٰذا ذمہ میں باقی رہے گا اور اس کی قضاء کرنی ہوگی۔

رمضان میں جنون لاحق ہونے کا حکم:

اسی طرح اگر کسی شخص کو رمضان میں جنون لاحق ہوگیا اور کئی روز کے بعد رمضان کے دن کے کسی حصہ میں اس کو افاقہ ہوگیا تو افاقہ کے بعد جتنے ایام باقی ہیں ان ایام کا روزہ رکھنا ہوگا اس لئے کہ اہلیت اور سبب یعنی رمضان کا مہینہ پایا جارہا ہے۔

اور گذشتہ ایام جو جنون میں گذرے ہیں ان کی بھی قضا کرنی ہوگی اس لئے کہ جنون عذر ہے لیکن تاخیر کا عذر ہے اسقاط کا نہیں۔

رمضان کے دن میں حیض آنے کا حکم:

رمضان کے دن کے کسی حصہ میں اگر کسی عورت کو حیض کا خون شروع ہوجائے یا بچہ پیدا ہوجائے تو غروب تک کا وقت روزہ دار کی طرح نہ گذارے بلکہ کھانا پینا اسی وقت سے شروع کردے چونکہ حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے اور تشبہ بالحرام بھی حرام ہے۔

البتہ پاکی کے بعد جب رمضان گذر جائے تو ان ایام کی قضاء ضروری ہے۔

لیکن اگر پاکی رمضان کے دن کے کسی حصہ میں حاصل ہوجائے تو غروب تک روزہ دار کی طرح وقت گذارے کھانے پینے سے پرہیز کرے اگرچہ بعد میں اس دن کی بھی قضا کرنی ہوگی۔

اسی طرح اگر مسافر سفر سے وطن رمضان کے دن کے کسی حصہ میں آجائے تو غروب تک روزہ دار کی طرح رہے کھانے پینے سے پرہیز کرے۔

ومن تسحر وهو يظن أن الفجر لم يطلع أو أفطر وهو يرى أن الشمس قد غربت ثم تبين أن الفجر كان قد طلع أوان الشمس لم تغرب قضى ذلك اليوم ولا كفارة عليه. ومن رأى هلال الفطر وحده لم يفطر، وإذا كان بالسماء علة لم تقبل في هلال الفطر إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، وإن لم يكن بالسماء علة لم تقبل إلا شهادة جمع كثير يقع العلم بخبرهم.

صبح صادق کے بعد سحری کھانے کا حکم:

اگر کسی شخص نے صبح صادق ہونے کے بعد سحری کھالی اس خیال سے کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی ہے حالانکہ صبح صادق ہوچکی تھی تو شام تک روزہ دار کی طرح رہے لیکن اس روزہ کی قضا کرنی ہوگی لیکن کفارہ نہیں ہوگا اس لئے کہ جنایت قاصرہ ہے کاملہ نہیں۔

غروب سمجھ کر افطار کا حکم:

اسی طرح اگر کسی شخص نے افطار کرلیا یہ سمجھ کر کہ غروب ہو چکا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا تو یہ شخص بھی اس دن کے روزہ کی قضاء کرے البتہ

جنایت قاصرہ کی وجہ سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اکیلا عید کا چاند دیکھنے والے کا حکم:

اگر کسی شخص نے اکیلا عید کا چاند دیکھا اور امام یا قاضی نے اس کی شہادت قبول نہیں کی تو اس کو بھی اوروں کی طرح روزہ رکھنا ہوگا اگر افطار کر لیا تو اس کی قضاء کرنی ہوگی لیکن شبہ کی وجہ سے کفارہ نہیں دینا ہوگا۔

آسمان کے غبار آلود ہونے کی صورت میں رویت کا حکم:

اور اگر آسمان غبار آلود یا ابر آلود ہو تو چاہے عید کا چاند ہو یا ظاہر الروایہ کے مطابق بقرعید کا چاند ہو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے جس طرح تمام حقوق کے لئے شہادت کا نصاب یہی ہے اسی طرح عید و بقرعید کے چاند میں بھی یہی نصاب شہادت معتبر ہے۔

اور اگر آسمان صاف ہو تو بڑا مجمع ضروری ہے جس کی تفصیل رمضان کے چاند میں گذر چکی ہے۔

☆☆☆

باب الاعتكاف

الاعتكاف مستحب وهو اللبث فی المسجد مع الصوم ونية الاعتكاف ويحرم على المعتكف الوطيئ، واللمس، والقبلة، وإن أنزل بقبلة أو لمس فسد اعتكافه وعليه القضاء، ولو خرج من المسجد ساعة بغير عذر فسد اعتكافه عند أبی حنيفة وقالا لا يفسد حتى يكون أكثر من نصف يوم، ولا يخرج من المسجد إلا لحاجة الإنسان أو الجمعة، ولا بأس بأن يبيع ويبتاع فی المسجد من غير أن يحضر السلع ولا يتكلم إلا بخير ويكره له الصمت، فإن جامع المعتكف ليلاً أو نهاراً بطل اعتكافه، ومن أوجب على نفسه اعتكاف أيام لزمه اعتكافها بلياليها وكانت متتابعة وإن لم يشترط التتابع.

اعتکاف کی حیثیت شرعیہ:

اعتکاف کے لئے روزہ چونکہ شرائط میں سے ہے اس لئے امام قدوری نے روزہ کی بحث مکمل کرنے کے بعد اعتکاف کا عنوان قائم کیا ہے، امام قدوری نے اعتکاف کو اگرچہ مستحب قرار دیا ہے، لیکن صاحب ہدایہ نے سنت موکدہ قرار دیا ہے اور

اسی کو صحیح قول قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے پابندی کے ساتھ پوری زندگی رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا ہے یہ اعتکاف کی سنیت کی دلیل ہے۔

اعتکاف کے اقسام ثلاثہ:

علامہ جمال الدین زیلعی صاحب تبیین الحقائق نے اعتکاف کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱- واجب اس سے مراد اعتکاف منذور ہے یعنی اگر کسی شخص نے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو اعتکاف واجب ہو جاتا ہے۔

۲- سنت اس سے مراد رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہے۔

۳- مستحب اس سے مراد عام اعتکاف ہے۔

اعتکاف کی نیت اور روزہ کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

اعتکاف کے اجزاء اربعہ:

اعتکاف کی یہ تعریف چار اجزاء پر مشتمل ہے: (۱) ٹھہرنا، (۲) روزہ، (۳) نیت، (۴) مسجد۔ ان اجزاء اربعہ میں سے جزء اول یعنی ٹھہرنا یہ اعتکاف کا رکن ہے اس لئے کہ اعتکاف کا وجود اس کے بغیر ممکن نہیں دوسرا جزء روزہ ہے، روزہ اعتکاف مسنون میں تو پایا ہی جاتا ہے البتہ اعتکاف واجب کے صحیح ہونے کے لئے روزہ شرط

ہے اس کے بغیر اعتکاف واجب نہیں ہوگا البتہ نفلی اعتکاف میں اختلاف ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے حسن بن زیادؒ کی روایت یہ ہے کہ روزہ نفلی اعتکاف کے لئے بھی شرط صحت ہے لیکن ظاہر الروایہ میں اس کے برخلاف عدم شرط کا قول مذکور ہے جیسا کہ صاحب ذخیرہ نے نقل کیا ہے تیسرا جزء نیت ہے، نیت بھی شرط ہے اس لئے کہ عبادات میں کوئی بھی عبادت بغیر نیت کے معتبر نہیں لہذا اعتکاف کی معتبریت کے لئے بھی نیت ضروری ہے چوتھا جزء مسجد ہے، اس میں اختلاف ہے کہ مسجد سے مراد کون سی مسجد ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد مسجد جماعت ہے اور مسجد جماعت سے مراد وہ مسجد ہے جس کا امام وموذن متعین ہو خواہ پانچوں نمازیں اس میں ادا کی جاتی ہوں یا نہیں جیسا کہ عنایہ، النہر الفائق اور خلاصۃ الفتاوی میں مذکور ہے۔

لیکن صاحب ہدایہ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے حوالہ سے یہ ذکر کیا ہے کہ مسجد سے مراد ایسی مسجد ہے جس میں پانچوں نمازیں ادا کی جاتی ہوں لہذا ایسی مسجد جہاں پانچوں نمازیں ادا نہ کی جاتی ہوں اس قول کے مطابق وہاں اعتکاف صحیح نہیں ہے بعض فقہاء نے حضرت امام صاحب کی اس رائے کو صحیح قرار دیا ہے۔

لیکن حضرات صاحبین کے حوالہ سے بعض فقہاء نے یہ ذکر کیا ہے کہ ان کے نزدیک صرف مسجد ہونا اعتکاف کے لئے کافی ہے خواہ اس میں پنجوقتہ نماز باجماعت کا اہتمام ہو یا نہ ہو، بعض فقہاء نے اس رائے کو بھی صحیح قرار دیا ہے امام طحاوی کا بھی مختار قول یہی ہے، علامہ خیر الدین رملی نے اپنے زمانہ کا حوالہ دیتے ہوئے اس قول کو ایسر

قرار دینے کے ساتھ قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی اعتکاف مشروع ہے:

جس طرح مردوں کے لئے اعتکاف مشروع ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی اعتکاف کی اجازت ہے فرق یہ ہے کہ مرد مسجد میں اعتکاف کریں اور عورتیں اپنے مکان کے اس کمرہ میں اعتکاف کریں جس کمرہ کو بطور مسجد یعنی ادائیگی عبادت کے لئے استعمال کرتی ہیں اگر اس کے لئے کوئی کمرہ متعین نہ ہو تو کسی بھی کمرہ میں ایک چوکی یا چٹائی بچھا کر نماز کی جگہ اس کو متعین کرلیں اور اسی جگہ بیٹھ کر نیت کر کے معتکف ہو جائیں اس طرح ان کا اعتکاف گھر میں رہتے ہوئے صحیح ہو جائے گا اور اعتکاف کا جو ثواب مردوں کو مسجد میں بیٹھنے پر ملے گا وہی ثواب عورتوں کو اپنے گھر میں بیٹھنے پر ملے گا۔

معتکف کے لئے محرمات کا بیان:

معتکف کے لئے کچھ چیزیں حرام ہیں:

۱- جماع، اس لئے کہ اللہ نے فرمایا ہے: **ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فی المساجد**۔

۲- بیوی کو چھونا یا ہاتھ لگانا۔

۳- بوسہ لینا، اخیر کی دونوں چیزیں چونکہ دواعی جماع میں سے ہیں اس

لئے جماع ہی کی طرح یہ بھی حرام ہے، جب کسی شخص نے بیس رمضان کو غروب سے پہلے مسجد میں پہنچ کر اخیر عشرہ کے اعتکاف کی نیت کرلی تو اس کو درج ذیل امور کا پابند ہونا پڑے گا۔

مسجد سے بلاضرورت طبعیہ یا شرعیہ نکلنے کی اجازت نہیں:

یعنی مسجد سے بلاضرورت طبعیہ یا شرعیہ کے نہ نکلے ضرورت طبعیہ سے مراد پیشاب پاخانہ، نجاست کو دور کرنا، غسل واجب وغیرہ ہے، اور ضرورت شرعیہ سے مراد جمعہ کی نماز ہے ایک تیسری ضرورت ہے جس کا نام ضرورت ضروریہ ہے جیسے مسجد کا منہدم ہوجانا یا کسی ظالم کا زبردستی مسجد سے نکال دینا یا اپنی جان یا مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہونا اس صورت میں بھی معتکف مسجد سے نکل سکتا ہے لیکن فوراً کسی دوسری مسجد میں جاکر بیٹھ جائے اس صورت میں اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

لیکن ان ضروریات کے علاوہ بیڑی سگریٹ پینے کے لئے نکلنا یا سُرتی کھینی کھانے کے لئے نکلنا یا بلاضرورت نکلنا یہ سب مفسد اعتکاف ہے اس سے اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے جن ضرورتوں کے تحت شریعت نے نکلنے کی اجازت دی ہے اس میں بھی اس کا لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے کہ اس ضرورت سے بعجلت ممکنہ فارغ ہونے کی کوشش کرے اور فارغ ہوتے ہی فوراً مسجد واپس آجائے چونکہ جو چیزیں ضرورۃً ثابت ہوتی ہیں اس کا ثبوت اور وجود بقدر ضرورت ہی رہتا ہے لہٰذا اس پر زیادتی سے

مکمل احتیاط کی ضرورت ہے۔

معتکف کے لئے خرید وفروخت کی اجازت:

معتکف اعتکاف کی حالت میں مسجد میں ضروری چیزوں کی خرید وفروخت کرسکتا ہے جیسے کھانا وغیرہ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جو چیز خریدی یا بیچی جارہی ہو اس کو مسجد سے باہر رکھا جائے اس لئے کہ مساجد کو حقوق العباد سے محفوظ رکھا گیا ہے اس میں صرف حقوق اللہ کی ادائیگی کی اجازت ہے لہذا اگر کسی شخص نے خرید وفروخت کے سامان کو مسجد میں رکھا تو یہ مکروہ ہے اور یہ کراہیت جس طرح معتکف کے لئے ہے غیر معتکف کے لئے بھی ہے۔

معتکف غیر ضروری بات سے پرہیز کرے:

معتکف کو اسکا بھی اہتمام کرنا چاہئے کہ مسجد اور اعتکاف کی روح کسی بھی حال میں پامال نہ ہو لہذا ہر چیز پر مکمل نگاہ رہے خاص طور پر زبان کی نگرانی رکھے کہ سوائے کسی بھلی بات کے غیر شائستہ یا نازیبا کوئی جملہ زبان سے نہ نکلے یوں تو اس کا حکم ہر مسلمان کو ہے لیکن معتکف خصوصیت کے ساتھ اس کا مخاطب ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ مکمل خاموشی اختیار کرے اور ضروری اور دینی بات کرنے پر بھی پابندی لگالے اس لئے کہ معتکف کے لئے خاموشی کو قربت اور

عبادت سمجھنا اور اس نیت سے خاموش رہنا مکروہ ہے۔

مفسدات اعتکاف کا بیان:

اگر کسی معتکف نے رات میں یا دن میں، جان بوجھ کر یا بھول کر جماع کر لیا تو خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا اسی طرح فرج کے علاوہ میں معتکف نے جماع کیا یا بوسہ لیا یا ہاتھ لگایا اور چھوا اور اس کی وجہ سے انزال ہو گیا تب بھی اعتکاف باطل ہو جائے گا اس لئے کہ یہ ساری چیزیں معنیً جماع میں داخل ہیں لہذا اس کے ذمہ اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی اور اگر اس صورت میں انزال نہیں ہوا تو اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا اگر چہ ارتکاب حرام کا گناہ ہوگا۔

بلاضرورت مسجد سے نکلنے کا حکم:

اگر کوئی معتکف مسجد سے بلاضرورت طبعیہ یا شرعیہ یا ضروریہ کے مسجد سے تھوڑی ہی دیر کے لئے نکل گیا تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا، لیکن حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ جب تک دن کے اکثر حصہ تک وہ مسجد سے باہر نہ رہے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

دن کے اعتکاف کی نیت میں رات داخل ہے:

اگر کسی شخص نے دو دن یا اس سے زیادہ کے اعتکاف کو اپنے اوپر واجب کیا تو

دن کے ساتھ رات کا بھی اعتکاف ضروری ہوگا اور لگاتار ایک ساتھ ان ایام کا اعتکاف کرنا ہوگا جن ایام کے اعتکاف کو اپنے اوپر واجب کیا ہے چونکہ اعتکاف کی بنیاد تتابع پر ہے برخلاف روزے کے اس کی بنیاد تفرق پر ہے، اس لئے کہ روزہ میں رات داخل نہیں ہے لہذا اگر کسی نے چار دن کے روزہ کی نذر مانی تو پے در پے روزہ رکھنا ضروری نہیں۔

لیکن اگر اعتکاف کی نیت کرتے وقت ہی اس نے صرف دن کی صراحت کی اور رات کی نفی کی تب رات دن کے تابع نہیں ہوگی صرف دن کا اعتکاف کافی ہوگا۔

☆☆☆

كتاب الحج

الحج واجب على الأحرار المسلمين البالغين العقلاء الأصحاء إذا قدروا على الزاد والراحلة فاضلاً عن المسكن وما لا بد منه وعن نفقة عياله إلى حين عوده وكان الطريق أمنا ويعتبر في حق المرأة أن يكون لها محرم يحج بها أو زوج ولا يجوز لها أن تحج بغيرهما إذا كان بينهما وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام فصاعداً وإذا بلغ الصبي بعد ما أحرم أو أعتق العبد فمضيا على ذلک لم يجزهما عن حجة الإسلام.

حج کی حکمت وفلسفہ:

ارکان اسلام میں سے پانچواں اور آخری رکن حج ہے جس کا تذکرہ ''بني الإسلام علی خمس'' میں ہے اور یہ عبادات کا آخری رکن ہے، اس رکن کی بھی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے اس سے بڑی کیا بات ہوسکتی ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ ''ليس له جزاء إلا الجنة'' کہ جنت کے سوا اس کا کوئی بدلہ نہیں ہے۔ اللہ کے جس گھر کو ایک مومن پوری زندگی قبلہ مان کر اس کی طرف رخ کرکے عبادت

کو انجام دیتا ہے اس پتھر کے بنے ہوئے گھر کے پاس جب مومن پہنچتا ہے اور اپنی آنکھوں سے اس گھر کا دیدار کرتا ہے تو پتھر سے پتھر دل بھی اس وقت موم بن جاتا ہے اور سالوں کی خشک آنکھیں بحر جاری بن جاتی ہیں اور پھر اس کا کنکشن اللہ سے ایسا مضبوط ہو جاتا ہے کہ جس کی تعبیر ہاٹلائن سے کی جاسکتی ہے اس وقت بندہ اپنے رب سے جو کچھ بھی مانگتا ہے اس کو قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ آگے بڑھتا ہے تو اس کی نگاہ حجر اسود پر پڑتی ہے، مقام ابراہیم پر پڑتی ہے، ملتزم کو دیکھتا ہے، بیت اللہ کی چوکھٹ پر نگاہ جاتی ہے دیوانہ وار اللہ کے اس گھر کا چکر لگاتا ہے دوگانہ ادا کرتا ہے، صفاء پر پہنچتا ہے اور مروہ تک جاتا ہے پھر آتا ہے پھر جاتا ہے اس طرح سات چکر صفا اور مروہ کا لگا کر سنت ہاجرہ کو زندہ کرتا ہے اور اس وقت حضرت اسماعیل کی طفولیت کا ایک نقشہ اس کے ذہن میں ہوتا ہے۔ اس وقت معاشرہ کا بڑے سے بڑا آدمی اپنے کو چھوٹا اور ننھا منا سمجھتا ہے کبھی وہ ملتزم پر پہنچ کر اپنی انتہائی بے کسی اور بے بسی کا بارگاہ رب العزت میں اظہار کرتا ہے اور اسکے آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بندھ جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالہا سال کے گناہوں کے دھبے اور دل کا میل کچیل چند گھنٹوں میں دھل جاتا ہے اس طرح اس مبارک عمل کے ذریعہ روحانی بہت سے مدارج کو طے کر لیتا ہے اور اس کے ایمان کی بیٹری مکمل چارج ہو جاتی ہے رہی سہی کسر منی، عرفات، مزدلفہ کے مجاہدے سے پوری ہو جاتی ہے جو کسی جہاد سے کم نہیں ہے۔

حج کی تیاری:

الغرض حج اسلام کا وہ عظیم رکن ہے جو ایک مومن کے لئے ایمانی وروحانی ارتقاء کا زبردست ذریعہ ہے اس لئے اس کو اگر موقع ہو تو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے جو شخص حج کا ارادہ کرے اس کو اسی وقت سے اپنی تیاری شروع کر دینی چاہئے جس کے لئے سب سے اہم چیز درود پاک کی کثرت کے ساتھ ماضی کے گناہوں پر ندامت واستغفار ہے اور حقوق العباد کی تلافی انتہائی اہم چیز ہے اسی کے ساتھ حج پر خرچ ہونے والی رقم بھی مکمل طیب وطاہر ہو اس کا بھی التزام ہونا چاہئے نیز صالح اور نیک رفقاء کی جستجو بھی رکھے تاکہ بھول چوک میں وہ اس کی مدد کر سکیں اور اس سفر کے اس کے اچھے ساتھی بن سکیں اگر اپنے بس میں ہو تو مستحب یہ ہے کہ جمعرات یا دوشنبہ کو سفر شروع کرے چونکہ پورا سفر مجاہدات سے بھرا ہوا ہے اس لئے صبر وتحمل کا دامن کسی موقع پر نہ چھوڑے اور اپنے ساتھیوں کی خدمت اور ان سے ملاطفت کا بھی مزاج بنا کر سفر شروع کرے۔

حج کے لغوی واصطلاحی معنی:

حج کے لغوی معنی ارادہ کے ہیں، اصطلاح شریعت میں مکان مخصوص یعنی بیت اللہ کی زیارت کرنا مخصوص زمانہ میں مخصوص فعل کے ساتھ یعنی احرام اور طواف

کے ساتھ اس کو حج کہتے ہیں۔

حج کے فرض ہونے کے شرائط:

حج زندگی میں ایک مرتبہ ان لوگوں پر فرض ہے جو مسلمان ہوں، آزاد ہوں، بالغ ہوں، عقلمند ہوں، تندرست ہوں، اور آنے جانے کے توشہ اور سواری پر قادر ہوں اور اتنی مقدار میں توشہ اور سواری گھر اور گھریلو ضروریات سے زائد ہوں نیز اس کی واپسی تک بال بچوں کے اخراجات سے بھی زائد ہوں نیز راستہ آنے جانے کا ہر طرح سے محفوظ و مامون ہو لہذا اگر ان مذکورہ بالا چیزوں میں سے کوئی بھی چیز مفقود ہو تو اس کے ذمہ حج فرض نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ سارے قیود احترازی ہیں اتفاقی نہیں۔

عورت پر حج کی فرضیت کے شرائط:

نیز عورت پر حج کے فرض ہونے کے لئے خواہ وہ جوان ہو یا بوڑھی ان سب کے ساتھ ایک مزید شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ جانے والا کوئی بالغ عاقل، عادل محرم ہو خواہ وہ نسبی ہو یا دامادی رشتہ سے ہو اور اس کا خرچہ بھی یہ عورت اٹھا سکتی ہو اگر عورت کے پاس نہ شوہر ہو نہ کوئی محرم اس پر حج فرض نہیں ہے اگر بغیر محرم کے وہ حج کے لئے جائے گی تو اس کا یہ سفر مکروہ تحریمی ہوگا اگرچہ حج کی فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی، لیکن عورت کے لئے یہ شرط اس وقت ہے جب اس کے وطن اور مکہ کے

درمیان مسافت شرعی یعنی تین دن اور تین رات کے سفر کا فاصلہ ہو اگر مسافت اس سے کم ہو تو بغیر محرم کے سفر میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تاہم بغیر محرم کے نکلنا اس حال میں بھی بہتر نہیں ہے۔

عورت کے لئے محرم یہ شرط وجوب ہے یا شرط ادا اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ شرط وجوب ہے یہی رائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی بھی ہے اس رائے کا حاصل یہ ہے کہ اگر محرم پوری زندگی نہیں ملا تو حج کی وصیت اس کے ذمہ لازم نہیں ہے، لیکن دوسری رائے یہ ہے کہ یہ شرط اداء ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اخیر عمر تک کوئی محرم نہیں ملا تو مرنے سے پہلے حج کی وصیت کرنا اس عورت کے لئے ضروری ہے۔

احرام باندھنے کے بعد اگر نابالغ بالغ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

احرام باندھنے کے بعد اگر نابالغ بالغ ہو جائے یا غلام آزاد کر دیا جائے اور اسی احرام کے ساتھ وہ دونوں حج ادا کرلیں تو حضرات فقہاء کی رائے یہ ہے کہ حج فرض کی ادائیگی اس سے نہیں ہوگی لہٰذا حج فرض ان کو پھر ادا کرنا پڑے گا اس لئے کہ ان دونوں کا احرام نفلی حج کی ادائیگی کے لئے بندھا تھا لہذا وہ از اول تا آخر اسی نیت پر قائم رہے گا وہ نیت فرض میں تبدیل نہیں ہوگی۔

لیکن اگر نابالغ نے بالغ ہونے کے بعد وقوف عرفہ سے پہلے احرام کی تجدید

کرلی اور حج فرض کی نیت کرلیا تو اس کا حج فرض ادا ہو جائے گا اور اگر یہی کام غلام کرے جو آزاد ہو چکا ہے تو اس کے لئے درست نہیں ہوگا چونکہ نابالغ کا احرام اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے لازم نہیں تھا اس لئے اس میں تبدیلی کی گنجائش تھی بخلاف احرام غلام کے چونکہ وہاں اہلیت موجود تھی اس لئے لزوم کا بھی تحقق ہو چکا تھا لہذا اس میں اب تبدیلی کی گنجائش نہیں رہی۔

والمواقيت التي لا يجوز أي يتجاوزها الإنسان إلا محرماً لأهل المدينة ذو الحليفة ولأهل العراق ذات عرق ولأهل الشام الجحفة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يلملم فإن قدم الإحرام على هذه المواقيت جاز ومن كان بعد المواقيت فميقاته الحل ومن كان بمكة فميقاته في الحج الحرم وفي العمرة الحل.

مواقیت کی تعیین اور حکم:

کچھ مقامات وہ ہیں جن سے گذرنا اور جن کو عبور کرنا بغیر احرام کے ممنوع ہے انہی کی تعبیر اصطلاح فقہاء میں مواقیت اور میقات سے کی جاتی ہے لہذا جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ جانا چاہے ان کے لئے ان مواقیت سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں ہے۔

ان مواقیت کی تعداد پانچ ہے:

(۱) ذوالحلیفہ: یہ اہل مدینہ کی میقات ہے یہ جگہ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلے پر ہے اور مکہ مکرمہ سے دس مراحل کی دوری پر ہے اس زمانہ میں بئر علی سے وہ جگہ مشہور ہے وہاں باضابطہ ایک بڑی مسجد بنی ہوئی ہے اور بہت سارے حمامات بھی بنے ہوئے ہیں۔ مکہ مکرمہ آنے والے حاجیوں کی ہر سواری وہاں رکتی ہے اور حجاج ومعتمرین وہاں کے حمامات سے غسل وغیرہ سے فارغ ہوکر احرام پہن کر مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر کے احرام کی نیت باندھتے ہیں۔

(۲) ذات عرق: یہ عراق والوں کی میقات ہے اور یہ جگہ مکہ مکرمہ سے دو مرحلہ کے فاصلے پر ہے۔

(۳) جحفہ: یہ اہل شام کی میقات ہے یہ جگہ مکہ مکرمہ سے تین مرحلہ کے فاصلے پر رابغ کے قریب ہے۔

(۴) قرن المنازل یہ اہل نجد کی میقات ہے یہ جگہ بھی مکہ مکرمہ سے دو مرحلے کے فاصلے پر ہے۔

(۵) یلملم: یہ اہل یمن کی میقات ہے یہ ایک پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ سے دو مراحل کے فاصلے پر ہے۔

یہ مواقیت خمسہ مکہ کے ہر چہار جانب کے لئے بطور حصار کے ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی دوسری میقات سے گذرے تو اس کی محاذات میں جو میقات آتا ہو وہاں سے احرام باندھنا ضروری ہے اگر کسی شخص کا گذر ایسی جگہ سے ہو کہ اس کی

محاذات میں دو میقات آتے ہوں تو اس کے لئے آخری میقات سے احرام باندھنا بہرحال ضروری ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی ہی میقات سے وہ احرام باندھ لے اور اگر کسی شخص کا گذر ایسی جگہ سے ہو کہ جس کی محاذات میں کوئی بھی میقات نہ آتا ہو تو ایسی صورت میں وہ تحری کرے اور تحری کر کے کسی ایک میقات کی محاذات کو مان کر احرام باندھ لے اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہ ہو تو اس جگہ سے وہ احرام باندھ لے جہاں سے مکہ مکرمہ دو مرحلے کے فاصلے پر ہو یہ تو وہ جگہیں تھیں جن سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں ہے۔

میقات سے پہلے احرام باندھنے کا حکم:

لیکن اگر کوئی شخص ان مواقیت سے پہلے ہی سے احرام باندھ لے جیسے کوئی ہندوستانی ہندوستان ہی سے احرام باندھ لے جن کی میقات یلملم ہے اس لئے کہ ہندوستان سے جانے والا جہاز یلملم کے محاذات سے گذرتا ہے تو یہ بھی جائز ہی نہیں بلکہ افضل ہے۔

داخل میقات کے احکامات:

اگر کسی شخص کا مکان داخل میقات اور خارج حرم ہو، ایسے لوگوں کی میقات حج اور عمرہ کے لئے حل ہے اور یہ لوگ اپنی ذاتی کسی ضرورت کے تحت مکہ جانا چاہیں تو

بغیر احرام کے جاسکتے ہیں۔

لیکن جن لوگوں کا مکان مکہ میں ہو یعنی داخل میقات اور داخل حرم ہو تو حج کے لئے ان کی میقات حرم ہے یعنی حج کا احرام وہ حرم سے باندھیں اور عمرہ کے لئے ان کی میقات حل ہے تاکہ سفر کا تحقق ہو سکے،، ان کے لئے تنعیم جا کر احرام باندھنا افضل ہے۔

وإذا أراد الإحرام اغتسل أو توضأ والغسل أفضل ولبس ثوبين جديدين أو غسيلين إزاراً ورداءً ومس طيبا إن كان له طيب وصلى ركعتين وقال اللهم إنى أريد الحج فيسره لى وتقبله منى ثم يلبى عقيب صلوته فإن كان منفرداً بالحج نوى بتلبية الحج والتلبية أن يقول لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك ولا ينبغي أن يخل بشيئ من هذه الكلمات فإن زاد فيها جاز فإذا لبى فقد أحرم فليتق ما نهى الله عنه من الرفث والفسوق والجدال ولا يقتل صيداً ولا يشير إليه ولا يدل عليه ولا يلبس قميصاً ولا سراويل ولا عمامة ولا قلنسوة ولا قباء ولا خفين إلا أن لا يجد النعلين فيقطعهما أسفل الكعبين ولايغطى رأسه ولا وجهه ولا يمس طيبا ولا يحلق رأسه ولا شعر بدنه ولا يقص من لحيته ولا من ظفره ولا يلبس ثوباً مصبوغاً بورش ولا بزعفران ولا بعصفور إلا أن

یکون غسیلا ولا ینفض الصبغ ولا بأس بأن یغتسل ویدخل الحمام ویستظل بالبیت والمحمل ویشد فی وسطه الهمیان ولا یغسل رأسه ولا لحیته بالخطمی ویکثر من التلبیة عقیب الصلوة وکلما علا شرفا أو هبط وادیا أو لقی رکبانا وبالأسحار.

احرام باندھنے کا طریقہ:

جب کوئی شخص حج یا عمرہ کے احرام کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ غسل کرے اور غسل کرنا افضل ہے اس لئے کہ اس میں نظافت زیادہ ہے اور اس غسل کا حکم نظافت ہی کے لئے دیا گیا ہے طہارت کے لئے نہیں اسی وجہ سے ان عورتوں کو بھی غسل کا حکم ہے جو حیض یا نفاس کی حالت میں ہوں اس غسل میں نظافت کے لئے صابون وغیرہ کو بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، غسل سے فارغ ہونے کے بعد اگر تولیہ ہو تو اس سے پانی کو صاف کرلیں اس کے بعد دو نئے کپڑے پہن لیں پہننے سے پہلے یا پہننے کے بعد اس پر خوشبو لگالیں اگر نئے کپڑے میسر نہ ہوں تو دھلے ہوئے بھی کافی ہیں لیکن ان کا پاک ہونا ضروری ہے نیز ان کپڑوں کے سفید ہونے کا بھی خیال رکھیں الا یہ کہ سفید کپڑے میسر نہ ہوں تو جو میسر ہو اسی کو استعمال کرلیں لیکن سفید ہونا افضل ہے جیسے میت کا کفن ہوتا ہے ان دو کپڑوں میں ایک ازار ہے یعنی لنگی جس کا ناف سے لے کر گھٹنے سے نیچے تک ہونا ضروری ہے دوسرا کپڑا ارداء یعنی چادر ہے جو پورے بدن

کو چھپانے کے لئے ہے تاکہ ٹھنڈی اور گرمی سے بدن محفوظ رہے اور ان دو کپڑوں کا نیا ہونا افضل ہے اگر خوشبو میسر ہو تو اس کے بعد خوشبو لگالے اور خوشبو لگانا مستحب ہے غسل سے پہلے ناخن کاٹ لے، مونچھ بنالے، بغل کے بال بنالے، اور جن جگہوں کا بال بنانا ضروری ہے ان کو بنالے۔

ان چیزوں سے فارغ ہونے کے بعد اپنے سر کو ڈھک کر دو رکعت نماز ادا کرے بشرطیکہ وہ وقت وقت مکروہ نہ ہو پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے سلام پھیرنے کے بعد سر سے کپڑا ہٹادے اور اردو یا عربی یا جو بھی زبان جانتا ہو اس میں یہ نیت کرے اور جیسا کہ یہ بات گذر چکی ہے کہ نیت عبادات میں ضروری ہے اگر عمرہ کا ارادہ ہو تو یہ کہے **اللهم إني أريد العمرة فيسرها لي وتقبلها مني** اور اگر حج کا ارادہ ہو تو یہ نیت کرے **اللهم إني أريد الحج فيسره لي وتقبله مني** اے اللہ میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے اس کو قبول فرما اور اگر حج کی نیت ہو تو یہ کہے اے اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں حج کو میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما حج کے ارکان کی ادائیگی میں چونکہ کئی دن لگتے ہیں اور اس کے ارکان کی جگہیں بھی الگ الگ ہیں اور ان کی ادائیگی بھی پر مشقت ہوتی ہے اس لئے اس کی نیت میں تیسیر کی دعا کو شامل کیا گیا ہے برخلاف نماز کے کہ اس کی ادائیگی میں تھوڑا وقت لگتا ہے اور اس کی ادائیگی کا وقت اور جگہ بھی عادۃً متعین ہوتی ہے اور انسان اس کا عادی بھی ہوتا ہے

اس لئے اس کی نیت میں تیسیر کی نیت شامل نہیں ہے۔

نیت سے فارغ ہونے کے بعد تلبیہ کے یہ کلمات کہے **لبیک اللھم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک إن الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک**۔ حضور پاک علیہ السلام سے تلبیہ کے یہی الفاظ منقول ہیں لہٰذا ان کلمات میں کوئی بھی کمی نہ کرے، کمی کرنا مکروہ ہے البتہ اضافہ میں کوئی مضائقہ نہیں بلا کراہت جائز ہے محرم ہونے کے لئے نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھنا ضروری ہے لہٰذا اگر کسی شخص نے صرف نیت کرلیا اور تلبیہ نہیں پڑھا تو وہ محرم نہیں ہوا۔

جب نیت کرنے کے ساتھ تلبیہ پڑھ لیا تو محرم ہوگیا۔

منہیات احرام کا بیان:

لہٰذا اب اس کو درج ذیل منہیات سے مکمل پرہیز کرنا ہوگا تاکہ اس کا حج محفوظ رہ سکے اور کامل و مکمل بن سکے ورنہ تو بعض صورتوں میں حج بھی فاسد ہوسکتا ہے، دم بھی دینا پڑسکتا ہے، صدقہ بھی نکالنا پڑسکتا ہے سب سے پہلی چیز جس سے اللہ نے بھی محرم کو بچنے کا حکم دیا ہے وہ رفث یعنی جماع ہے اس میں فحش گفتگو یا بیوی کی موجودگی میں جماع کا تذکرہ بھی داخل ہے دوسری چیز فسوق ہے یعنی معاصی، معصیت یعنی نافرمانی ہر حال میں حرام ہے لیکن احرام کی حالت میں اس کی حرمت اور بڑھ جاتی ہے تیسری چیز جدال یعنی جھگڑا ہے، ساتھیوں کے ساتھ خادموں کے ساتھ بیوی کے

ساتھ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ جھگڑا بھی منہیات میں سے ہے اسی طرح شکار کرنا یا کسی شکار کو دیکھ کر اس کی طرف اشارہ کرنا یا غائب شکار کی رہبری کرنا یا سلا ہوا کرتا یا پائجامہ پہننا یہ سب ممنوعات احرام میں سے ہیں لیکن اگر کوئی شخص پائجامہ کو بطور ازار استعمال کرے اور کرتے کو بطور چادر استعمال کرے تو کوئی حرج نہیں ہے کرتے اور پائجامے کو معتاد طریقہ پر پہننا ممنوع ہے اسی طرح عمامہ کا پہننا، ٹوپی کا پہننا، قباء کا پہننا بھی ممنوعات احرام میں سے ہے لیکن یہاں پر بھی مراد وہی معتاد طریقہ ہے لہذا اگر کوئی شخص عمامہ کو بطور ازار کے یا بطور چادر کے استعمال کرے اسی طرح اگر قباء میں بغیر ہاتھ ڈالے بطور چادر کے استعمال کر لے تو کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح چمڑہ کے موزہ کا پہننا بھی ممنوع ہے الا یہ کہ کسی کے پاس جوتا یا چپل نہ ہو تو چمڑہ کے موزہ کو ٹخنے سے نیچے سے کاٹ کر پہن سکتا ہے اسی طرح احرام کی حالت میں سر کو چھپانا چہرہ کو چھپانا بھی ممنوع ہے لیکن احرام کی حالت میں اگر سر پر اٹیچی یا بیگ یا کوئی سامان مجبوری میں رکھنا پڑا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح خوشبو کا استعمال خواہ کھانے میں ہو یا سونگھنے کے لئے ہو محرم کے لئے ممنوع ہے، اسی طرح سر کے بال منڈانا یا بدن کے بال کا منڈانا یا اس کو کتروانا یا اکھاڑنا یا داڑھی کے بال کو کاٹنا، چھوٹا کرنا ناخون کو کاٹنا یا اکھاڑنا یہ سب ممنوعات احرام میں سے ہیں اسی طرح ورش یا زعفران یا عصفور میں رنگے ہوئے کپڑے کا پہننا بھی محرم کے لئے ممنوع ہے اس لئے کہ ان سب میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے اور خوشبو کا استعمال حالت احرام میں

ممنوع ہے الا یہ کہ اس کو دھو دیا جائے جس کی وجہ سے اس کی خوشبو ختم ہو جائے اس لئے کہ رنگ کے باقی رہنے میں کوئی مضا ئقہ نہیں خوشبو ممنوع ہے۔

احرام کی حالت میں جائز کام:

محرم کے لئے احرام کی حالت میں غسل کرنے کی اجازت ہے بشرطیکہ خوشبودار صابن استعمال نہ کرے اور بدن کو نہ رگڑے کہ جس کی وجہ سے میل کچیل دور ہوں اور بال ٹوٹے اسی طرح محرم حمام میں بھی جا کر طہارت حاصل کر سکتا ہے اسی طرح محرم کسی مکان یا خیمہ یا کجاوے کے سائے میں بھی بیٹھ سکتا ہے کمر میں پیسوں کی حفاظت کے لئے بیلٹ بھی باندھ سکتا ہے۔

البتہ محرم کے لئے سر کو یا داڑھی کو خطمی سے جو ایک خاص قسم کی خوشبو ہوتی ہے جو سر میں پیدا ہونے والے جوں کو مارنے کے لئے استعمال ہوتی ہے دھونے کی اجازت نہیں ہے۔

محرم کے لئے کثرت تلبیہ مستحب ہے:

محرم کے لئے حالت احرام میں بلند آواز سے اور کثرت سے تلبیہ پڑھنا مستحب ہے۔ فرائض اور نوافل سے فارغ ہونے کے بعد اسی طرح جب کسی بلند جگہ پر چڑھے یا کسی نشیبی جگہ پر اترے یا سوار اور پیدل چلنے والے سے ملاقات ہو اسی طرح

صبح کے وقت الغرض ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کے وقت کثرت سے تلبیہ پڑھتے رہنا مستحب ہے اس لئے کہ حضور پاک ﷺ کے صحابہ سے اسی طرح ثابت ہے۔

فإذا دخل بمكة ابتدأ بالمسجد الحرام فإذا عاين البيت كبر وهلل ثم ابتدأ بالحجر الأسود فاستقبله وكبر وهلل ورفع يديه مع التكبير واستلمه وقبله إن استطاع من غير أن يؤذى مسلماً ثم أخذ عن يمينه مما يلى الباب وقد اضطبع ردائه قبل ذلك فيطوف بالبيت سبعة أشواط ويجعل طوافه من وراء الحطيم ويرمل فى الأشواط الثلاث الأول ويمشى فيمابقى على هينته ويستلم الحجر كلما مر به إن استطاع ويختم الطواف بالاستلام ثم يأتى المقام فيصلى عنده ركعتين أو حيث ما تيسر من المسجد وهذا الطواف طواف القدوم وهو سنة ليس بواجب وليس على أهل مكة طواف القدوم.

مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد کے اعمال:

جب حاجی یا عمرہ کرنے والا مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو سب سے پہلے سامان وغیرہ کو محفوظ مقام پر رکھ کر اطمینان حاصل کرے اس کے بعد وضو یا غسل کرلے پھر مسجد حرام آئے مسجد حرام آتے ہوئے پورے خشوع وخضوع، متانت وتواضع کے

ساتھ بیت اللہ کی عظمت کو ملحوظ رکھے اگر ممکن ہو تو باب السلام سے مسجد حرام میں داخل ہو داخل ہوتے وقت دائیں قدم کو پہلے رکھے اور یہ دعا پڑھے: **اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی أبواب رحمتک**، اس کے ساتھ یہ دعا بھی پڑھے: "**اللھم أنت ربی وأنا عبدک جئت لأودی فرضک وأطلب رحمتک وألتمس رضاک متبعاً لأمرک راضیاً بقضائک أسألک مسئلة المضطرین المشفقین من عذابک أن تستقبلنی الیوم بعفوک وتحفظنی برحمتک وتتجاوز عنی بمغفرتک وتعیننی علی أداء فرضک**"۔ جب بیت اللہ پر نگاہ پڑے تو تین تین مرتبہ تکبیر اللہ اکبر اور تہلیل لا إلہ إلا اللہ کہے اس کے بعد پسندیدہ دعا مانگے چونکہ پہلی نظر جب بیت اللہ پر پڑتی ہے اس وقت کی گئی دعا قبول ہوتی ہے اجابت دعا کے اوقات ومقامات میں سے ایک مقام وجگہ یہ بھی ہے لہذا جی بھر کر دعا کرے اس کے بعد حجر اسود کے پاس آئے اس سے پہلے اپنی چادر جو بدن پر ہے اس کا اضطباع کرے یعنی چادر کو داہنے مونڈھے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال دے تا کہ داہنا مونڈھا کھل جائے اور اضطباع سنت ہے۔

طواف کا طریقہ:

اس کے بعد نیت کرے اللھم إنی أرید طواف بیتک الحرام سبعة أشواط فیسرہ

لی وتقبلہ منی۔اے اللہ میں آپ کے محترم گھر کے طواف کی نیت کرتا ہوں ۷ چکر میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے اس کو قبول فرما۔

اس کے بعد اگر موقع ہو تو حجر اسود کو بوسہ دے اور اگر بغیر لوگوں کو تکلیف دیئے بوسہ ممکن نہ ہو تو بوسہ نہ دے اس لئے کہ بوسہ دینا سنت ہے اور ایذا رسانی سے بچنا واجب ہے لہذا دونوں ہاتھوں کی ہتھیلی کو حجر اسود کی طرف اٹھائے جس طرح نماز کے شروع میں اٹھایا جاتا ہے اور یہ تصور ہو گویا کہ ان دونوں کو حجر اسود پر رکھ دیا ہے اور اس وقت یہ پڑھے لا إله إلا الله و الله اكبر و لله الحمد اور دونوں ہتھیلیوں کو یا ایک کو بوسہ دے اس کے بعد اپنی داہنی طرف سے چلنا شروع کر دے یعنی ملتزم اور بیت اللہ کے دروازہ کو اپنے بائیں طرف رکھے۔اس کے بعد بیت اللہ کا طواف شروع کرے بیت اللہ کا سات چکر لگانے کے بعد ایک طواف پورا ہوتا ہے اور یہ طواف حطیم کے باہر سے کرے اندر سے نہیں اور حطیم کے باہر سے طواف کرنا واجب ہے اگر کسی نے حطیم کے اندر سے طواف کرلیا تو طواف درست نہیں ہوگا اور ہر چکر پر حجر اسود کو بوسہ دے یا اس کی طرف اشارہ کر کے ہاتھ کو بوسہ دے۔

اور ہر وہ طواف جس کے بعد سعی ہو اس میں اضطباع اور رمل دونوں کرنا ہے۔

رمل کا تعارف:

رمل یہ ہے کہ طواف کے پہلے تین چکر میں قدم کو قریب رکھے اور تیزی

کے ساتھ چلے اور دونوں مونڈھے کو ہلا کر چلے۔ اور یہ رمل سنت ہے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے رمل ممکن نہ ہو تو ٹھہر جائے چونکہ سنت کے مطابق طواف اسی وقت ہوگا جب اس میں رمل کیا جائے لہذا جب بھیڑ کم ہو جائے تو رمل کے ساتھ طواف کرے، باقی چار چکروں میں سکون اور وقار کے ساتھ چلے البتہ اضطباع کو باقی رکھے۔

طواف کا ہر چکر نماز کی طرح ہے جس طرح ہر رکعت کی ابتداء تکبیر سے ہوتی ہے اسی طرح طواف کے ہر چکر کی ابتداء استیلام حجر سے ہوتی ہے۔

حجر اسود کے استیلام کے ساتھ رکن یمانی کے استیلام کو حسن قرار دیا ہے اور حضرت امام محمد سنت فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے رکن یمانی کا بھی استیلام کیا جا سکتا ہے۔

جس طرح طواف کی ابتداء استیلام سے ہوتی ہے اسی طرح اس کا اختتام بھی استیلام پر ہوتا ہے۔

طواف مکمل ہو جانے کے بعد کے اعمال:

طواف مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس آئے، مقام ابراہیم ایک پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی ہے، اس پتھر پر بقدرت الٰہی آپ کے قدم کے نشانات پڑ گئے موم کی طرح پتھر نرم ہو گیا اور قدم کو جذب کر لیا جس کی وجہ سے پتھر پر دونوں قدم کے گہرے نشانات ظاہر ہو گئے۔ مقام ابراہیم کے پاس طواف کے بعد کی دو رکعت نماز جو واجب ہے اس کو ادا کرے اگر مقام

ابراہیم کے پاس جگہ نہ ملے تو پورے حرم میں کسی جگہ بھی یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔البتہ نماز سے پہلے اضطباع ختم کردے اور اوقات مکروہہ میں یہ نماز نہ ادا کرے۔

اس طواف کو طواف قدوم، طواف تحیہ، طواف اللقاء بھی کہا جاتا ہے، یہ طواف واجب نہیں بلکہ سنت ہے وہ بھی آفاقی یعنی مکہ سے باہر دور دراز سے آنے والوں کے لئے ہے، اہل مکہ کے ذمہ طواف قدوم نہیں ہے چونکہ مکی ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں قدوم کا تحقق نہیں ہوتا۔

ثم يخرج إلى الصفا فيصعد عليه ويستقبل البيت ويكبر ويهلل ويصلي على النبي ﷺ ويدعو الله تعالى لحاجته ثم ينحط نحو المروة ويمشي على هيئته فإذا بلغ إلى بطن الوادي سعى بين الميلين الأخضرين سعياً حتى يأتي المروة فيصعد عليها ويفعل كما فعل على الصفا وهذا شوط فيطوف سبعة أشواط يبتدئ بالصفا ويختم بالمروة.

طواف مکمل کرکے دو رکعت واجب ادا کرکے زمزم پی کر حجر اسود کے پاس آئے اور اس کا استیلام کرے۔

صفا و مروہ کی سعی کا طریقہ:

اس کے بعد باب صفا سے نکل کر صفا پر پہنچے اور اتنی اونچی جگہ تک پہنچے کہ

وہاں سے بیت اللہ نظر آئے اس کے بعد بیت اللہ کی طرف رخ کر کے تکبیر تہلیل درود پاک پڑھے اور اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرے اور نیت کرے **اللهم إني أريد السعي بين الصفا والمروة سبعة أشواط فيسره لي وتقبله مني** ۔اے اللہ میں صفا و مروہ کے درمیان ۷ چکر سعی کی نیت کرتا ہوں آسان فرما قبول فرما۔ اس کے بعد صفاء سے اتر کر مروہ کی طرف چلے اور سکون ووقار کے ساتھ چلے جب بطن وادی میں پہنچے تو میلین اخضرین کے درمیان جس کی ابتداء وانتہاء میں ہری بتی لگی ہوئی ہے ان دونوں کے درمیان تیز قدم کے ساتھ یعنی دوڑ کر چلے اس کے بعد پھر سکون اور وقار کے ساتھ چلے تا آنکہ مروہ پر پہنچ جائے مروہ پر پہنچ کر بھی وہی کرے جو صفا پر کر چکا ہے یعنی تکبیر، تہلیل، درود پاک بیت اللہ کی طرف رخ کر کے پڑھے اس طرح صفا سے مروہ تک پہنچ کر سعی کا ایک چکر مکمل ہو گیا اسی طرح مروہ سے صفا اور صفا سے مروہ چھ چکر اور لگائے جب سات چکر پورے ہو گئے تو اس کی سعی مکمل ہو گئی، سعی کو صفا سے شروع کرنا واجب ہے لہذا صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کر دے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بالاتفاق واجب ہے۔

ثم يقيم بمكة حراما يطوف بالبيت كلما بداله فإذا كان قبل يوم التروية بيوم خطب الإمام خطبة يعلم الناس فيها الخروج إلى منى والصلوة بعرفات والوقوف والإفاضة فإذا صلى الفجر يوم التروية بمكة خرج إلى منى فأقام بها حتى يصلي الفجر يوم عرفة ثم يتوجه

إلى عرفات فيقيم بها فإذا زالت الشمس من يوم عرفة صلى الإمام بالناس الظهر والعصر يبتدئ فيخطب خطبتين قبل الصلوة يعلم الناس فيهما الصلاة والوقوف بعرفة والمزدلفة ورمى الجمار والنحر وطواف الزيارة ويصلى بهم الظهر والعصر فى وقت الظهر بأذان وإقامتين ومن صلى الظهر فى رحله وحده صلى على كل واحدة منهما فى وقتها عند أبى حنيفة وقال أبويوسف ومحمد يجمع بينهما المنفرد ثم يتوجه إلى الموقف فيقف بقرب الجبل وعرفات كلها موقف إلا بطن عرنه وينبغي للإمام أن يقف بعرفة على راحلته ويدعو ويعلم الناس المناسک ويستحب أن يغتسل قبل الوقوف ويجتهد فى الدعاء.

طواف وسعی سے فارغ ہونے کے بعد کے اعمال:

عمرہ مکمل ہوگیا اس کے بعد بال کٹوائے اور احرام کھول دے اب جملہ ممنوعات احرام ختم ہوگئے۔لیکن یہ اس کے لئے ہے جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو جیسا کہ حج تمتع میں ہوتا ہےاور اگر صرف حج کا احرام باندھا ہو جس کو حج افراد کہتے ہیں یا حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا ہو جس کو قران کہتے ہیں تو سعی سے فارغ ہوکر بال نہیں کٹوائے گا بلکہ اس کا احرام باقی رہے گا لہذا اسی احرام کے ساتھ مکہ میں قیام

کرے نفلی طواف کرتا رہے نماز، تلاوت، ذکر واذکار کا اہتمام کرے لیکن آفاقی کے لئے طواف کی کثرت نوافل وغیرہ کی کثرت سے افضل ہے۔

۷ر ذی الحجہ کے اعمال:

جب ذی الحجہ کی ۷رتاریخ ہو جائے تو امام کو چاہئے کہ زوال کے بعد ظہر کی نماز سے فارغ ہوکر خطاب کرے اور اس میں لوگوں کو منی کے جانے کے حقوق وآداب، عرفات میں قیام وعبادت وغیرہ کا طریقہ، اور عرفات سے روانگی کی ہدایات کی تلقین کرے۔

۸ر ذی الحجہ کے اعمال:

جب ۸ ذی الحجہ کو فجر کی نماز حرم پاک میں ادا کرے تو منی کے لئے سفر شروع کردے اگر مفرد یا قارن ہے تو اس کا احرام باقی ہے احرام باندھنے کی ضرورت نہیں اور اگر متمتع ہے تو حرم سے احرام باندھ کر نکلے۔ منی ایک جگہ کا نام ہے جو مکہ سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے بلکہ تھا اس لئے کہ اب مکہ کی آبادی کی وسعت نے منی کو اپنے دامن میں لے لیا ہے اور منی کا حکم مکہ کا ہو گیا ہے مکہ کے توابع میں منی کا شمار ہونے لگا ہے۔

منی کے اعمال:

بہر حال منی پہنچ کر پانچ نمازیں ادا کرنی ہیں، ۸ر کی ظہر، عصر، مغرب، عشاء

اور ۹ر ذی الحجہ کی فجر اور عرفہ کی صبح تک منیٰ ہی میں قیام کرنا ہے۔

۹ر ذی الحجہ کے اعمال:

۹ر ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف کوچ کرنا ہے اور عرفات میں سورج کے غروب تک رہنا ہے۔ عرفات میں وقوف کا وقت زوال کے بعد سے غروب تک ہے۔

۹ر ذی الحجہ کے دن زوال کے بعد بادشاہ یا اس کا مقرر کردہ نائب حاجیوں کو ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائے ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ لیکن نماز سے پہلے امام خطبہ دے گا جس میں نماز ظہر وعصر کا طریقہ، عرفات میں وقوف کا طریقہ، مزدلفہ میں وقوف کا طریقہ، منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ کی رمی کا طریقہ، اس کے بعد قربانی کا طریقہ، پھر حلق اور طواف زیارت کا طریقہ، لوگوں کو بتلائے گا، گویا کہ امام کا ایک مفصل خطاب ہوگا جو مذکورہ بالا عناوین کے مالہ وما علیہ پر مشتمل ہوگا۔

اس خطاب سے فارغ ہونے کے بعد امام ظہر کے وقت میں ظہر کے ساتھ عصر کی نماز پڑھائے گا اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی سنت یا نفل نہیں پڑھی جائے گی۔

بغیر امام وقت کے اپنے اپنے خیموں میں ظہر وعصر کو جمع کے احکام:

لیکن اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کی نماز اپنے خیمہ میں الگ الگ یا چند افراد پر مشتمل جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہے تو وہ ظہر اور عصر کو جمع کر سکتا ہے یا نہیں؟

اس میں حضرات ائمہ کی دو آراء ہیں:

۱- ظہر، ظہر کے وقت میں اور عصر، عصر کے وقت میں ادا کی جائے دونوں نمازوں کو جمع نہ کرے چونکہ ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کرنا منصوص ہے، لہذا جہاں شارع سے اس منصوص امر کے ترک کی اجازت ہو وہیں ترک کیا جاسکتا ہے اور ترک کی اجازت امام اعظم کے ساتھ باجماعت نماز کی صورت میں ہے لہذا انفرادی طور پر نماز پڑھنے کی صورت میں اس کی اجازت نہ ہوگی۔

۲- دوسری رائے یہ ہے کہ منفرد بھی اپنے خیمہ میں ظہر وعصر کو جمع کرسکتا ہے ان حضرات کی نگاہ اس امر پر ہے کہ جمع بین الصلاتین کی جو اجازت دی گئی ہے وہ صرف اس لئے تاکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد لمبا وقوف کرسکے بیچ میں نماز حائل نہ ہو اور اس کی ضرورت منفرد کو بھی ہے لہذا منفرد بھی دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرسکتا ہے پہلی رائے حضرت امام صاحب کی ہے اور دوسری رائے حضرت امام ابو یوسف ومحمد کی ہے۔

لیکن علامہ اسبیجابی نے حضرت امام صاحب کی رائے کو صحیح قرار دیا ہے، اور برہان الشریعہ اور امام نسفی نے اسی کو معتمد قرار دیا ہے۔

خطبہ اور نماز کے بعد کے اعمال:

خطبہ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام ومقتدی سب موقف کی طرف

چلے جائیں یوں تو پورا میدان عرفات موقف ہے لیکن حجاج کو چاہئے کہ جبل رحمت کے قریب وقوف کریں اگر ممکن ہو ورنہ اپنے اپنے خیموں میں عبادت ودعا میں مصروف رہیں۔

اور امام کو چاہئے کہ اپنی سواری پر مستقل قبلہ رو ہوکر وقوف کرے اور میدان عرفات میں بڑے پتھروں کے پاس امام وقوف کرے تو اور بہتر ہے اور اس وقوف میں بھی امام حاجیوں کو حج کے ارکان سے متعلق احکامات وہدایات بتلائے۔

اور حاجیوں کو چاہئے کہ امام کے قریب وقوف کریں تاکہ امام کی ہدایات کو سن سکیں اور اس کی تعلیمات کو سمجھ سکیں اور اس کی دعاؤں پر آمین کہہ سکیں۔

لیکن یہ باتیں عہد رفتہ کی صرف یادیں ہیں اس زمانہ میں نماز کے بعد امام کی زیارت مشکل ہوتی ہے۔

وقوف عرفہ سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے:

اور یہ مستحب امر ہے کہ وقوف سے پہلے غسل کرے چونکہ یہ بھی جمعہ اور عیدین کی طرح اجتماع کا دن ہے۔

اور وقوف عرفہ کے درمیان دعاء واستغفار میں کوئی کسر باقی نہ رکھے چونکہ مواضع اجابت میں سے میدان عرفہ بھی ایک اہم جگہ ہے لہذا جتنا ہو سکے اللہ سے مانگے اور اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہا کر گناہوں کو دھوئے اور کیوم ولدتہ اُمہ

کا مصداق بن کر میدان عرفہ سے واپس آئے۔

فإذا غربت الشمس أفاض الإمام والناس معه على هينتهم حتى يأتوا المزدلفة فينزلون بها والمستحب أن ينزلوا بقرب الجبل الذى عليه الميقدة يقال له قزح ويصلى الإمام بالناس المغرب والعشاء في وقت العشاء بأذان وإقامة ومن صلى المغرب فى الطريق لم يجز عند أبى حنيفة ومحمد فإذا طلع الفجر صلى الإمام بالناس الفجر بغلس ثم وقف الإمام ووقف الناس معه فدعا المزدلفة كلها موقف إلا بطن محسر ثم أفاض الإمام والناس معه قبل طلوع الشمس حتى يأتوا منى فيبدأ بجمرة العقبه فيرميها من بطن الوادى بسبع حصيات مثل حصاة الخذف ويكبر مع كل حصاة ولا يقف عندها ويقطع التلبية مع أول حصاة ثم يذبح إن أحب ثم يحلق أو يقصر والحلق أفضل وقد حل له كل شيئ إلا النساء.

غروب کے بعد کے اعمال:

میدان عرفہ میں جب غروب ہوجائے تو اس کے بعد واقفین عرفہ کے لئے میدان عرفہ سے کوچ کرنا جائز ہے لیکن اس زمانہ میں بہت سے لوگ غروب سے پہلے ہی عرفات کے میدان سے نکل جاتے ہیں یہ غلط ہے صحیح نہیں ہے، نیز غروب کے بعد

ایک دوسرے کو حج کی مبارک باد دینے کا بھی مزاج بن گیا ہے چونکہ حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ہے اس کی تکمیل کے بعد ایک دوسرے کو مبارک بادی دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

عرفات کے میدان سے نکلنے والے حجاج کو ایک دوسرے حاجیوں کا خیال رکھتے ہوئے چلنا چاہئے اور سکون ووقار کو ملحوظ رکھنا چاہئے چونکہ تمام حجاج کو ایک ہی وقت میں نکلنا ہوتا ہے جس کی وجہ سے بھیڑ بہت ہوتی ہے لہذا دوسروں کی ایذا رسانی سے پرہیز کرتے ہوئے چلنا ہے۔

مزدلفہ پہونچنے کے بعد کے اعمال:

مزدلفہ پہنچنے کے بعد یہ ایک مخصوص جگہ کا نام ہے اور اسی نام سے وہ جگہ معروف بھی ہے ہر چہار طرف پہاڑیوں سے یہ جگہ گھری ہوئی ہے وہاں پہنچ کر رات کا وہاں قیام کرنا ہوتا ہے مستحب یہ ہے کہ جبل قزح کے قریب حجاج نزول کریں جبل قزح وہ پہاڑی ہے جس پر حضرات خلفاء کے زمانہ میں حجاج کرام کی راہ یابی کے لئے آگ روشن کی جاتی تھی۔ جس کو کسی زمانہ میں کانون آدم بھی کہا جاتا تھا اور جبل قزح اصح قول کے مطابق مشعر حرام ہے حجاج مزدلفہ پہنچ کر عشا کے وقت ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ مغرب اور عشا کی نماز ادا کریں ان دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کے لئے امام کا ساتھ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ اپنی اپنی جگہوں پر چند حجاج مل

کر بھی دونوں نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کر سکتے ہیں۔

لیکن اگر کسی شخص نے مغرب کی نماز مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستہ میں ادا کر لی تو کیا اس کی نماز درست ہو جائے گی؟

اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے حضرت امام ابوحنیفہ و امام محمد کی رائے یہ ہے کہ درست نہیں ہوگی لہٰذا مزدلفہ پہنچنے کے بعد اس کا اعادہ کرنا ہوگا حضرت امام ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن مفتی بہ قول اس مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ و امام محمدؒ ہی کا ہے مغرب و عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد صبح صادق تک ذکر و اذکار تکبیر و تہلیل دعا اور استغفار میں مصروف رہے۔

۱۰ر ذی الحجہ کے اعمال:

۱۰ر ذی الحجہ یعنی یوم النحر کی صبح صادق کے بعد فجر کی نماز اول وقت میں ادا کرے اس کے بعد جب تک کہ خوب چاندنا نہ ہو جائے مزدلفہ میں وقوف کرے اور وقوف مزدلفہ کا یہی وقت ہے یعنی صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک اور یہ وقوف واجب ہے چاہے تھوڑی ہی دیر کے لئے کیوں نہ ہو۔

لہٰذا جو حجاج اس زمانہ میں ۱۰ر ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ آجاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں نیز وہ واجب کو چھوڑ کر آتے ہیں لہٰذا ان کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ مزدلفہ میں وقوف کا وقت صبح صادق کے بعد سے طلوع شمس کے درمیان کا ہے۔

حجاج کرام کو چاہئے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مزدلفہ میں جو وقوف کا وقت ہے اس میں اپنے آپ کو تکبیر وتہلیل دعا واستغفار، تلبیہ و درود میں مصروف رکھیں بطن محسر جو منی ومزدلفہ کے درمیان ایک وادی کا نام ہے اس کو چھوڑ کر باقی پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے۔

مزدلفہ سے کوچ کرنے کا وقت:

جب اسفار ہو جائے یعنی خوب روشنی ہو جائے تو سورج نکلنے سے پہلے حاجی کو مزدلفہ سے کوچ کر جانا چاہئے مزدلفہ سے منی آتے ہوئے راستہ میں تکبیر، تہلیل، تلبیہ کی کثرت رکھنی چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ حاجی تین دن کی رمی کی کنکری مزدلفہ ہی سے لے لے چنانچہ اس زمانہ میں حجاج کرام کی سہولت کے لئے مزدلفہ میں مختلف جگہوں پر حکومت کی طرف سے رمی کے لئے چھوٹی چھوٹی کنکریوں کا انتظام رہتا ہے لہٰذا حاجی ان کنکریوں کو محفوظ کرلے تاکہ منی میں دشواری نہ ہو۔

منی پہونچنے کے بعد کے اعمال:

منی پہنچ کر پہلے اپنے سامان سفر کو اپنے خیمہ میں حفاظت سے رکھ دے اور سات کنکریاں لے کر جمرہ عقبہ پہنچے اور اگر ممکن ہو تو بطن وادی میں اس طرح کھڑا ہو کہ مکہ اس کے بائیں طرف ہو اور منی داہنی طرف اس کے بعد سات کنکریاں شیطان رجیم

کو اس جگہ سے مارے اور سنت یہ ہے کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر یعنی **بسم اللہ اللہ اکبر رجماً للشیطان و رضاً للرحمان** پڑھتا رہے اور اگر اس کی جگہ پر سبحان اللہ یا الحمد للہ پڑھ لیا تو بھی کافی ہے اور کنکری میں اس کا خیال رکھے کہ کھجور کی گٹھلی یا چنے کے برابر ہو بہت بڑی نہ ہو اور نہ بہت چھوٹی ہو لیکن اگر کسی شخص نے بہت بڑے پتھر سے یا بہت چھوٹی کنکری سے رمی کی تب بھی جائز ہے رمی ہو جائے گی، اگر کسی شخص نے کنکری اوپر سے اس طور پر گرائی کہ جمرہ کی جڑ میں جا کر وہ پہنچ گئی تب بھی رمی ہو جائے گی اور اگر رمی کرتے ہوئے کنکری کسی انسان کے کمر سے یا بدن سے لگ کر جمرہ کے قریب میں گر گئی تب بھی رمی ہو جائے گی لیکن اگر دور جا کر گری تب نہیں ہوگی اور قریب اور بعید میں فرق تین ذراع کا ہے تین ذراع کے اندر قریب ہے اور اس کے باہر بعید ہے بہر حال جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد جمرہ کے پاس نہ ٹھہرے اس لئے کہ ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو وہاں ٹھہرنا اور دعا کرنا حضور ﷺ سے ثابت ہے اور جس رمی کے بعد رمی نہ ہو وہاں ٹھہرنا ثابت نہیں ہے لہذا جمرہ اولی اور جمرہ وسطی کی رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنا چاہئے لیکن جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد وہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند کر دے اور اس کے بعد تلبیہ نہ پڑھے۔

جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد کے اعمال:

جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد منحر آ کر قربانی کرے اور یہ قربانی

قارن اور متمتع کے لئے واجب ہے، اور مفرد کے لئے تطوع ہے لہذا مفرد اگر چاہے اور گنجائش ہو تو قربانی کرے ورنہ حلق کرالے یا بالوں کو چھوٹا کرالے لیکن حلق افضل ہے، حلق کے بعد احرام کے ممنوعات میں سے ساری چیزیں حلال ہو جاتی ہیں سوائے بیوی کے بیوی سے جماع یا دواعی جماع اب بھی ممنوع ہے جب تک کہ وہ طواف زیارت سے فارغ نہ ہو جائے۔

ثم يأتي مكة من يومه ذلك أو من الغد أو من بعد الغد فيطوف بالبيت طواف الزيارة سبعة أشواط فإن كان سعى بين الصفا والمروة عقيب طواف القدوم لم يرمل في هذا الطواف ولا سعي عليه وإن لم يكن قدم السعي رمل في هذا الطواف ويسعى بعده على ما قدمناه وقد حل له النساء وهذا الطواف المفروض في الحج ويكره تأخيره عن هذه الأيام فإن أخره عنها لزمه دم عند أبي حنيفة وقالا لا شيئ عليه.

۱۰؍ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہونچ کر طواف زیارت کی کوشش کرے:

حاجی کو چاہئے کہ ۱۰؍ ذی الحجہ کو منیٰ پہنچنے کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی اور ذبح اور حلق سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ آجائے اگر کسی وجہ سے ۱۰؍ کو نہ آسکے تو گیارہ کو آجائے اور اگر کسی وجہ سے گیارہ کو نہ آسکے تو بارہ کو آجائے بلا عذر شرعی اس سے زائد تاخیر کرنا مکروہ

تحریمی ہے اور تاخیر کی صورت میں حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق دم دینا ہوگا اور یہی قول مفتی بہ بھی ہے اگرچہ حضرات صاحبین دم کے قائل نہیں ہیں۔

بہرحال حاجی کے لئے دس ذی الحجہ ہی کو مکہ پہنچنا افضل ہے مکہ پہنچ کر بیت اللہ کا حاجی طواف کرے اس طواف کو طواف زیارت، طواف افاضہ، طواف فرض، ان تینوں ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اس طواف میں بھی سات چکر ہیں جن میں سے چار چکر فرض ہیں باقی واجب ہیں۔

اگر حاجی مفرد ہے اور اس نے طواف قدوم کے بعد صفا اور مروہ کی سعی کر لی تھی تو وہ اس طواف میں رمل نہیں کرے گا، اس لئے کہ رمل اسی طواف میں ہوتا ہے جس کے بعد سعی ہوتی ہے اور یہ چونکہ پہلے سعی کر چکا ہے اس لئے اس طواف کے بعد اس کے ذمہ سعی نہیں ہے چونکہ سعی کا تکرار مشروع نہیں ہے۔

اور اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی ہے تو اس طواف کے بعد سعی کرنا واجب ہے اور طواف میں رمل کرنا سنت ہے اس عمل سے فارغ ہونے کے بعد اب اس کے لئے بیوی بھی حلال ہو جائے گی اور یہ طواف حج میں فرض ہے اس کو بعض حضرات نے رکن بھی کہا ہے اور ولیطوفوا بالبیت العتیق سے مراد یہی طواف ہے۔

ثم یعود إلی منیٰ فیقیم بها فإذا زالت الشمس من الیوم الثانی من أیام النحر رمی الجمار الثلاث یبتدأ بالتی تلی المسجد فیرمیها بسبع حصیات یکبر مع کل حصیات ثم یقف عندها فیدعو ثم یرمی

التی تلیها مثل ذلک ویقف عندها ثم یرمی جمرة العقبة کذلک ولا یقف عندها فإذا کان من الغد رمی الجمار الثلاث بعد زوال الشمس کذلک وإذا أراد أن یتعجل النفر نفر إلی مکة وإن أراد أن یقیم رمی الجمار الثلاث فی الیوم الرابع بعد زوال الشمس کذلک فإن قدم الرمی فی هذا الیوم قبل الزوال بعد طلوع الفجر جاز عند أبی حنیفة وقالا لا یجوز ویکره أن یقدم الإنسان ثقله إلی مکة ویقیم بها حتی یرمی، فإذا نفر إلی مکة نزل بالمحصب ثم طاف بالبیت سبعة أشواط لا یرمل فیها وهذا طواف الصدر وهو واجب إلا علی أهل مکة ثم یعود إلی أهله.

۱۰/ذی الحجہ کوطواف زیارت سے فارغ ہوکرمنیٰ آ جائے:

طواف زیارت سے فارغ ہوکر ۱۰/ذی الحجہ کو رات ہو یا دن منیٰ واپس آجائے رات مکہ میں نہ گزارے۔ دوسرے دن یعنی ۱۱/ذی الحجہ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے۔

سنت یہ ہے کہ جو جمرہ مسجد خیف سے قریب ہے جس کو جمرہ اولی کہا جاتا ہے سب سے پہلے اس کی رمی کرے یعنی سات کنکری اس کو مارے اور سنت یہ ہے کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے یعنی **بسم الله الله اکبر رجماً للشیطان ورضاً**

للرحمن یہ کلمات کہے۔

رمی سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے اور قبلہ رخ ہوکر دعا کرے چونکہ اس کے بعد رمی ہے اس لئے وقوف کرے۔

اس کے بعد اسی طرح جمرہ وسطی کی رمی کرے یعنی سات کنکری مارے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے اور اس کے بعد ٹھہر کر دعا کرے۔

اس کے بعد جمرہ عقبہ (بزرگ شیطان) کی رمی کرے لیکن وہاں ٹھہرے نہیں رمی کر کے واپس آجائے چونکہ اس کے بعد رمی نہیں ہے۔

اسی طرح تیسرے دن یعنی ۱۲؍ذی الحجہ کو بھی زوال کے بعد مذکورہ بالا طریقہ کے مطابق تینوں جمرات کی رمی کرے۔

اس کے بعد حاجی اگر مکہ جانا چاہے تو منی سے ۱۳؍ذی الحجہ کی صبح صادق سے قبل جا سکتا ہے اور اگر ۱۳؍ذی الحجہ کی صبح صادق ہوگئی تو اس کے بعد چوتھے دن کی رمی لازم ہو جائے گی، لہذا چوتھے دن کی رمی زوال کے بعد کر کے جا سکتا ہے۔

چوتھے دن صبح صادق کے بعد رمی کا حکم:

لیکن اگر حاجی نے چوتھے دن کی رمی صبح صادق کے بعد کر لی تب بھی حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق جائز ہے لیکن حضرات صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے، لیکن اس مسئلہ میں مفتی بہ قول حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں

کہ حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے استحسان ہے ورنہ قیاس کا تقاضا وہی ہے جس کے قائل حضرات صاحبین ہیں۔

منیٰ میں قیام کے دوران حاجی کے جملہ لوازمات منی ہی میں رہنا چاہئے منیٰ سے روانگی سے قبل سامان اور خادم وغیرہ کو مکہ بھیجنا مکروہ ہے، چونکہ یہ دل کو منتشر کرتا ہے لہذا جس دن منیٰ سے جانا ہو اسی دن اپنے سامان وغیرہ کو لے کر جائے۔ اور جب مکہ جائے تو وادی محصب میں تھوڑی دیر سنت پر عمل کرنے کے لئے ٹھہر جائے اور یہ مستحب ہے۔

پھر جب تک مکہ میں قیام رہے نماز طواف وغیرہ کا اہتمام کرے۔

طواف وداع کا بیان:

اور جب وطن کے لئے روانگی ہو تو بیت اللہ کا الوادعی طواف کرے البتہ اس میں رمل نہیں ہے چونکہ اس طواف کے بعد سعی نہیں ہے اور اس طواف کا نام طواف صدر اور طواف وداع بھی ہے اور یہ واجب ہے لیکن صرف آفاقی کے لئے مکی کے لئے نہیں۔

لیکن حضرت امام ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ مکی کو بھی طواف صدر کرنا چاہئے چونکہ اس طواف کی وضع اعمال حج کے ختم کے لئے ہوئی ہے گویا کہ یہ علامت ہے اس بات کی کہ اب حج کے اعمال ختم اور مکمل ہو گئے (بدائع)۔

طواف وداع سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت واجب الطّواف ادا کرے،

اس کے بعد زمزم سیراب ہوکر پیئے، اس کے بعد ملتزم سے آکر چمٹ جائے اور غلاف کعبہ سے چمٹ کر جی بھر کر دعا کرے، اس کے بعد الٹے پاؤں واپس آئے تاکہ اخیر تک حسرت بھری نگاہ سے بیت اللہ کا الوداعی دیدار کرتا رہے، اور بیت اللہ کی جدائیگی پر حسرت دل میں ہو اور نگاہ پرنم ہو اور اگر ممکن ہو تو باب الوداع سے باہر نکلے۔

قبولیت دعاء کے پندرہ مقامات:

حاجی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ پندرہ مقامات وہ ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا وہاں دعا کا اہتمام کرنا چاہئے:

۱-طواف کرتے ہوئے۔

۲-ملتزم جو حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازہ کے درمیان ہے۔

۳-میزاب رحمت کے نیچے یہ میزاب (پرنالہ) حطیم میں ہے۔

۴-بیت اللہ کے اندر۔

۵-زمزم کے کنویں کے پاس۔

۶-مقام ابراہیم کے پیچھے۔

۷-صفا پہاڑی پر۔

۸-مروہ پہاڑی پر۔

۹-مسعی سعی کی جگہ۔

۱۰-میدان عرفات میں۔

۱۱-مزدلفہ میں۔

۱۲-منی میں۔

۱۳-جمرہ اولی۔

۱۴-جمرہ وسطی۔

۱۵-جمرہ عقبہ۔

حضرت حسن بصری نے اپنے رسالہ میں مقامات اجابت میں ان جگہوں کا تذکرہ کیا ہے۔

ملتزم کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے جب بھی ملتزم سے چمٹ کر میں نے دعا کی وہ دعا ضرور قبول ہوئی، اور دوسرے بہت سے اسلاف بلکہ اخلاف سے بھی یہ ثابت ہے۔

فإن لم يدخل المحرم مكة وتوجه إلى عرفات ووقف بها على ما قدمناه سقط عنه طواف القدوم ولا شيئ عليه لتركه، ومن أدرك الوقوف بعرفة ما بين زوال الشمس من يوم عرفة إلى طلوع الفجر من يوم النحر فقد أدرك الحج ومن اجتاز بعرفة وهو نائم أو مغمى عليه أو لم يعلم أنها عرفة أجزأه ذلك عن الوقوف.

سیدھے عرفات پہونچنے پر طواف قدوم ساقط ہوجاتا ہے:

اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھا اور سیدھا عرفات پہنچ گیا مکہ گیا ہی نہیں تو اس کی طرف سے طواف قدوم ساقط ہوجائے گا چونکہ طواف قدوم تحیۃ البیت ہے اور وہ بیت اللہ میں داخل ہی نہیں ہوالہذا طواف قدوم ساقط ہوجائے گا اور اس کے ترک کی وجہ سے اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا چونکہ طواف قدوم سنت ہے اور سنت کے چھوٹنے پر کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔

وقوف عرفہ کا وقت:

وقوف عرفہ کا وقت ۹/ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے ۱۰/ذی الحجہ کے صبح صادق تک ہے لہذا اس وقت میں اگر کوئی شخص تھوڑی دیر کے لئے بھی میدان عرفہ میں پہنچ گیا یا میدان عرفہ سے گذر گیا خواہ بیداری کی حالت میں یا سوتے ہوئے اسی طرح خواہ ہوش کی حالت میں یا بے ہوشی کی حالت میں تو اس کا وقوف صحیح اور معتبر ہوگا اور اس کا حج درست ہوجائے گا چونکہ رکن صرف وقوف ہے اور وہ وقت کے اندر پایا گیا اور نیت چونکہ وقوف کے لئے ضروری نہیں ہے لہذا سونے والے اور بیہوش کا وقوف بھی درست ہے۔

والمرأة فی جمیع ذلک کالرجل غیر أنها لا تکشف رأسها

وتكشف وجهها ولا ترفع صوتها بالتلبية ولا ترمل في الطواف، ولا تسعى بين الميلين الأخضريين ولا تحلق رأسها ولكن تقصر.

عورتوں کے لئے حج کے مخصوص احکام:

حج کے جو مسائل ابھی تک بیان کئے گئے ہیں وہ تمام چیزیں عورتوں کے لئے بھی ہیں البتہ چند چیزوں میں عورتیں مستثنیٰ ہیں اور خنثیٰ مشکل بھی عورتوں کے حکم میں ہے۔

۱-احرام کی حالت میں مرد کا سر کھلا رہے گا لیکن عورتیں سر نہیں کھولیں گی۔

۲-مرد اپنا چہرہ کھلا رکھیں لیکن عورتیں اپنے سر پر کوئی ایسی چیز باندھیں کہ اس پر کپڑا اڈالنے کے بعد کپڑا چہرہ سے نہ لگے اور چہرہ کا پردہ بھی ہو جائے جیسے کجاوا پر کپڑا ڈالدیا جاتا ہے۔

۳-تلبیہ کے کلمات عورتیں بلند آواز سے نہ پڑھیں چونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔

۴-طواف میں اضطباع عورتیں نہ کریں چونکہ اس میں کشف عورت لازم آئے گا۔

۵-طواف میں رمل نہ کریں۔

۶-میلین اخضرین کے درمیان نہ دوڑیں چونکہ کشف عورت کا اندیشہ ہے۔

۷-بال کا حلق نہ کرائیں۔

۸-احرام کی حالت میں عورتیں رنگین اور سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہیں۔

۹-چپل کے بجائے جوتا یا خفین استعمال کر سکتی ہیں۔

۱۰-ہاتھ میں دستانہ پاؤں میں موزہ عورتیں پہن سکتی ہیں۔

☆☆☆

المساعی المشکورہ فی الدعاء بعد المکتوبہ

یہ کتاب حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کے حکم پر اس خادم نے اس وقت لکھی جب ملاٹولہ شہر جونپور کے کچھ علماء، حضرت مولانا کے پاس آئے اور ایک تحریری سوالنامہ پیش کیا جس میں بنگلہ دیش کے ایک مشہور عالم مولانا فیض اللہ صاحب کا تذکرہ تھا کہ مولانا فیض اللہ صاحب فرائض کے بعد اجتماعی دعاء کو بدعت سیئہ قرار دیتے ہیں جس کو لے کر بنگلہ دیش کی مساجد اور عوام میں ایک فتنہ برپا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اس خادم کو بلا کر ایک کتاب کی تصنیف کا اس کے جواب میں حکم فرمایا، اس مسئلہ کے تمام تر جزئیات کا احاطہ کرتے ہوئے مولانا فیض اللہ صاحب کے اشکالات کے جوابات پر مشتمل جو کتاب تیار ہوئی اس کا نام "المساعی المشکورہ فی الدعاء بعد المکتوبہ" رکھا گیا۔

کتاب مکمل ہونے کے بعد حضرت مولانا کے حکم پر یہ کتاب شائع ہوئی اور خود حضرت مولانا نے اس کی تصدیق وتصویب کے ساتھ پذیرائی فرمائی اور شائع ہونے کے بعد ہندوستان کے اکابر علماء کے ہاتھوں میں یہ کتاب پہونچی۔

باب القران

القران أفضل عندنا من التمتع والإفراد، وصفة القران أن يجعل بالعمرة والحج معا من الميقات ويقول عقيب الصلاة اللهم إنى أريد الحج والعمرة فيسرهما لى وتقبل هما مني فإذا دخل مكة ابتدأ بالطواف فطاف بالبيت سبعة أشواط يرمل فى الثلاثة الأول منها ويسعى بعدها بين الصفا والمروة وهذه أفعال العمرة ثم يطوف بعد السعى طواف القدوم ويسعى بين الصفا والمروة كما بيناه فى المفرد.

حج کے اقسام ثلاثہ:

حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) افراد، (۲) قران، (۳) تمتع۔

۱- افراد کا بیان اس سے پہلے آچکا ہے حج افراد اس کو کہتے ہیں کہ حاجی میقات سے صرف حج کا احرام باندھے۔

۲-قران، لغوی اعتبار سے قران کے معنی دو چیزوں کے اکٹھا کرنے کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں قران کہتے ہیں حاجی کا ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج کو جمع کرنا ایک احرام کے ذریعہ۔

۳-تمتع اس کا بیان اگلے باب میں آرہا ہے۔

قران افضل ہے تمتع اور افراد سے:

حضرات احناف کے نزدیک قران، تمتع، اور افراد سے افضل ہے، چونکہ اس میں میقات سے جو احرام شروع ہوتا ہے وہ اس وقت ختم ہوتا ہے جب حاجی ارکان حج سے فارغ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں احرام کی حالت ممتد اور دراز ہوتی ہے جس کی وجہ سے حاجی کا مجاہدہ بڑھتا ہے اور اعمال میں جتنا مجاہدہ زیادہ ہو اسی اعتبار سے اجر بھی زیادہ ملتا ہے اسی وجہ سے قران، تمتع اور افراد سے افضل ہے۔

حج قران کا طریقہ:

اور قران کا طریقہ یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ اور حج دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے اور احرام کی دو رکعت ادا کرنے کے بعد ان الفاظ کے ساتھ نیت کرے اے اللہ میں عمرہ اور حج کی نیت کرتا ہوں ان دونوں کو میرے لئے آسان فرما اور میری طرف سے قبول فرما۔

قارن مکہ پہونچ کر کیا کرے؟

جب قارن مکہ مکرمہ پہنچے تو پہلے عمرہ کے افعال کو ادا کرے اس طور پر کہ بیت اللہ کا سات چکر طواف کرے اور اس سات چکر میں سے پہلے تین چکر میں اضطباع

کے ساتھ رمل بھی کرے اور باقی چار چکروں میں سکون اور وقار کے ساتھ اپنی حالت پر چلے اس کے بعد طواف کی دو رکعت ادا کرے پھر صفا ومروہ کے درمیان سعی کرے یہ عمرہ کے افعال ہیں طواف اور سعی کے ذریعہ اس کا عمرہ مکمل ہوگیا لیکن اس کے بعد حلق یا قصر نہ کرائے چونکہ اس کے ذمہ ابھی افعال حج باقی ہیں لہذا اگر حلق کرالیا تو اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوگا بلکہ اس کو دم دینا پڑے گا۔

افعال عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اب وہ مفرد کی طرح افعال حج کو شروع کرے یعنی سعی سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ کا پھر طواف کرے اور یہ طواف اس کا طواف قدوم کہلائے گا اور اس طواف کے ابتدائی تین چکروں میں اضطباع کے ساتھ رمل بھی کرے اور باقی چار چکروں میں سکون اور وقار کے ساتھ چلے اس کے بعد دو رکعت واجب الطّواف ادا کرے اس سے فارغ ہونے کے بعد حجر اسود کا استیلام کرے اور صفا پر پہنچ کر صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے جس کا بیان تفصیل کے ساتھ گذشتہ صفحات میں حج افراد کے ضمن میں آچکا ہے۔

فإذا رمى الجمرة يوم النحر ذبح شاة أو بقرة أو بدنة أو سبع بدنة أو بقرة فهذا دم القران فإن لم يكن له ما يذبح صام ثلاثة أيام فى الحج آخرها يوم عرفة فإن فاته الصوم حتى يدخل يوم النحر لم يجزه إلا الدم ثم يصوم سبعة أيام إذا رجع إلى أهله وإن صامها بمكة بعد فراغه من الحج جاز وإن لم يدخل القارن بمكة وتوجه إلى عرفات

فقد صار رافضاً لعمرته بالوقوف ویسقط عنه دم القران وعلیه دم لرفض العمرة وعلیه قضاؤها.

قارن کو حج کا احرام حرم سے نہیں باندھنا ہے:

قارن مذکورہ بالا افعال واعمال سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں قیام کرے اور نماز وطواف کا اہتمام کرے تا آں کہ آٹھ ذی الحجہ کی تاریخ آجائے تو اس وقت وہ منیٰ پہنچے چونکہ اس کا احرام باقی ہے اس لئے حرم سے اس کو حج کا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے نو ذی الحجہ کو زوال سے پہلے عرفات پہنچے اور عرفات سے غروب کے بعد مزدلفہ آئے اور دس کی صبح کو مزدلفہ سے منیٰ پہنچے منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کرے رمی سے فارغ ہونے کے بعد اس کے شکریہ میں ایک بکری یا گائے یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصہ کی قربانی واجب ہے اور اس کا نام دم قران ہے جس کو دم شکر بھی کہا جاتا ہے، لہذا اس قربانی کا گوشت خود بھی استعمال کرسکتا ہے اور اگر قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو ایام حج میں تین دن کا روزہ رکھے خواہ ایک ساتھ یا الگ الگ لیکن ان تین روزوں میں سے آخری روزہ عرفہ کے دن یعنی نو ذی الحجہ کو ہونا ضروری ہے اگر کسی وجہ سے یہ تین روزے نہیں رکھ سکا تا آں کہ یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کا دن آگیا تو اس کے ذمہ قربانی بہرحال لازم ہو جائے گی لیکن اگر کسی وجہ سے وہ قربانی نہیں کرسکا تو وہ حلال ہو جائے لیکن اس کو

دو دم دینا ہوگا (۱) دم قران، (۲) دم تحلیل۔

یعنی قربانی کرنے سے پہلے حلال ہونے کا دم، اور اگر یوم نحر سے پہلے تین روزے رکھ لئے تو اس کو یہ دو دوم نہیں دینے ہوں گے لیکن سات روزے وطن واپسی کے بعد رکھنا ہوگا تا کہ اس کے دس روزے مکمل ہو جائیں اور یہی مطلب ہے اللہ کے اس ارشاد کا "**فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة**" اور اگر حج سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت میسر آ گیا کہ قارن نے مکہ میں رہتے ہوئے سات روزے رکھ لئے تب بھی جائز ہے چونکہ وطن واپسی سے مراد افعال حج سے فراغت ہے۔

قارن کے سیدھے عرفات پہونچنے کا حکم:

اور اگر قارن ایسے وقت حج کے لئے پہنچا کہ مکہ میں داخلہ کی وقت میں گنجائش نہیں تھی جس کی وجہ سے سیدھے وہ عرفات پہنچ گیا اور میدان عرفہ میں پہنچ کر اس کو وقوف کا وقت بھی مل گیا تو اس کا وقوف بھی صحیح ہو گیا اور رکن کی ادائیگی بھی ہو گئی لیکن اس صورت میں اس کا عمرہ باطل ہو گیا چونکہ وقوف عرفہ کے بعد عمرہ کی ادائیگی اس کے لئے متعذر ہو گئی اس لئے کہ اس کے بعد اگر وہ عمرہ کرتا ہے تو افعال عمرہ کی بناء افعال حج پر لازم آئے گی اور یہ خلاف مشروع ہے لیکن عمرہ کے ٹوٹنے کی وجہ سے دم قران اس سے ساقط ہو جائے گا البتہ عمرہ توڑنے کا دم اس کے ذمہ واجب ہوگا اور اس

دم سے اس کے لئے کھانا جائز نہ ہوگا چونکہ یہ دم شکر نہیں بلکہ یہ دم جبر ہے نیز اس عمرہ کی قضاء اس کے ذمہ واجب ہوگی چونکہ وجوب کے بعد ادائیگی کا تحقق نہیں ہوا اس لئے قضاء لازم ہوگی۔

☆☆☆

باب التمتع

التمتع أفضل من الإفراد عندنا والتمتع على وجهين متمتع يسوق الهدى ومتمتع لا يسوق الهدى وصفة التمتع أن يبتدأ من الميقات فيحرم بالعمرة ويدخل مكة فيطوف لها ويسعى ويحلق أو يقصر وقد حل من عمرته ويقطع التلبية إذا ابتدأ بالطواف ويقيم بمكة حلالاً فإذا كان يوم التروية أحرم بالحج من المسجد الحرام وفعل ما يفعله الحاج المفرد وعليه دم المتمتع فإن لم يجد ما يذبح صام ثلاثة أيام فى الحج وسبعة إذ ارجع إلى أهله وإن أراد المتمتع أن يسوق الهدى أحرم وساق هديه فإن كانت بدنة قلدها بمزادة أو نعل واشعر البدنة عند أبى يوسف ومحمد رحمهما الله وهو أن يشق سنامها من الجانب الأيمن ولا يشعر عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى فإذا دخل مكة طاف وسعى ولم يحلل حتى يحرم بالحج يوم التروية فإن قدم الإحرام قبله جاز وعليه دم التمتع فإذا حلق يوم النحر فقد حل من الإحرامين وليس لأهل مكة تمتع ولا قران وإنما لهم الإفراد خاصة.

تمتع کے لغوی واصطلاحی معنی:

تمتع کے لغوی معنی نفع اٹھانے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں تمتع کہتے ہیں حج کے مہینوں میں عمرہ اور افعال عمرہ اور حج اور افعال حج کے احرام کو بغیر ملائے ہوئے جمع کرنا بایں طور کہ پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور افعال عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حلال ہوجائے اس کے بعد آٹھ ذی الحجہ کو مکہ ہی سے حج کا احرام باندھ کر افعال حج ادا کرے حنفیہ کے نزدیک تمتع افراد سے افضل ہے چونکہ اس میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے یعنی عمرہ اور حج اس معنی کر یہ قران کے بھی مشابہ ہے۔

متمتع کے اقسام:

متمتع یعنی تمتع کرنے والے کی دو قسمیں ہیں:

۱- وہ متمتع جو اپنے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور لے کر جائے۔

۲- وہ متمتع جو اپنے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور نہ لے جائے دونوں کے احکام الگ الگ ہیں جیسا کہ آگے آرہے ہیں۔

۱- وہ متمتع جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لے جائے اس کے لئے تمتع کا طریقہ یہ ہے کہ وہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد افعال عمرہ انجام دے یعنی عمرہ کا طواف کرے اس طواف میں اضطباع کے ساتھ پہلے

تین چکروں میں رمل کرے باقی چار چکر سکون اور وقار کے ساتھ چلے طواف سے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت واجب الطّواف ادا کرے اس کے بعد استیلام کر کے صفا پر پہنچ جائے اور صفا سے مروہ سات چکر سعی کرے اس کے بعد حلق یا قصر کروائے اس طرح اس کا عمرہ مکمل ہو جائے گا اور اسی کو عمرہ کہتے ہیں لہذا اگر کوئی شخص صرف عمرہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ جائے تو اس کو بھی صرف یہی تین کام کرنے ہوں گے:

۱- بیت اللہ کا طواف۔

۲- صفا مروہ کے درمیان سعی۔

۳- حلق یا قصر اس کے بعد اس کا وہ عمرہ مکمل ہو جائے گا اس کے ذمہ طواف قدوم نہیں ہے اور عمرہ کا طواف شروع کرتے ہی تلبیہ موقوف کر دے چونکہ عمرہ سے مقصود طواف اور سعی ہے لہذا جب اس نے طواف شروع کر دیا تو تلبیہ موقوف ہو جائے گا اس کے بعد حلال ہو کر مکہ میں قیام کرے اور طواف نماز و دیگر اذکار میں اپنے کو مصروف رکھے۔

متمتع یوم ترویہ کو مسجد حرام سے احرام باندھے:

جب ترویہ کا دن آئے تو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھے اگر چہ ترویہ سے پہلے اور اس کے بعد بھی احرام باندھنا جائز ہے نیز مسجد حرام کے علاوہ دوسری جگہ سے بھی احرام باندھنا جائز ہے لیکن مسجد حرام سے احرام باندھنا مستحب ہے چونکہ یہ مکی

کے حکم میں ہے اور مکی کی میقات حج میں حرم ہے اس کے بعد مفرد جن افعال کو ادا کرتا ہے اسی طرح سارے افعال کو یہ کرے البتہ طواف زیارت میں یہ شخص رمل کرے گا چونکہ اس کے بعد اسے سعی کرنی ہے لہذا اس کے بعد وہ سعی کرے چونکہ یہ متمتع کے حج کا پہلا طواف ہے، لیکن اگر متمتع حج کا احرام باندھنے کے بعد منی جانے سے پہلے طواف اور سعی کرے تو اس کے لئے طواف زیارت میں نہ رمل ہے اور نہ ہی اس کے بعد سعی کرنا ہے چونکہ یہ عمل وہ ایک مرتبہ کر چکا ہے لیکن اس کے ذمہ دم تمتع واجب ہے اور اس کی حیثیت دم شکر کی ہے لہذا اس قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اگر قربانی کرنے کی استطاعت نہ ہو تو اس کے بدلہ یوم نحر سے پہلے تین دن روزہ رکھے جس کا آخری دن یوم عرفہ ہو اور سات روزے وطن واپس آنے کے بعد رکھے لیکن اگر افعال حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں رہتے ہوئے روزہ رکھ لیا یا وطن پہنچنے سے پہلے راستہ میں روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ درست ہے۔

۲- وہ متمتع جو اپنے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور لے جائے اور قربانی کا جانور لے جانا افضل بھی ہے تو ایسا شخص میقات سے احرام باندھے اور ہدی کو اپنے ساتھ لے کر چلے اگر ہدی اونٹ یا اونٹنی ہو تو اس کے گلے میں ایک چمڑہ کا ٹکڑا باندھ دے یا جوتا لٹکا دے یہ اس کے ہدی ہونے کی علامت ہے، اور اگر اشعار کرے تو حضرت امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک اس کی بھی اجازت ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں اشعار یہ ہے کہ اونٹ یا اونٹنی کے داہنے کوہان کو کاٹ

دے اور اس کے خون کو اس پر لیپ دے یہ بھی اس جانور کے ہدی ہونے کی پہچان ہے لیکن بعض فقہاء بائیں کوہان کے شق کے قائل ہیں، کیونکہ حضورﷺ سے یہی ثابت ہے ایسا شخص جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو افعال عمرہ یعنی طواف اور سعی سے فارغ ہونے کے بعد اپنے عمرہ سے حلال نہ ہو یعنی حلق یا قصر نہ کرائے تا آنکہ دس ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد اپنے ساتھ لائے ہوئے ہدی کی قربانی نہ کرے افعال عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد ایسے شخص کا احرام باقی رہے گا لیکن یوم الترویہ یعنی آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ جانے سے پہلے حج کا احرام مسجد حرام سے باندھنا ہوگا اگر احرام یوم الترویہ سے پہلے باندھ لے تب بھی جائز ہے اور اس کے ذمہ دم تمتع بھی واجب ہوگا دس ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد قربانی سے فارغ ہو کر جب حلق کرائے گا تو دونوں احرام سے نکل جائے گا یعنی حج اور عمرہ دونوں کا احرام ختم ہو جائے گا۔

اہل مکہ یعنی مکہ میں رہنے والے اور وہ لوگ جو ان کے حکم میں ہیں یعنی جو میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے تمتع اور قران مشروع نہیں ہیں ان کے لئے صرف افراد مشروع ہے۔

وإذا عاد المتمتع إلى بلده بعد فراغه من العمرة ولم يكن ساق الهدى بطلت تمتعه ومن أحرم بالعمرة قبل أشهر الحج فطاف لها أقل من أربعة أشواط ثم دخلت اشهر الحج فتممها وأحرم بالحج كان متمتعاً وإن طاف لعمرته قبل اشهر الحج أربعة أشواط فصاعداً

ثم حج من عامه ذلک لم یکن متمتعاً واشهر الحج شوال وذو القعدة وعشر من ذی الحجة فإن قدم الإحرام بالحج علیها جاز إحرامه وانعقد حجا وإذا حاضت المرأة عند الإحرام اغتسلت وأحرمت وصنعت کما یصنع الحاج غیر أنها لا تطوف بالبیت حتی تطهر وإن حاضت بعد الوقوف بعرفة وطواف الزیارة انصرفت من مکة ولا شیئ علیها لترک طواف الصدر.

اگر متمتع جو اپنے ساتھ ہدی کا جانور نہیں لے گیا تھا عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد مکمل حلال ہوکر اپنے گھر لوٹ آئے تو اس کا تمتع باطل ہوجائے گا۔

اور اگر کسی شخص نے عمرہ کا احرام حج کے مہینہ سے پہلے باندھ لیا اور عمرہ کا چار چکر سے کم طواف بھی کرلیا باقی چکر کو اس نے مکمل نہیں کیا یہاں تک کہ حج کا مہینہ شروع ہوگیا تب عمرہ کے باقی چکروں کو اس نے حج کے مہینہ میں مکمل کیا اور اسی کے ساتھ اس نے حج کا احرام بھی باندھ لیا، تو وہ متمتع ہوجائے گا اور اگر اشہر حج سے پہلے عمرہ کے طواف کا چار چکر یا اس سے زیادہ کرلیا باقی چکر اشہر حج میں مکمل کیا اور پھر اس نے حج کا احرام باندھ لیا تو وہ متمتع نہیں کہلائے گا چونکہ عمرہ کے طواف کا اکثر چکر اشہر حج سے پہلے اس نے ادا کرلیا ہے تو گویا کہ یہ اشہر حج سے پہلے اپنا عمرہ مکمل کر چکا ہے اور مناسک میں اکثر کو کل کا حکم دیا جاتا ہے۔

حج کے مہینے:

حج کے مہینہ میں شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ کا دس دن داخل ہے لہذا اگر کسی شخص نے حج کا احرام شوال سے پہلے باندھ لیا تو اس کا احرام باندھنا درست ہے اور اس کا حج منعقد ہو جائے گا لیکن افعال حج، حج کے مہینوں میں ہی ادا کئے جاسکتے ہیں۔

احرام کے وقت حیض کے آنے کا حکم:

اگر کسی عورت کو احرام کے وقت حیض آنا شروع ہو جائے تب بھی وہ احرام کے لئے غسل کر سکتی ہے لہذا غسل کرے اور احرام باندھ لے اور اس کے بعد وہ تمام افعال کرے جن کو حجاج کرتے ہیں یعنی عرفہ کا وقوف مزدلفہ کا وقوف جمرات کی رمی وغیرہ البتہ جب تک پاک نہ ہو جائے بیت اللہ کا طواف نہ کرے اس لئے کہ اس حالت میں بیت اللہ میں داخل ہونا ممنوع ہے۔

اگر کسی عورت کو طواف زیارت کے بعد حیض شروع ہو جائے اور وہ مکہ سے واپس آنا چاہتی ہو تو طواف صدر چھوڑ کر مکہ سے نکل سکتی ہے چونکہ حضور پاک ﷺ سے حائضہ عورتوں کو طواف صدر چھوڑنے کی اجازت دینا ثابت ہے۔

☆☆☆

حبیب العلوم شرح سلم العلوم



منطق ایک ایسا دقیق فن ہے جس سے بعض حضرات نے اتنی دوری بنائی کہ اس فن سے اشتغال ہی کو لغو کام قرار دے دیا اور بعض حضرات نے اپنے موقف میں اتنی شدت اختیار کی کہ ''یجوز الاستنجاء باوراق المنطق'' تک لکھ ڈالا، لیکن ہمارے اکابرین واسلاف کے نصاب ونظام تعلیم وتربیت میں منطق وفلسفہ کا عمل دخل رہا۔

بلکہ دارالعلوم دیوبند نے ترجیحی طور پر اس فن کو مطمح نظر رکھا، اس حسین امتزاج معقولیت ومنقولیت کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کے فضلا کو میدان عمل میں وہ فوقیت حاصل رہی جو دوسرے ادارہ کے فضلاء نہیں حاصل کر سکے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ منطق وفلسفہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا۔

بُرا کہتے ہیں منطق کو جو ہیں منطق سے ناواقف
بُرا کہنے سے منطق میں خلل کچھ آ نہیں سکتا
اگر اندھا نہ دیکھے روشنی، یہ نقص ہے اس کا
طلوعِ شمسِ انور کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا

زمانہ تدریس میں ایک لمبے عرصہ تک اس خادم کے ذمہ سلم العلوم کی تدریس رہی اور بہت شوق و دلچسپی کے ساتھ اس فن کو فنی اعتبار سے پڑھاتا رہا، زمانہ تدریس کے مطالعہ کا ماحصل وخلاصہ ''حبیب العلوم شرح سلم العلوم'' ہے۔

باب الجنايات

إذا تطيب المحرم فعليه الكفارة، فإن تطيب عضواً كاملاً فما زاد فعليه دم، وإن تطيب أقل من عضو فعليه صدقة، وإن لبس ثوباً مخيطاً أو غطى رأسه يوماً كاملاً فعليه دم، وإن كان أقل من ذلك فعليه صدقة، وإن حلق ربع رأسه فصاعداً فعليه دم، وإن حلق أقل من الربع فعليه صدقة، وإن حلق موضع المعاجم من الرقبة فعليه دم عند أبي حنيفة وقال أبويوسف ومحمد عليه صدقة، وإن قص أظافير يديه ورجليه فعليه دم، وإن قص يداً أو رجلاً فعليه دم، وإن قص أقل من خمسة أظافير متفرقة من يديه ورجليه فعليه صدقة عند أبي حنيفة وأبي يوسف وقال محمد عليه دم.

ممنوعات احرام:

جنایات، جنایت کی جمع ہے اور جنایت سے مراد احرام کی حالت میں ممنوعات احرام کا ارتکاب ہے۔ ممنوعات کئی طرح کے ہیں بعض وہ ہیں جن سے حج وعمرہ ہی باطل ہوجاتا ہے بعض وہ ہیں جس کی وجہ سے دم واجب ہوتا ہے، بعض وہ ہیں

جس کی وجہ سے صدقہ واجب ہوتا ہے بہرحال ہر طرح کے محظورات کے ارتکاب کا حکم اس باب میں تفصیل سے آرہا ہے۔

محرم کے خوشبو لگانے کا حکم:

اگر کسی محرم نے خوشبو لگالیا تو اس کے ذمہ کفارہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اعضاء جسم میں سے کسی عضو کے پورے حصہ میں خوشبو لگالی مثلاً پورے سر یا پورے ہاتھ یا پورے پاؤں میں تو اس کو دم دینا ہوگا چونکہ جنایت کامل ہے لہذا اس کی سزا بھی کامل ہوگی۔

اور اگر عضو کے چوتھائی یا تہائی حصہ پر خوشبو لگائی تو اس کو صدقہ دینا ہوگا چونکہ جنایت قاصر ہے اس لئے سزا بھی قاصر ہوگی لیکن امام محمد اس صورت میں بھی دم کے وجوب کے قائل ہیں انہوں نے جز کو کل پر قیاس کیا ہے لہذا جب کل میں دم ہے تو جز میں بھی دم ہوگا۔

لیکن صحیح قول وہی ہے جس کے قائل حضرت امام ابوحنیفہ وابو یوسف ہیں۔

محرم کا سلا ہوا کپڑا پہننا:

اسی طرح اگر کسی شخص نے سلا ہوا کپڑا معتاد طریقہ پر پہن لیا یا سر کو معتاد طریقہ پر چھپالیا اور اس حال میں پورا دن یا پوری رات گزر گئی تو اس پر دم واجب ہوگا

اور اگر اس سے کم وقت استعمال کیا تو صدقہ واجب ہوگا۔

اور اگر معتاد طریقہ پر استعمال نہیں کیا مثلاً سلے ہوئے کرتہ کو چادر کی طرح اوڑھ لیا یا پائجامہ کو لنگی کی طرح باندھ لیا تو اس میں کچھ بھی واجب نہیں ہوگا چونکہ یہ معتاد طریقہ پر پہننا نہیں ہوا۔

اسی طرح اگر عبا یا قبا کو مونڈھے پر رکھ لیا آستین میں ہاتھ نہیں ڈالا تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح سر پر رکھنا بھی معتاد طریقہ پر ہو لہٰذا اگر غیر معتاد طریقہ پر سر پر کوئی چیز رکھی جیسے کوئی گٹھری رکھ لی تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

محرم کے بال کاٹنے کا حکم:

اسی طرح اگر سر یا داڑھی کے چوتھائی حصہ یا اس سے زائد بال کو کاٹ دیا تو دم واجب ہوگا اور اگر اس سے کم بال کو کاٹا تو صدقہ دینا ہوگا۔

اسی طرح اگر دونوں بغل یا صرف ایک بغل کا بال بنایا، یا زیر ناف بنالیا، یا گردن کے بال بنالیا، اگر پورا بال بنالیا تو دم واجب ہوگا اور اگر تھوڑا بنایا تو صدقہ دینا ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے گردن کے بال یا دونوں مونڈھوں کے درمیان کے بال کاٹ دیئے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق اس کو دم دینا ہوگا، لیکن حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ اس کو صدقہ دینا ہوگا لیکن اس مسئلہ میں صحیح قول حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

محرم کا ناخون کاٹنا:

اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے ہاتھ پاؤں کے سارے ناخون ایک مجلس میں کاٹ لئے تو اس کو دم دینا ہوگا، اور اگر متعدد مجلس میں ناخون کاٹے تو متعدد دم دینا ہوگا۔

اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخون کاٹے تب بھی دم دینا ہوگا چونکہ اس باب میں ربع ایک چوتھائی بھی کل کے حکم میں ہے۔

اور اگر پانچ ناخون ہاتھ اور پاؤں کے متفرق مقامات سے کاٹ لئے تو حضرات شیخین کی رائے کے مطابق ہر ناخون کے بدلے ایک صدقہ دینا ہوگا۔

اور حضرت امام محمدؒ کی رائے کے مطابق دم دینا ہوگا۔ لیکن مفتی بہ قول اس مسئلہ میں حضرات شیخین کا ہے۔

وإن تطيب أو حلق أو لبس من عذر فهو مخير إن شاء ذبح شاة وإن شاء تصدق على ستة مساكين بثلاثة أصوع من الطعام وإن شاء صام ثلاثة أيام وإن قبل أو لمس بشهوة فعليه دم أنزل أو لم ينزل ومن جامع في أحد السبيلين قبل الوقوف بعرفة فسد حجه وعليه شاة ويمضي في الحج كما يمضي من لم يفسد حجه وعليه القضاء وليس عليه أن يفارق امرأته إذا حج بها في القضاء عندنا ومن جامع بعد الوقوف بعرفة لم يفسد حجه وعليه بدنة ومن جامع بعد الحلق فعليه شاة.

خوشبو لگانے کا حکم:

اگر محرم نے خوشبو لگایا یا بال کٹوایا، یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا عذر کی وجہ سے تو اس کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو وہ بکری ذبح کرے اور اگر چاہے تو تین صاع غلہ ۶ مسکینوں کو صدقہ کردے یعنی ہر مسکین کو نصف صاع غلہ دیدے اور اگر چاہے تو ۳ روزے رکھ لے چونکہ ارشاد باری ہے: ''**ففدية من صيام أو صدقة أو نسک**''، اور اس کی تفسیر آقا علیہ وسلم سے وہی منقول ہے جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔

روزہ کہیں بھی رکھا جا سکتا ہے چونکہ روزہ ہر جگہ عبادت ہے اس کا حرم میں ہونا ضروری نہیں اسی طرح صدقہ کہیں بھی ادا کیا جا سکتا ہے لیکن بکری بالاتفاق حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر محرم نے بیوی کا بوسہ لے لیا یا اس کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگا دیا تو خواہ انزال ہو یا نہ ہو اس پر دم واجب ہے چونکہ احرام کی وجہ سے دواعی جماع بھی مطلقاً حرام ہے لیکن صاحب جامع صغیر نے وجوب دم کو مقید کیا ہے انزال کے ساتھ اور قاضی خاں نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

احرام کی حالت میں جماع کا حکم:

اگر کسی شخص نے عرفہ کے وقوف سے پہلے کسی انسان کے اگلے یا پچھلے راستوں میں سے کسی میں جماع کرلیا تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا اور اس پر دم واجب

ہوگا ایک بکری یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ ذبح کرنا ہوگا، لیکن وقوف عرفہ، مزدلفہ، منی میں اسی طرح حاضری دینی ہوگی جس طرح ایک حاجی حاضری دیتا ہے لیکن اس کی قضا اس کے ذمہ واجب ہوگی حج خواہ فرض ہو یا نفل بہر صورت فوراً قضاء کرنی ہوگی، اور جب اس فاسد حج کی قضا کرے گا تو بغیر بیوی کے حج کرنا واجب نہیں ہے اور اگر اندیشہ ہو کہ کہیں پھر گڑ بڑ ہوسکتا ہے تو بغیر بیوی کے حج کرنا اس کے لئے مستحب ہے۔

اور اگر وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا البتہ ایک بڑا جانور دم میں دینا ہوگا چونکہ جنایت بڑی ہے اس لئے دم بھی بڑا دینا ہوگا۔ اور اگر پھر دوبارہ جماع کرلیا تو دم میں بکری دینا ہوگا۔

اور اگر وقوف عرفہ، مزدلفہ، جمرہ عقبہ کی رمی اور حلق کے بعد جماع کرلیا تب بھی دم دینا ہوگا لیکن دم میں بکری دینا ہوگا، چونکہ جب تک طواف زیارت سے فارغ نہ ہو جائے بیوی حلال نہیں ہوتی اس کے حق میں ابھی احرام باقی ہے لہذا ممنوعات احرام کے ارتکاب کی وجہ سے دم دینا ہوگا، لیکن پہلے کے مقابلہ میں یہ جنایت ہلکی ہے اس لئے دم میں بکری دینا ہوگا۔

ومن جامع في العمرة قبل أن يطوف أربعة أشواط أفسدها ومضى فيها وقضاها وعليه شاة وإن وطئ بعد ما طاف أربعة أشواط فعليه شاة ولا تفسد عمرته ولا يلزمه قضاؤها ومن جامع ناسياً كمن جامع عامداً في الحكم، ومن طاف طواف القدوم محدثاً فعليه صدقة وإن كان جنباً فعليه

شاة وإن طاف طواف الزيارة محدثاً فعليه شاة وإن كان جنباً فعليه بدنة والأفضل أن يعيد الطواف ما دام بمكة ولا ذبح عليه ومن طاف طواف الصدر محدثاً فعليه صدقة وإن كان جنباً فعليه شاة.

عمرہ مکمل کرنے سے پہلے جماع کا حکم:

اگر کسی شخص نے عمرہ کا طواف شروع کیا جس کی حیثیت حج میں وقوف عرفہ جیسی ہے اور چار چکر پورے کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرلیا، یا طواف شروع کرنے سے قبل جماع کرلیا تو اس کا عمرہ فاسد ہوگیا اب اس کو دم دینا ہوگا اور دم میں بکری واجب ہوگی چونکہ عمرہ کا مرتبہ حج سے کم ہے اس لئے بدنہ کے بجائے بکری دینی ہوگی۔اور اس عمرہ کی فوراً قضاء کرنی ہوگی۔

اور اگر چار چکر طواف کرنے کے بعد جماع کیا تو اس کا عمرہ فاسد نہیں ہوگا اور نہ قضاء واجب ہوگی البتہ دم دینا ہوگا اور دم میں بکری ادا کرنی ہوگی۔

اور اگر احرام کی حالت میں جماع کرلیا خواہ بھول کر کیا ہو یا نادانی کی وجہ سے کیا ہو، یا نیند کی حالت میں کیا ہو، یا زبردستی کسی نے جماع پر مجبور کیا ہو یہ ساری صورتیں عمد کی ہیں۔

حج کے مسائل میں ناسی بھی عامد کے درجہ میں ہے اس لئے ہر حاجی کو بیدار مغز رہنے کی ضرورت ہے۔

طواف قدوم یا طواف زیارت بلا وضوء کرنے کا حکم:

اگر کسی شخص نے طواف قدوم حدث کی حالت میں یعنی بلا وضو کرلیا تو اس کو صدقہ نکالنا ہوگا، اسی طرح کوئی بھی نفل طواف بلا وضو کرنے پر صدقہ دینا ہوگا۔

اور اگر جنایت کی حالت میں طواف قدوم کیا تو دم دینا ہوگا یعنی بکری ذبح کرنا ہوگا۔

اور اگر طواف زیارت کا کل یا اکثر حصہ بغیر وضو کے کیا تو دم واجب ہوگا یعنی بکری دینا ہوگا چونکہ یہاں کمی رکن میں ہوئی ہے لہذا اس کی تلافی بغیر دم کے نہیں ہوگی۔

اور اگر مکمل طواف زیارت یا اکثر حصہ طواف زیارت کا جنابت کی حالت میں کیا تو دم میں بدنہ یعنی بڑا جانور دینا ہوگا۔ چونکہ جنایت بڑی ہے اس لئے دم بھی بڑے جانور کا دینا ہوگا۔

اور افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ میں رہے وہ طواف جو حدث یا جنابت کی حالت میں کیا ہے باوضو اور باغسل اس کا اعادہ کرے یعنی دوبارہ طواف کرے، لیکن اس صورت میں اصح قول یہ ہے کہ ایسے شخص کو دوبارہ طواف کرنے کا حکم دیا جائے اور اس پر لازم ہے کہ دوبارہ طواف کرے۔ اگر بے وضو والے طواف کا اعادہ کرلیا خواہ کسی وقت کرلے اور طواف زیارت کا اعادہ ایام نحر میں کرلیا تو دم ساقط ہوجائے گا اور اگر ایام نحر کے بعد کیا تو دم ساقط نہیں ہوگا۔

اور اگر طواف صدر بلا وضو کرلیا تو صدقہ دینا ہوگا، اور اگر جنابت کی حالت میں کیا تو دم دینا ہوگا یعنی بکری دینا ہوگا، اس مسئلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ دونوں صورتوں میں دم دینا ہوگا لیکن اصح قول وہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا۔

وإن ترک طواف الزیارة ثلاثة أشواط فما دونها فعلیه شاة وإن ترک أربعة أشواط بقی محرماً أبدا حتی یطوفها، ومن ترک ثلاثة أشواط من طواف الصدر فعلیه صدقة، وإن ترک طواف الصدر أو أربعة أشواط منه فعلیه شاة، ومن ترک السعی بین الصفاوالمروة فعلیه شاة وحجه تام، ومن أفاض من عرفات قبل الإمام فعلیه دم ومن ترک الوقوف بمزدلفة فعلیه دم، ومن ترک رمی الجمار فی الأیام کلها فعلیه دم، وإن ترک رمی إحدی الجمار الثلاث فعلیه صدقة وإن ترک رمی جمرة العقبة فی یوم النحر فعلیه دم.

طواف زیارت کے تین چکر چھوٹنے کا حکم:

اگر کسی حاجی نے طواف زیارت کے تین چکر یا اس سے کم کو چھوڑ دیا تو اس کے ذمہ دم کی ادائیگی ضروری ہے اور دم میں بکری دینا ہوگا چونکہ طواف کے چکروں میں سے کم چکر چھوٹے ہیں لہٰذا نقصان بھی کم مانا گیا ہے اسی وجہ سے دم میں بکری دینی ہوگی اور اگر چار چکر یا اس سے زیادہ طواف زیارت کا چھوٹ جائے تو جب تک کہ طواف مکمل نہیں کرے گا

اس وقت تک بیوی سے ملاقات کی حرمت باقی رہے گی اور بیوی کے حق میں محرم رہے گا لہذا اگر بغیر طواف مکمل کئے حاجی نے بیوی سے جماع کرلیا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

طواف صدر کے تین چکر چھوڑنے کا حکم:

اگر کسی حاجی نے طواف صدر کے تین چکر یا اس سے کم چھوڑ دیئے تو ہر چکر کے بدلے اس کو صدقہ دینا ہوگا اور اگر طواف صدر مکمل چھوڑ دیا یا چار چکر یا اس سے زیادہ چھوڑ دیا تو اس کو دم دینا ہوگا اور دم میں بکری ذبح کرنی ہوگی چونکہ اس نے واجب کو چھوڑا ہے لیکن اسی کے ساتھ جب تک وہ مکہ میں رہے اس کو حکم دیا جائے گا کہ طواف کا اعادہ کرلے تاکہ واجب کی ادائیگی وقت میں ہوسکے۔

سعی چھوڑنے کا حکم:

اور اگر کسی شخص نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو مکمل چھوڑ دیا یا اکثر چکر کو چھوڑ دیا یا بغیر عذر کے سواری پر بیٹھ کر سعی کی یا مروہ سے سعی کی ابتداء کی ان سب صورتوں میں اس پر دم واجب ہوگا اور دم میں بکری دینی ہوگی چونکہ صفا ومروہ کی سعی واجب ہے لیکن حج مکمل ہوجائے گا۔

غروب سے پہلے میدان عرفہ سے نکلنے کا حکم:

اگر کوئی حاجی میدان عرفات سے امام کے کوچ کرنے سے پہلے کوچ

کر جائے یعنی میدان عرفہ سے نکل جائے یا غروب سے پہلے میدان عرفہ سے نکل جائے تو اس پر بھی دم واجب ہوگا الا یہ کہ غروب سے پہلے میدان عرفہ سے نکلنے کے بعد میدان عرفہ میں پھر واپس چلا جائے تو دم ساقط ہو جائے گا، لیکن اگر غروب کے بعد وہ واپس میدان عرفہ میں آیا تو اس کا دم ساقط نہیں ہوگا۔

وقوف مزدلفہ چھوڑنے کا حکم:

اگر کسی حاجی نے مزدلفہ کا وقوف بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑ دیا تو اس پر دم واجب ہوگا اس لئے کہ وقوف مزدلفہ بھی واجبات حج میں سے ہے۔

رمی چھوڑنے کا حکم:

اگر کسی حاجی نے دس گیارہ بارہ تینوں دن کی رمی نہیں کی تو اس پر دم واجب ہوگا لیکن چونکہ جنس متحد ہے اس لئے ایک دم کافی ہوگا اور اگر کسی شخص نے صرف ایک دن کی رمی ترک کی تو اس پر بھی ایک دم واجب ہوگا اور اگر کسی شخص نے گیارہ بارہ کی رمی میں سے کسی ایک دن تینوں جمرات میں سے کسی ایک جمرہ کی رمی چھوڑ دی تو ہر کنکری کے بدلے ایک صدقہ دینا ہوگا اور اگر دس ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی چھوڑ دی یا اس کے کنکری میں سے اکثر کنکریوں کو چھوڑ دیا تو اس کے ذمہ دم واجب ہوگا چونکہ جمرہ عقبہ کی رمی دس ذی الحجہ کا ایک مستقل عمل ہے لہذا اس کا چھوڑنا موجب دم ہوگا۔

ومن أخر الحلق حتى مضت أيام النحر فعليه دم عند أبي

حنيفة و كذلک إن أخر طواف الزيارة عند أبی حنيفة رحمه الله.

حلق میں تاخیر کا حکم:

اور اگر کسی حاجی نے حلق کو اس کے وقت سے موخر کر دیا یہاں تک کہ ایام نحر بھی گذر گئے تو حضرت امام ابوحنیفہ کی رائے کے مطابق اس کو دم دینا ہوگا، اسی طرح اگر طواف زیارت ایام نحر میں نہیں کر سکا تو بھی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق دم دینا ہوگا لیکن حضرات صاحبین کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں دم واجب نہیں ہوگا اور یہی اختلاف ان دونوں حضرات کا تاخیر رمی میں بھی ہے اور ایک عمل کو دوسرے عمل پر مقدم و موخر کرنے پر بھی ہے۔ مثلاً رمی سے پہلے حلق کرنا، یا ذبح سے پہلے حلق کر لینا لیکن اس مسئلہ میں مفتی بہ قول حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے۔

لیکن اس زمانہ کے اعتبار سے فقہاء عصر کے فقہی سیمیناروں اور فقہی اجتماعات میں حضرات صاحبین کے قول کو حالات کے تناظر میں ترجیح دی گئی ہے لہذا تقدیم وتاخیر موجب دم نہیں ہے، البتہ کوشش اس کی ضرور کی جائے کہ ہر عمل اپنے محل میں ادا ہو، جان بوجھ کر اس میں تقدیم وتاخیر نہ کی جائے۔

وإذا قتل المحرم صيداً أو دل عليه من قتله فعليه الجزاء سواء فی ذالک العامد والناسی والمبتدی والعائد، والجزاء عند أبی حنيفةؒ وأبی يوسفؒ أن يقوّم الصيد فی المكان الذی قتله فيه أو فی

أقرب المواضع منه إن كان فيه برية يقومه ذوا عدل ثم هو مخير في القيمة إن شاء ابتاع بها هدياً فذبحه إن بلغت قيمته هدياً وإن شاء يشتري بها طعاماً فتصدق به على كل مسكين نصف صاع من بر أو صاعاً من تمر أو شعير وإن شاء صام عن كل نصف صاع من بر يوماً وعن كل صاع من شعير يوماً فإن فضل من الطعام أقل من نصف صاع فهو مخير إن شاء تصدق به وإن شاء صام عنه يوماً كاملاً وقال محمدؒ يجب في الصيد، النظير في ما له نظير، ففي الظبي شاة وفي الضبع شاة وفي الأرنب عناق وفي النعامة بدنة وفي اليربوع جفرة.

محرم کے شکار کا حکم:

اور اگر کسی محرم نے کسی شکار کو قتل کر دیا یعنی کسی خشکی کے جانور کو مار دیا جو اصل خلقت کے اعتبار سے مباح ہو خواہ وہ کسی کا مملوک ہو یا آزاد ہو یا کسی ایسے غیر محرم کو بتلا دیا جو اس جانور سے واقف نہیں تھا تا کہ وہ اس کا شکار کر لے تو اس صورت میں جزاء دینا ہوگا، شکار کا قتل خواہ جان بوجھ کر کیا ہو یا غلطی سے یعنی اس نے مارا کسی اور کو لگ گیا شکار کو، اسی طرح احرام کی حالت یاد ہو یا نہ ہو، اسی طرح ابتداءً اس نے شکار کو قتل کیا ہو یا اس کا تعاقب کر کے بار بار اس پر وار کیا ہو ان سب کا حکم ایک ہی ہے۔

جزاء کے سلسلہ میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ

جس جانور کو محرم نے قتل کیا ہے اور جس جگہ پر قتل کیا ہے اس جگہ یا اس کے قریبی جگہ میں اس کی جو قیمت دو عادل آدمی کی نگاہ میں ہو وہ قیمت معتبر ہوگی، اگر چہ فقہاء ایک آدمی کو بھی کافی قرار دیتے ہیں لیکن دو کا ہونا اولی ہے، جیسا کہ عام طور پر حقوق العباد میں دو کی بات کہی گئی ہے، مقتول جانور کی دو آدمی جو قیمت طے کردیں اب اس کے بعد محرم کو اختیار ہے کہ اس قیمت سے کوئی ہدی خرید کر مکہ میں ذبح کردے بشرطیکہ وہ قیمت اتنی ہو کہ اس کے ذریعہ ہدی کا خریدنا ممکن ہو اور ہدی سے مراد وہ جانور ہے جن کی قربانی اضحیہ میں کرنا جائز ہے خواہ گائے ہو یا بیل ہو، یا بھینس ہو یا اونٹ ہو یا بکری ہو، اور اگر قیمت ہدی کی قیمت سے کم ہو یا وہ ہدی خریدنا نہ چاہے تو اس کے بدلے غلہ خرید کر اس غلہ کو جہاں چاہے صدقہ کردے۔

صدقہ خواہ مکہ میں کرے یعنی حرم میں یا غیر حرم میں، صدقہ کرنے کی صورت میں اس کو ضرور ملحوظ رکھے کہ ایک مسکین کو کم از کم گیہوں سے نصف صاع اور کھجور یا جو سے ایک صاع دے چونکہ اس سے کم دینا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کے برابر قیمت مساکین کو دیدے تو بھی جائز ہے، اور اگر چاہے تو نصف صاع گیہوں کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھے اسی طرح ایک صاع کھجور یا جو کے بدلے بھی ایک دن کا روزہ رکھے لہذا اگر کسی شخص کے ذمہ کسی شکار کے قتل کی قیمت مثال کے طور پر بیس درہم بنی ہو اور بیس درہم کا گیہوں چالیس صاع آتا ہو تو اس کو اسی روزے رکھنے ہوں گے اسی طرح کھجور یا جو تیس درہم کا اگر بیس صاع آتا ہو تو اس کو بیس روزے رکھنے ہوں گے۔

اور اگر غلہ خرید کر تقسیم کیا اور نصف صاع دینے کے بعد اخیر میں نصف صاع سے کم بچ گیا تو اس کو اختیار ہوگا اگر چاہے تو اتنے ہی غلے کو کسی الگ مسکین کو صدقہ کردے اور اگر چاہے تو اس کے بدلے مکمل ایک دن کا روزہ رکھے چونکہ ایک دن سے کم کا روزہ مشروع نہیں ہے۔

لیکن حضرت امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ جن جانوروں میں اس کی نظیر کا ملنا ممکن ہے اس میں اس کی نظیر واجب ہوگی اور جن جانوروں میں کوئی نظیر نہ ہو جیسے چڑیا اور کبوتر وغیرہ تو اس میں بالاتفاق قیمت دینی ہوگی، لہذا اگر کسی نے ہرن کا شکار کیا تو اس کے بدلے میں بکری دینی ہوگی، اسی طرح گوہ کے شکار میں بھی بکری دینی ہوگی، چونکہ بکری ان دونوں کی نظیر ہے اور اگر کسی نے خرگوش کا شکار کیا تو عناق دینا ہوگا عناق بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ایک سال سے کم کا ہو اور اگر کسی نے شترمرغ کا شکار کیا تو اس میں بدنہ یعنی بڑا جانور دینا ہوگا اور اگر جنگلی چوہے کا کسی نے شکار کیا تو اس میں جفرہ دینا ہوگا، جفرہ بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو چار مہینے کا ہو۔

لیکن اس مسئلہ میں صحیح قول حضرات شیخینؒ کا ہے، چنانچہ امام نسفی کے نزدیک وہی قابل اعتماد ہے اور علامہ محبوبی کے نزدیک وہی اصح ہے۔

ومن جرح صيداً أو نتف شعره أو قطع عضوا منه ضمن ما نقص من قيمته وإن نتف ريش طائر أو قطع قوائم صيد، فخرج به من

حيّز الامتناع، فعليه قيمته كاملة، ومن كسر بيض صيد فعليه قيمته، فإن خرج من البيضة فرخ ميت فعليه قيمته حيّاً، وليس فى قتل الغراب والحدأة والذئب والحية والعقرب والفارة والكلب العقور جزاء، وليس في قتل البعوض والبراغيث والقراد شيئ ومن قتل قملة تصدق بما شاء ومن قتل جرادة تصدق بماشاء، وتمرة خير من جرادة ومن قتل ما لا يؤكل لحمه من السباع ونحوها فعليه الجزاء، ولا يتجاوز بقيمتها شاة وإن صال السبع على محرم، فقتله فلا شيئ عليه.

محرم کا شکاری جانور کوزخمی کرنے کا حکم:

اگر کسی محرم نے کسی شکاری جانور کوزخمی کر دیا یا اس کے بال و پرا کھاڑ لئے یا اس کے کسی عضو کو کاٹ دیا تو اس کی وجہ سے اس جانور میں جو کمی آئی ہے اس کا ضمان دینا ہوگا بشرطیکہ اس کی وجہ سے وہ جانور مفلوج نہ ہوا ہو اور اگر کسی شخص نے پرندہ کے ان پروں کو اکھاڑ دیا جن سے وہ اڑتا ہے یا شکار کے پاؤں کو کاٹ دیا جن سے وہ چلتا ہے تو اس کیوجہ سے چونکہ کما حقہ اپنی زندگی گذارنے سے وہ محروم ہو چکا ہے لہذا اس جانور کی مکمل قیمت ادا کرنی ہوگی چونکہ یہ دونوں چیزیں ان کے حق میں اپنے تحفظ و بقا کا ذریعہ ہیں۔ جس کو محرم نے ختم کر دیا ہے لہذا اس کو پوری قیمت ادا کرنی ہوگی۔

محرم کا پرندہ کے انڈے کو توڑنے کا حکم:

اگر کسی محرم نے کسی پرندہ کے انڈے کو توڑ دیا تو اس کی قیمت دینا ہوگا خواہ انڈا گنڈہ ہو یا صحیح ہو اور اگر انڈے کو توڑنے کے بعد اس سے مرا ہوا بچہ نکلا تو زندہ جانور کی قیمت اس کو دینی ہوگی خواہ وہ بچہ انڈا توڑنے سے پہلے مر چکا ہو یا انڈا توڑنے کے بعد مرا ہو۔ اسی طرح اگر کسی بچہ دینے والے جانور کے پیٹ پر محرم نے کسی چیز سے مارا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ باہر نکل آیا تو اس صورت میں بھی زندہ بچہ کی قیمت اس کو دینی ہوگی۔

سانپ بچھو کو مارنے کا حکم:

اگر کسی محرم نے کوا، چیل، بھیڑیا، سانپ، بچھو، پاگل کتا مار دیا تو اس کے بدلے میں کوئی چیز نہیں ہے چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے حل اور حرم دونوں جگہ ان کو مارنے کی اجازت دی ہے۔

مکھی مچھر کو مارنے کا حکم:

اسی طرح مکھی، مچھر، پسو، بھڑ، تتیا، اور دوسرے حشرات الارض یعنی زمین سے پیدا ہونے والے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کے مارنے پر بھی کوئی جزاء نہیں ہے کیونکہ اس کا شمار شکار میں نہیں ہے اور نہ یہ بدن سے پیدا ہوئے ہیں۔

جوں کو مارنے کا حکم:

اور اگر کسی محرم نے جوں، کو مار دیا خواہ اس کی تعداد ایک ہو یا دو یا تین یا اس کے کپڑے یا بدن میں ہو تو ایک مٹھی غلہ صدقہ کر دے اس لئے کہ عام طور پر اس کی پیدائش بدن کی گندگی سے ہوتی ہے اس لئے بدن یا کپڑوں یا بال میں یہ زیادہ پائے جاتے ہیں، اور اگر جوں بدن یا کپڑے کے علاوہ زمین پر پڑا ہوا ملے اور اس کو کوئی مار دے تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

ٹڈی کو مارنے کا حکم:

اور اگر کسی شخص نے ٹڈی کو مار دیا تو اس پر بھی جو چاہے تھوڑا بہت صدقہ کر دے اور ایک کھجور یا چھوہارا ایک ٹڈی سے بہتر ہے یہ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ٹڈی کے قتل پر ایک چھوہارا بھی صدقہ کر دینا کافی ہے، اگر چہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ صدقہ میں اس کا حکم بھی جوں کی طرح ہے یعنی کم از کم ایک مٹھی غلہ صدقہ کر دے۔

غیر ماکول اللحم جانور کو مارنے کا حکم:

اگر کسی محرم نے خشکی کے ایسے جانور یا پرندے کو قتل کر دیا جس کا شمار شکار میں تو ہوتا ہے لیکن اس کا کھانا جائز نہیں ہے تو اس کے بدلے میں اس کے ذمہ جزاء ہے

لیکن جزاء اتنی ہی نکالنی ہوگی جو بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہو۔

درندہ کو مارنے کا حکم:

اگر کسی محرم نے کسی درندہ پر حملہ کردیا تو محرم کے ذمہ کچھ بھی واجب نہیں ہے چونکہ محرم کو ان سے چھیڑ چھاڑ سے منع کیا گیا ہے لیکن اگر وہ حملہ آور ہوں تو محرم کو اپنے دفاع کی اجازت دی گئی ہے اور اپنے دفاع اور بچاؤ میں اگر قتل کرنا پڑے تو قتل کی بھی اجازت ہے۔

وإن اضطر المحرم إلى أكل لحم الصيد فقتله فعليه الجزاء ولا بأس بأن يذبح المحرم الشاة والبقرة والبعير والدجاج والبط الكسكرى وإن قتل حماماً مسرولا أو ظبياً مستأنساً فعليه الجزاء، وإن ذبح المحرم صيداً فذبيحته ميتة لا يحل أكلها ولا بأس أن يأكل المحرم لحم صيد اصطاده حلال وذبحه، إذا لم يدله المحرم عليه، ولا أمره بصيده وفي صيد الحرم إذا ذبحه الحلال الجزاء.

محرم کا اضطراری حالت میں شکار کرنا:

اور اگر محرم کو ایسی اضطراری حالت پیش آئی جس کی وجہ سے شکار کے گوشت کا کھانا اس کے لئے مجبوری بن گئی اور اس مجبوری کی وجہ سے اس نے شکار کو قتل کیا اور اس کو کھالیا تو اس صورت میں اس کو جزاء دینا ہوگا۔

انسانوں سے مانوس جانور کو محرم کے ذبح کرنے کا حکم:

اور اگر محرم نے ایسے جانور کو ذبح کیا جو انسانوں سے مانوس ہیں جس کی وجہ سے ان کا شمار شکار میں نہیں ہوتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نہ کوئی دم ہے نہ فدیہ ہے نہ جزاء۔ جیسے بکری، گائے، بیل، اونٹ اور مرغی اور کسکری بطخ وغیرہ کسکر بغداد میں ایک جگہ کا نام ہے جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے بط کسکری کہا جاتا ہے اس کی اڑان بھی مرغی کی طرح ہوتی ہے اور مرغی ہی کی طرح یہ مانوس پرندہ ہے اور گھروں میں ہی رہتا ہے۔

اور اگر محرم نے ایسے کبوتر کو قتل کر دیا جس کی پنڈلیوں میں بھی بدن کی طرح سے بال ہوتے ہیں جو اڑنے کی صلاحیت کم رکھتے ہیں انسانوں سے مانوس ہوتے ہیں یا کسی پالتو ہرن کو قتل کر دیا تو جزاء دینا ہوگا، چونکہ اس کا شمار اصل خلقت کے اعتبار سے شکاری جانوروں میں ہے اور یہ انسانوں سے مانوس نہیں ہے لہذا عارضی انس کی وجہ سے اس کا حکم تبدیل نہیں ہوگا۔

محرم کے شکار کو کھانے کا حکم:

اور اگر محرم نے کسی شکار کو ذبح کر دیا یا کسی حلال نے حرم کے شکار کو ذبح کر دیا تو یہ جانور مردار ہے اس کا کھانا کسی کے لئے جائز نہیں خواہ کھانے والا محرم ہو یا حلال ہو۔

غیر محرم کے شکار کو محرم کے لئے کھانے کا حکم:

البتہ اس شکار کے کھانے میں محرم کے لئے کوئی حرج نہیں جس کو کسی حلال نے حل میں پکڑا ہو محرم نے نہ خود پکڑا ہو نہ محرم نے اس کی رہبری کی ہو نہ اس کی طرف اشارہ کیا ہو اور نہ اس کے پکڑنے کا اس نے حکم دیا ہو تو ایسے شکار کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں خواہ غیر محرم نے وہ شکار اپنے لئے کیا ہو یا محرم کے لئے۔

اور اگر غیر محرم نے حرم کے شکار کو ذبح کیا تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے اور اس پرندہ کی قیمت کے بقدر جزاء اس کے ذمہ واجب ہے جس کو وہ فقراء ومساکین پر صدقہ کردے لیکن یہاں پر جزاء میں روزہ رکھنا جائز نہیں چونکہ اس جگہ جزاء کی حیثیت فدیہ کی ہے کفارہ کی نہیں۔

وإن قطع حشيش الحرم أوشجره الذى ليس بمملوك ولا هو مما ينبته الناس فعليه قيمته، وكل شيئ فعله القارن مما ذكرنا إن فيه على المفرد دماً فعليه دمان دم لحجته ودم لعمرته إلا أن يتجاوز الميقات من غير إحرام ثم يحرم بالعمرة والحج ويلزمه دم واحد وإذا اشترك المحرمان فى قتل صيد فعلى كل واحد منهما الجزاء كاملاً وإذا اشترك حلالان فى قتل صيد الحرم فعليهما جزاء واحد وإذا باع المحرم صيداً أو ابتاعه فالبيع باطل.

حرم کی گھاس اکھاڑنے کا حکم:

اور اگر حرم کی گھاس کو کاٹا یا اس کے تازہ درخت کو کاٹا یا توڑا ایسا درخت جس کا کوئی مالک نہ ہو اور نہ عام طور پر اس گھاس یا اس درخت کو لوگ اگاتے ہوں اور کاٹنے والا خواہ محرم ہو یا غیر محرم ہو اس صورت میں اس کی قیمت اس کو ادا کرنی ہوگی، لیکن درخت اگر سوکھا ہو یا گھاس سوکھی ہو تو اس کے کاٹنے یا اکھاڑنے پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔

مفرد اور قارن کی جنایات میں فرق:

مفرد کے لئے جن صورتوں میں دم واجب ہے ان جنایات کا ارتکاب اگر قارن نے کیا ہے تو اس کو دو دم دینے ہوں گے ایک دم حج کے احرام کی وجہ سے اور دوسرا دم عمرہ کے احرام کی وجہ سے اسی طرح جہاں جہاں ایک صدقہ مفرد پر واجب ہے وہاں قارن کو دو صدقہ دینا ہوگا، الا یہ کہ قارن بغیر احرام کے میقات سے گذر جائے، پھر داخل میقات میں آکر عمرہ اور حج کا اکٹھے احرام باندھے ایسی صورت میں دو دم کے بجائے ایک دم واجب ہوگا۔

دو محرم کے شکار کے قتل کا حکم:

اگر دو محرم مل کر ایک شکار کا قتل کریں خواہ حرم میں ہو یا حل میں تو ان دونوں

میں سے ہر ایک کے ذمہ پوری پوری جزاء واجب ہوگی چونکہ دونوں میں سے ہر ایک نے کامل احرام کی صورت میں جنایت کی ہے اور اگر دو غیر محرم مل کر حرم کے کسی ایک شکار کو قتل کر دیں تو اس صورت میں ایک ہی جزاء واجب ہوگی چونکہ یہاں پر ضمان احرام کی وجہ سے نہیں بلکہ حرمت حرم کی وجہ سے ہے اور اگر محرم اور غیر محرم نے مل کر کئی شکار کو قتل کیا تو محرم کے ذمہ احرام کی وجہ سے کامل جزاء واجب ہوگی اور غیر محرم پر نصف جزاء واجب ہوگی۔

محرم کا شکاری جانور کو فروخت کرنا:

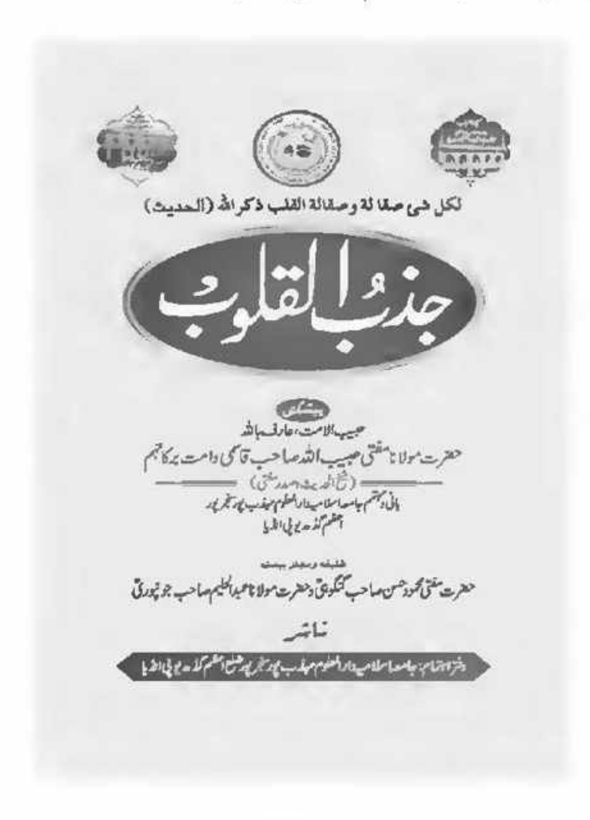
اور اگر محرم نے کسی شکاری جانور کو بیچا یا خریدا اس صورت میں بیع باطل ہو جائے گی چونکہ وہ اصطیاد کے ذریعہ مالک نہیں بن سکتا ہے اسی طرح اس کا بیع کے ذریعہ بھی مالک نہیں بن سکتا اور جس چیز کا وہ خود مالک نہیں دوسرے کو کیسے مالک بنا سکتا ہے، اور اگر غیر محرم نے شکار کیا اور محرم کو بیچ دیا تو اس صورت میں بیع فاسد ہو جائے گی۔



جذب القلوب

مدرسہ ریاض العلوم گورینی میں قیام کے دوران ایک دن اتفاق سے علامہ شہاب الدین قلیوبی کی کتاب ''قلیوبی'' جو عربی زبان میں ہے ہاتھ میں آگئی، مطالعہ جو کیا تو پڑھتا چلا گیا، سیرابی نہیں ہوئی، تشنگی بڑھتی چلی گئی، چونکہ اس کتاب میں مذکور ہر واقعہ عبرت آموز دلنشیں، دلگداز تھا، کئی روز مطالعہ کے بعد خیال ہوا کہ اس کتاب کو عوام امت کے ہاتھوں تک پہونچنا چاہئے، لیکن عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے عوام کے لئے اس سے استفادہ ممکن نہیں تھا۔

چنانچہ اس خادم نے تشریحی ومفہومی ترجمہ شروع کردیا تاکہ عوام امت کے لئے قابل انتفاع بن سکے اور ہر واقعہ کے اخیر میں فائدہ کے عنوان کے تحت واقعہ کا عطر بھی پیش کرنے کی کوشش رہی، لیکن حالات کی پراگندگی نے اس کام کو بھی زاویہ خمول میں ڈال دیا، لیکن جب حالات میں کچھ سدھار آیا تو ۱۹۹۵ء میں اس کو معتد بہ مقدار میں پہونچا کر اور شائع کروا کر امت کے ہاتھوں تک پہونچانے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ جذب القلوب کے نام سے یہ کتاب شائع ہو کر مقبول ہوئی۔



باب الاحصار

إذا أحصر المحرم بعدو أو أصابه مرض منعه من المضى جاز له التحلل وقيل له ابعث شاة تذبح فى الحرم وواعد من يحملها يوماً بعينه يذبحها فيه ثم تحلل وإن كان قارناً بعث دمين ولا يجوز ذبح دم الإحصار إلا فى الحرم ويجوز ذبحه قبل يوم النحر عند أبى حنيفةؒ وقال أبويوسفؒ ومحمدؒ لا يجوز الذبح للمحصر بالحج إلا فى يوم النحر ويجوز للمحصر بالعمرة أن يذبح متى شاء والمحصر بالحج إذا تحلل فعليه حجة وعمرة وعلى المحصر بالعمرة القضاء وعلى القارن حجة وعمرتان.

احصار کے لغوی معنی منع کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں احصار کہتے ہیں محرم کا حج یا عمرہ کے ارکان کی ادائیگی سے رک جانا۔

احصار کے احکامات:

اگر محرم کسی دشمن کی وجہ سے ادائیگی ارکان سے رک جائے یا سفر میں کوئی ایسی بیماری لاحق ہو جائے جس کی وجہ سے حرم تک کے پہنچنا اس کے لئے ممکن نہ ہو یا زاد

وراحلہ چوری ہوجائے یا ضائع ہوجائے اور کسی طرح سے کسی انتظام کی شکل نہ ہوتو ایسی صورت میں اس کے لئے احرام کھول دینا جائز ہے تاکہ اس کا احرام لمبا ہوکر اس کے لئے باعث مشقت نہ بنے البتہ ایسے شخص کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک بکری یا اس کی قیمت کسی ایسے شخص کے سپرد کرے جو حرم میں اس کو ذبح کردے لیکن اگر بکری یا اس کی قیمت کی یافت ممکن نہ ہوتو اس کا احرام باقی رہے گا یہاں تک کہ اس کی یافت ہوجائے یا وہاں تک پہنچ کر طواف کے ذریعہ وہ حلال ہوجائے لیکن جس شخص کو بکری یا اس کی قیمت دے اس سے کسی دن کو متعین کروالے، تاکہ وہ اسی دن میں اس بکری کو ذبح کرے تاکہ اس کے لئے اس دن حلال ہونا جائز ہوجائے، حلال ہونے کے لئے حلق ضروری نہیں ہے لیکن بہتر ہے کہ حلق کرالے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ احصار حل میں ہو اور اگر احصار حرم میں ہوتب حلال ہونے کے لئے حلق واجب ہے اور اگر محصر قارن ہوتو حرم میں ذبح کے لئے وہ دودم بھیجے چونکہ اس کا دو احرام ہے اس لئے دونوں احرام سے نکلنے کے لئے دودم کی ادائیگی کرنی ہوگی البتہ تعیین کی ضرورت نہیں ہے کہ کونسا دم عمرہ کا ہے اور کونسا حج کا۔ اور اگر کوئی شخص ایک ہدی بھیجے تاکہ ان دونوں میں سے ایک احرام سے وہ نکل جائے تو اس صورت میں وہ ایک احرام سے نہیں نکلے گا لہذا ایک ساتھ دو ہدی بھیجنا ضروری ہے۔

دم احصار کا ہر حال میں حرم میں ذبح ہونا ضروری ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یوم النحر سے پہلے اس کا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے

یہ ہے کہ یوم النحر سے پہلے بھی ذبح کیا جا سکتا ہے لیکن حضرات صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ ایام نحر ہی میں اس کو ذبح کیا جا سکتا ہے اس سے پہلے نہیں اس مسئلہ میں مختار اور راجح قول حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی کا ہے۔

اور اگر محصر نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو تو اس کے لئے بالاتفاق جب چاہے ذبح کرنا درست ہے۔

وہ شخص جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو چاہے وہ حج فرض ہو یا نفل جب وہ حلال ہو جائے اور اس سال وہ حج نہ کر سکے تو اگلے سال اس کے ذمہ حج کے ساتھ عمرہ بھی لازم ہوگا اور اگر اسی سال اس نے حج کر لیا تو اس کے ذمہ عمرہ کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر محصر نے صرف عمرہ کا احرام باندھا ہو تو حلال ہونے کے بعد صرف عمرہ کی قضا واجب ہے، اور اگر محصر قارن ہو تو اس کے ذمہ ایک حج اور دو عمرے کی قضاء ہے۔

وإذا بعث المحصر هدياً وواعدهم أن يذبحوه في يوم بعينه ثم زال الإحصار فإن قدر على إدراک الهدى والحج لم يجز له التحلل ولزمه المضى وإن قدر على إدراک الهدى دون الحج تحلل وإن قدر على إدراک الحج دون الهدى جاز له التحلل استحساناً ومن أحصر بمكة وهو ممنوع عن الوقوف والطواف كان محصراً وإن قدر على إدراک أحدهما فليس بمحصر.

محصر کا احصار اگر ختم ہو جائے تو کیا کرے؟

اگر محصر نے قربانی کا جانور مکہ بھیجا اور جس کے ہاتھ بھیجا اس سے کسی متعین دن میں ذبح کرنے کا وعدہ کرالیا اور ہدی کے ذبح ہونے سے پہلے اس کا احصار زائل ہو گیا تب ایسی صورت میں اگر اس کو یہ گمان ہو کہ میں مکہ پہنچ کر ہدی اور حج دونوں کو پالوں گا تو اس کے لئے حلال ہونا جائز نہیں ہے بلکہ مکہ پہنچنا اس کے لئے ضروری ہے چونکہ مقصود کے حاصل ہونے سے پہلے عجز زائل ہو گیا ہے لہذا مکہ پہنچنا اس کے لئے ضروری ہے اور وہاں پہنچ کر ہدی کو اپنے قبضہ میں لے کر جو چاہے کرے اس لئے کہ جس کام کے لئے اس نے ہدی بھیجی تھی اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی اور اگر اس کو گمان ہو کہ ہدی کو پالے گا تو حلال ہو جائے چونکہ اصل حج ہے اور حج کا پانا اس کے لئے ممکن نہیں ہے اور اگر حج کا پانا ممکن ہو ہدی کا نہیں تب ایسی صورت میں اس کے لئے استحساناً حلال ہو جانا جائز ہے اور اگر کسی شخص کو مکہ میں روک دیا جائے اس طور پر کہ ارکان حج میں سے وقوف عرفہ اور طواف زیارت کرنے پر وہ قادر نہ ہو تو ایسا شخص بھی شرعاً محصر کہلائے گا اور اگر ان دونوں میں سے ایک کے کرنے پر قادر ہو تو محصر نہیں کہلائے گا اس لئے کہ اگر اس نے طواف زیارت کرلیا تو اس کے ذریعہ وہ حلال ہو جائے گا اور اگر وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج مکمل ہو گیا لہذا وہ محصر نہیں کہلائے گا۔

☆☆☆

باب الفوات

ومن أحرم بالحج ففاته الوقوف بعرفة حتى طلع الفجر من يوم النحر فقد فاته الحج وعليه أن يطوف ويسعى ويتحلل ويقضي الحج من قابل ولا دم عليه والعمرة لا تفوت وهي جائزة في جميع السنة إلا خمسة أيام يكره فعلها فيها، يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق والعمرة سنة وهي الإحرام والطواف والسعي والحلق أو التقصير.

وقوف عرفہ کے چھوٹنے کے احکام:

اگر کسی شخص نے حج کا احرام باندھا خواہ وہ حج فرض ہو یا نفل صحیح ہو یا فاسد اور وقوف عرفہ چھوٹ گیا یہاں تک کہ یوم نحر کی صبح صادق ہوگئی تو اس کا حج فوت ہوگیا چونکہ حج کا سب سے اہم رکن وقوف عرفہ ہے اب اس کے ذمہ حلال ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ عمرہ کے افعال کو ادا کرے یعنی بغیر نئے احرام کے طواف اور سعی کرے اور حلق یا تقصیر کے ذریعہ وہ حلال ہو جائے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کے حج کا احرام باقی رہے گا البتہ افعال عمرہ کے ذریعہ وہ حلال ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ کی

رائے یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے چھوٹنے کی وجہ سے اس کے حج کا احرام عمرہ کے احرام میں تبدیل ہو جائے گا لیکن اس مسئلہ میں صحیح قول حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ ہی کا ہے بہر حال ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ آئندہ سال وہ حج کی قضا کرے، البتہ اس پر دم واجب نہیں ہے، چونکہ یہ افعال عمرہ کے ذریعہ حلال ہوا ہے لہذا افعال حج اس کے ذمہ باقی ہیں۔

عمرہ کبھی فوت نہیں ہوتا:

البتہ عمرہ کبھی بھی فوت نہیں ہوتا پورے سال میں کبھی بھی کیا جا سکتا ہے چونکہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ موقت نہیں ہے لہذا اس کے فوت ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں البتہ ایام حج کے پانچ دن یعنی یوم عرفہ اور یوم نحر اور ایام تشریق کے تین دن ان ایام میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس لئے کہ یہ ایام حج ہیں اور حج کے افعال ہی کی ادائیگی کے لئے یہ ایام متعین ہیں الا یہ کہ کسی کا احرام پہلے ہی سے عمرہ کا ہو اور وہ افعال عمرہ ان ایام میں کرے تو کوئی حرج نہیں جیسے قارن جس نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ رکھا ہے لیکن کسی وجہ سے حج فوت ہو گیا تو ان ایام خمسہ میں اس کے لئے افعال عمرہ کا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

☆☆☆

باب الهدی

الهدی أدناه شاة وهو من ثلاثة أنواع من الإبل والبقر والغنم يجزئ في ذلک کله الثنی فصاعداً إلا من الضان فإن الجذع منه يجزئ فيه، ولا يجوز في الهدی مقطوع الأذن ولا أکثرها ولا مقطوع الذنب ولا اليد ولا الرجل ولا ذاهبة العين ولا العجفاء ولا العرجاء التی لا تمشی إلی المنسک، والشاة جائزة في کل شيئ إلا في موضعين: من طاف طواف الزيارة جنباً، ومن جامع بعد الوقوف بعرفة فإنه لا يجوز منهما إلا بدنة والبدنة والبقرة يجزئ کل واحد منهما عن سبعة أنفس، إذا کان کل واحد من الشرکاء يريد القربة فإذا أراد أحدهم بنصيبه اللحم، لم يجز للباقين عن القربة، ويجوز الأکل من هدی التطوع والمتعة والقران، ولا يجوز من بقية الهدايا.

ہدی کے احکام:

ہدی، اس جانور کو کہتے ہیں جس کو قربت کی نیت سے حرم بھیجا جائے اور اس کا اطلاق اونٹ، گائے، اور بکری پر ہوتا ہے چونکہ عام طور پر بطور ہدی کے کسی زمانہ میں

انہی جانوروں کو حرم لے جانے کا رواج تھا ان میں سے اونٹ سب سے اعلی قسم ہے جس پر بدنہ کا اطلاق کیا جاتا ہے، اگر چہ گائے اور بیل بھی اسی کے تابع ہیں۔

بدنہ سے مراد اونٹ ہوتا ہے:

لہٰذا جہاں کہیں بدنہ واجب ہو اس سے مراد اونٹ ہوتا ہے اور سب سے ادنی درجہ بکری ہے، جہاں کہیں صرف دم کی بات ہو وہاں عموماً بکری ہی مراد ہوتی ہے ہدی کے لئے انہی جانوروں کا استعمال جائز ہے جو جانور اور جتنی عمر کا جانور اور جن صفات کا جانور قربانی میں جائز ہے لہذا جس طرح ثنی سے کم عمر کا جانور قربانی میں جائز نہیں ہدی میں بھی جائز نہیں اور ثنی اونٹ میں اس اونٹ کو کہا جاتا ہے جس کی عمر پانچ سال مکمل ہو چکے ہوں، اور گائے اور بیل میں ثنی اس کو کہتے ہیں جس کی عمر کے دو سال مکمل ہو چکے ہوں اور بکری اور بکرے میں ثنی اس کو کہتے ہیں جس کا ایک سال مکمل ہو چکا ہو لیکن بھیڑ اس سے مستثنی ہے اگر وہ ایک سال سے کم ہو لیکن دیکھنے میں ایک سال کا دکھائی دیتا ہو تو جس طرح اس کی قربانی جائز ہے اسی طرح اس کی ہدی بھی جائز ہے ہدی میں ایسے جانور قابل قبول نہیں جس کے دونوں کان مکمل کٹے ہوئے ہوں یا اس کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو یا دم کٹی ہوئی ہو یا ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا اس جانور کی آنکھ کی روشنی ختم ہو گئی ہو یا بہت زیادہ لاغر اور کمزور ہو یا ایسا لنگڑا ہو کہ وہ قربان گاہ تک چل کر نہ جا سکتا ہو یہ عیوب وہ ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کی قربانی بھی درست نہیں اور بطور

ہدی کے ان کا استعمال بھی درست نہیں لیکن یہ عیوب اس وقت مانع ہدی ہیں جب یہ عیوب پہلے سے اس جانور میں موجود ہوں۔

ذبح کرتے وقت عیوب کا پیدا ہونا مانع اضحیہ نہیں:

لیکن اگر ذبح کرتے وقت ان عیوب میں سے کوئی عیب پیدا ہو جائے مثلاً جانور کو ذبح کرتے وقت یا گراتے وقت اس کی سینگھ ٹوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے یا کوئی بڑا عیب پیدا ہو جائے تو یہ مانع قربانی نہیں ہے اس کی قربانی جائز ہے اور حج میں احرام کی ہر جنایت میں بکری کا ذبح کرنا جائز ہے اور بکری کفایت کر جاتی ہے سوائے دو جنایتوں کے:

دو جنابت ایسی ہے جن میں بکری کافی نہیں:

۱- اگر کسی شخص نے طواف زیارت جنابت کی حالت میں کرلیا یا عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرلیا۔

۲- وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو ان دونوں جنایتوں میں بکری کافی نہیں ہے بلکہ بدنہ دینا ہوگا۔

اونٹ اور گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں:

اور اونٹ اور گائے کی قربانی میں زیادہ سے زیادہ سات حصے بن سکتے ہیں

یعنی سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اوراس سے کم کی بھی شرکت ہوسکتی ہے بشرطیکہ ان شرکاء میں سے ہرایک کی نیت قربت کی ہواگر چہ وجہ قربت مختلف ہو بایں طور کہ ان میں سے ایک کی نیت دم تمتع کی ہو دوسرے کی نیت دم قران کی ہو، تیسرے کی نیت نفل کی ہو چونکہ ان سب کا مقصود ایک ہی ہے اس لئے سب کو قربت ہی تصور کیا جائے گا اور اگر ان شرکاء میں سے کسی ایک کی بھی نیت صرف گوشت کھانے کی ہوتو کسی کی بھی قربانی صحیح نہیں ہوگی۔

تمتع اور قران اور نفل کی ہدی کے گوشت کا کھانا صاحب ہدی کے لئے صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ حرم میں اس کو ذبح کیا گیا ہو اگر حرم سے باہر ذبح کیا جائے تو اس سے صرف فقیر کو انتفاع کا حق حاصل ہے اس کے علاوہ باقی ہدایا جیسے دم کفارہ، دم نذر، احصار کی ہدی جب کہ وہ حرم نہ پہنچی ہو ان کے گوشت کا کھانا صاحب ہدی کے لئے جائز نہیں ہے۔

ولا يجوز ذبح هدى التطوع والمتعة والقران إلا فى يوم النحر، ويجوز ذبح بقية الهدايا فى أى وقت شاء ولا يجوز ذبح الهدايا إلا فى الحرم، ويجوز أن يتصدق بها على مساكين الحرم وغيرهم ولا يجب التعريف بالهدايا والأفضل فى البدن النحر وفى البقر والغنم الذبح، والأولى أن يتولى الإنسان ذبحها بنفسه إذا كان يحسن ذالک ويتصدق بجلالها وخطامها ولا يعطى أجرة الجزار

منها ومن ساق بدنة فاضطر إلى ركوبها ركبها وإن استغنى عن ذلك لم يركبها وإن كان لها لبن لم يحلبها ولكن ينضح ضرعها بالماء البارد حتى ينقطع اللبن.

قران، تمتع کی ہدی کوایام نحر میں ذبح کرنا ضروری ہے:

قران، تمتع اور تطوع کی ہدی کو ایام نحر میں ذبح کرنا ضروری ہے، باقی ہدایا کو جس وقت چاہے ذبح کردے چونکہ وہ دم کفارہ ہیں، لہذا یوم نحر کے ساتھ وہ خاص نہیں بخلاف دم تمتع اور قران کے اس لئے کہ ان کی حیثیت دم نسک کی ہے اس لئے یوم نحر ہی میں اس کا ذبح کرنا ضروری ہے، ہدی کے جانور کا حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ ہدی نام ہے مخصوص مکان پر کسی جانور کو لے جانے کا، اور مخصوص مکان سے مراد حرم ہے لہذا حرم کے علاوہ کسی مکان میں اس کا ذبح کرنا جائز نہیں ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کو حرم کے مساکین کو ترجیحی طور پر دینا افضل ہے اگر چہ دوسروں کو بھی دینا جائز ہے ہدایا میں تعریف واجب نہیں ہے یعنی ہدی کے جانور کو میدان عرفات میں لے جانا واجب نہیں ہے۔

اونٹ میں نحر افضل ہے:

اونٹ میں افضل نحر ہے یعنی کھڑے ہونے کی حالت میں اس کے گلہ میں کسی

ایسی دھاردار چیز سے مارا جائے کہ وہ خود گر جائے اور اگر اس کو لٹا کر دوسرے جانوروں کی طرح ذبح کیا جائے تو یہ بھی جائز ہے لیکن گائے، بیل پڑوا، بھینس، بکرا، بکری، دنبہ اور بھیڑ کو لٹا کر ذبح کرنا افضل ہے، اس لئے کہ ان جانوروں کو لٹانا آسان ہے اور ذبح کرنا بھی آسان ہے اور اولی یہ ہے کہ اپنی ہدی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے بشرطیکہ اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو چونکہ یہ قربت ہے اور قربتوں کو اپنے ہاتھ سے انجام دینا اولی ہے چونکہ اس میں خشوع زیادہ پایا جاتا ہے اور اگر اچھی طرح ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کرتے وقت جانور کے پاس کھڑا رہے۔

جانور کی رسی وغیرہ کو صدقہ کردے:

جانور کے بدن پر گرمی اور سردی سے بچانے کے لئے کپڑا یا اس کے علاوہ کوئی بھی چیز موجود ہو تو اس کو صدقہ کردے اسی طرح اس کی لگام اور رسی کو بھی صدقہ کردے ان میں سے کسی چیز کو قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص بطور ہدی کے اونٹ اپنے ساتھ گھر سے لے کر چلے اور دوران سفر مجبوراً اس کی سواری کرنی پڑے یا اپنے ساز و سامان کو اس ہدی کے جانور پر رکھنا پڑے تو اس پر سواری بھی کر سکتا ہے اور سامان بھی رکھ سکتا ہے، اور اگر اس کے بدلے میں کوئی دوسری سواری اس کے پاس ہو تو بغیر اضطرار کی حالت کے ہدی کے جانور سے سواری یا بار برداری کا نفع نہ اٹھائے۔ اور اگر ہدی کے جانور کے تھن میں دودھ

ہو جائے تو اس دودھ کو نہ نکالے بلکہ اس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے تا کہ دودھ ختم ہو جائے۔ اور اگر حرم دور ہو اور دودھ خشک نہ ہو رہا ہو اور دودھ کے تھن میں اترنے کی وجہ سے ہدی کے جانور کو تکلیف ہو تو دودھ نکال کر صدقہ کر دے تا کہ تکلیف دور ہو جائے اور اگر صاحب ہدی نے خود استعمال کر لیا تو اتنا ہی دودھ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا اس کے لئے ضروری ہوگا۔

ومن ساق هديا فعطب فإن كان تطوعاً فليس عليه غيره، وإن كان عن واجب فعليه أن يقيم غيره مقامه، وإن أصابه عيب كثير أقام غيره مقامه، وصنع بالمعيب ما شاء وإذا عطبت البدنة في الطريق فإن كان تطوعاً نحرها وصبغ نعلها بدمها وضرب بها صفحتها ولم يأكل منها هو ولا غيره من الأغنياء، وإن كانت واجبة أقام غيرها مقامها، وصنع بها ما شاء، ويقلّد هدى التطوع والمتعة والقران ولا يقلد دم الإحصار ولا دم الجنايات.

ہدی اگر راستہ میں مر جائے تو اس کا حکم:

اگر کوئی شخص ہدی کا جانور اپنے ساتھ لیکر چلا اور حرم پہنچنے سے پہلے راستہ میں وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اگر وہ جانور نفلی قربانی کے لئے ہو تو اس کی جگہ پر دوسری ہدی کا انتظام کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہے، اور اگر وہ ہدی کا جانور کسی واجب کی ادائیگی

کے لئے ہوتو اس کا قائم مقام دوسرے جانور کو بنانا ضروری ہے، اور اگر ہدی میں بہت زیادہ یا بہت بڑا کوئی عیب پیدا ہو جائے تو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے جانور کو متعین کرنا ضروری ہے اور عیب دار جانور کو جو چاہے کرے، اور اگر ہدی کا جانور حرم پہنچنے سے پہلے ہلاکت کے قریب پہنچ جائے تو اس کو ذبح کر دینا چاہئے پھر اگر وہ ہدی نفل کی ہو تو ذبح کرنے کے بعد اس کے خون سے اس کے قلادہ کو رنگ دے اور اس جانور کو اسی حال میں وہاں چھوڑ دے اس کے گوشت کا استعمال نہ اس کے لئے جائز ہے اور نہ اس کے علاوہ کسی غنی کے لئے، اور قلادہ اور اس کے پہلو کو رنگنے کا حکم اس لئے ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں کہ یہ ہدی کا جانور ہے لہذا فقراء ومساکین اس کا استعمال کر سکتے ہیں غنی کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں، اور اگر قریب الہلاکت اونٹ نفل نہ ہو بلکہ واجب ہو تو اس کے قائم مقام دوسرے اونٹ کو بنانا ضروری ہے اور یہ اونٹ اس کی ملکیت میں دوسرے اموال کی طرح داخل ہو جائے گا اور اس کے سلسلہ میں مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ جو چاہے کرے۔

ہدی کے گلے میں قلادہ پہنانے کا حکم:

تطوع اور تمتع اور قران کی ہدی یعنی اونٹ اور گائے کے گلہ میں قلادہ پہنانا مستحب ہے، جس سے مقصود اس کے ہدی ہونے کا اظہار ہے تاکہ دوسرے لوگوں کی نگاہ میں بھی اس کی پہچان رہے لیکن ہدی کے لئے اگر کوئی بکری لے جا رہا ہو تو اس کے

گلہ میں قلادہ نہ ڈالے، اور جس جانور کے گلے میں قلادہ نہ پڑا ہو اس کو میدان عرفات میں لے جاسکتے ہیں اور جن جانوروں کے گلے میں قلادہ ہو ان کو میدان عرفات میں نہ لے جائیں، دم احصار اور دم جنایت کے لئے جو جانور متعین کیا گیا ہو اس کے گلے میں قلادہ نہ ڈالا جائے اس لئے کہ یہ دم جبر ہے دم شکر نہیں اور دم جبر میں اخفاء اولی ہے، **فقط و اللہ تعالی اعلم و علمہ أتم و أحکم.**

تم أبواب العبادات بعون اللہ وفضلہ فی تاریخ ۵/جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ المطابق ۴/اپریل ۲۰۱۴ء لیلۃ السبت ساعۃ اثنین لیلاً فی بیت خواجہ نور محمد پونہ مہاراشٹر۔

☆☆☆

احکام یوم الشک

حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے ایک مرتبہ بلا کر جلالپور کے اپنے چند دوستوں کی موجودگی میں یہ حکم فرمایا کہ یوم الشک سے متعلق ایک رسالہ مجھ کو چاہئے جس میں یوم الشک کے تمام جزئیات کا احاطہ ہو، یہ میرے جلالپور ضلع فیض آباد کے احباب اس کو طبع کرا کر تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت کے حکم پر احکام یوم الشک کے نام سے اس خادم کی سب سے پہلی کتاب وجود میں آئی۔

علماء وقائدین کے لیے اعتدال کی ضرورت

جامعہ علوم القرآن جمبوسر ضلع بھروچ گجرات میں مارچ ۲۰۱۴ء میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا تیئیسواں سمینار منعقد ہوا، اس سمینار کے ابتدائی پروگرام میں بہ حیثیت ذمہ دار اسلامک فقہ اکیڈمی حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اپنا کلیدی خطبہ پیش کیا، جس میں اکیڈمی کی کارکردگی کے ساتھ ایک ایسا دل دوز مضمون حاضرین کی نذر کیا کہ اکابر علماء وارباب افتاء بھی اس پر خراج تحسین پیش کرنے سے اپنے کو نہیں روک پائے۔ عصر حاضر میں علما وقائدین کو اعتدال کی کس قدر ضرورت ہے، اس کی تفصیلات پر اس مضمون میں روشنی ڈالی گئی ہے، اور محققانہ انداز میں اس کو پیش کیا گیا ہے۔

مضمون بالا کی ترتیب وتبویب واختصار کے بعد اس خادم نے ''علماء وقائدین کے لیے اعتدال کی ضرورت'' کے نام سے شائع کیا۔



تعارف حضرت حبیب الامت دامت برکاتہم

حبیب الامت، عارف باللہ، حضرت، مولانا، الحاج، حافظ، قاری، **مفتی حبیب اللہ** صاحب قاسمی دامت برکاتہم چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، دارالعلوم دیوبند کے اکابر فضلاء میں سے ہیں۔ جنہوں نے پوری زندگی خدمت دین، تبلیغ دین، اشاعت دین کے لئے وقف کردی ہے۔ آپ کی شخصیت اہل علم، اہل افتاء، اہل تدریس، اہل خطابت، اہل قلم میں معروف ومشہور ہے۔ آپ نے میزان سے دورۂ حدیث بلکہ افتاء وتخصص فی الحدیث تک کی تعلیم ایک زمانہ تک دی ہے اور دے رہے ہیں۔ تمام علوم وفنون پر آپ کی نگاہ ہے آج آپ کے ہزاروں ہزار فیض یافتہ تلامذہ ہند وبیرون ہند ہمہ جہت دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں۔

آپ کے رشحات قلم کی تعداد ۴۰ ہے جن سے دنیا استفادہ کررہی ہے۔ بالخصوص التوسل بسید الرسل، نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین، اُحب الکلام فی مسئلۃ السلام، جذب القلوب، مبادیات حدیث، حیات حبیب الامت (اول، دوم، سوم، چہارم)، حضرات صوفیاء اوران کا نظامِ باطن، تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت، حبیب السالکین، حبیب العلوم شرح سلم العلوم، صدائے بلبل، حبیب

الفتاوی، رسائل حبیب (جلد اول، دوم)، تحقیقات فقہیہ، التوضیح الضروری شرح القدوری، ملفوظات حبیب الامت (جلد اول و دوم)، اک چراغ، جمال ہمنشیں، جیسی اہم تصنیفات ہزاروں علماء سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان میں خاص طور پر حبیب الفتاوی کی آٹھ جلدیں جدید ترتیب، تعلیق وتخریج کے ساتھ مکمل و مدلل اہل افتاء ودارالافتاء کے لئے سند کی حیثیت حاصل کر چکی ہیں۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے آپ اساسی ارکان میں سے ہیں، اور مسلم پرسنل لاء بورڈ کے مدعو خصوصی ہیں، الحبیب ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے بانی و صدر ہیں۔ جس کے تحت درجنوں مکاتب غریب علاقوں میں چل رہے ہیں اور مساجد کی تعمیر کا کام ہو رہا ہے اور غرباء ومساکین و بیوگان کی ماہانہ وسالانہ امداد کی جاتی ہے۔ **جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور**، سنجر پور، اعظم گڈھ یوپی، انڈیا کے بانی ومہتمم اور شیخ الحدیث ہیں۔ جامعہ کے دارالافتاء والقضاء کے آپ رئیس وصدر ہیں، اور ہندوستان کے دیگر بہت سے اداروں کو آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل ہے، دینی، علمی، ملی خدمت آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔

روحانی اعتبار سے آپ کا تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا **محمد زکریا** صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہے اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہنے اور اکتساب فیض کا موقع آپ کو دستیاب ہوا ہے، بعد کے اکابرین میں حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ وحضرت قاری **صدیق احمد** صاحب

باندویؒ وحضرت مولانا **عبد الحلیم** صاحب جونپوریؒ کی خدمت میں رہنے اور فیوض وبرکات کے حاصل کرنے کا ایک طویل زمانہ تک شرف حاصل رہا ہے۔ اور الحمد للہ حضرت مفتی **محمود حسن** صاحب گنگوہیؒ اور حضرت مولانا **عبدالحلیم** صاحب جونپوریؒ سے **اجازت بیعت** بھی حاصل ہے۔ روحانی اعتبار سے آپ کے فیض یافتہ ہزاروں ہزار افراد ہند وبیرون ہند میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آج تک سیکڑوں حضرات آپ سے اجازت بیعت حاصل کر چکے ہیں جو خانقاہی نظام سے وابستہ ہیں۔

میدان خطابت میں اللہ پاک نے آپ کو خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے، آپ کا خطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے، آپ کے خطابات کی مستقل سی ڈی ہند وبیرون ہند میں پائی جاتی ہے۔ اور انٹرنیٹ پر بھی آپ کے خطابات موجود ہیں، جن سے ایک عالم مستفید ہو رہا ہے۔

(Go You Tube Print Mufti Habibullah Qasmi)

الغرض آپ بہت سے خصوصیات کے حامل ہیں، اللہ پاک نے بے پناہ خوبیوں کا مالک بنایا ہے، اللہ پاک ہم سب کو حضرت والا کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے علوم و فیوض سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔



حبیب الفتاوی

ارباب افتاء واصحابِ علم کے لئے ایک قیمتی تحفہ

فقہ وفتاوی انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، اس کے بغیر رضاء الٰہی کا حصول، حدود شرعیہ کی معرفت، حلال وحرام کی تمیز، جائز وناجائز کی پہچان اور اسلامی معاشرت غیر ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر موڑ پر قدم بہ قدم فقہی رہبری اور فتاوی ومسائل کی ضرورت ہر مسلمان محسوس کرتا ہے۔ جس کی تکمیل ہر دور کے اہل علم وارباب افتاء کے ذریعہ ہوتی رہی ہے "حبیب الفتاوی" اسی ضرورت کی تکمیل کی ایک کڑی ہے جو ہندوستان کے ممتاز اور مشہور مفتی اور نامور صاحب قلم اور ۴۰ کتابوں کے مصنف حضرت حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا الحاج مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم سابق مفتی واستاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور حال شیخ الحدیث وصدر مفتی بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، سنجر پور ضلع اعظم گڈھ یوپی، انڈیا۔ تلمیذ رشید وخلیفہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ مفتی اعظم دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز بیعت حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحبؒ جونپوری کی جامع تصنیف ہے جن کے قلم سے درجنوں کتابیں نکل کر

اصحاب افتاء علماء امت، زعماء ملت سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

''حبیب الفتاوی'' میں جو علمی گہرائی، احکام شریعت سے آگہی، مطالعہ کی وسعت، بالغ نظری، فقہی بصیرت، حوادث الفتاوی کا انطباق، جدید مسائل کا حل پایا جاتا ہے وہ دیدنی ہے، مستند کتابوں کے حوالے اور نظائر کے ساتھ تقریباً تمام ابواب پر عام فہم اور دلنشیں اسلوب میں مفصل بحث کی گئی ہے، اردو فتاوی میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب، ملک کے درجنوں بزرگ ارباب افتاء، ام المدارس کے علماء فقہاء کی تصدیق وتصویب، عمدہ کاغذ، خوبصورت طباعت، دلکش ٹائٹل کے ساتھ ''حبیب الفتاوی'' کی آٹھ (۸) جلدیں نئی تحقیق وتعلیق اور جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں جو یقیناً اصحاب افتاء واہل علم واہل مدارس کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہے۔

☆☆☆

ملنے کے پتے

(۱) مکتبہ الحبیب، جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور، پوسٹ سنجر پور، ضلع اعظم گڈھ، یوپی، انڈیا

(۲) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب گوونڈی ممبئی

(۳) مکتبہ الحبیب وخانقاہ حبیب مقام پوسٹ حبیب آباد جھٹکاہی ڈھاکہ، ضلع مشرقی چمپارن، بہار

(۴) مکتبہ طیبہ دیوبند ضلع سہارنپور

(۵) اسلامک بک سروس پٹودی ہاؤس دریا گنج، دہلی

حضرت حبیب الامت کی تصنیفات ایک نظر میں

(۱) حبیب الفتاوی (جلد اول)

(۲) حبیب الفتاوی (جلد دوم)

(۳) حبیب الفتاوی (جلد سوم)

(۴) حبیب الفتاوی (جلد چہارم)

(۵) حبیب الفتاوی (جلد پنجم)

(۶) حبیب الفتاوی (جلد ششم)

(۷) حبیب الفتاوی (جلد ہفتم)

(۸) حبیب الفتاوی (جلد ہشتم)

(۹) تحقیقات فقہیہ (جلد اول)

(۱۰) تحقیقات فقہیہ (جلد دوم)

(۱۱) رسائل حبیب (جلد اول)

(۱۲) رسائل حبیب (جلد دوم)

(۱۳) صدائے بلبل (جلد اول)

(۱۴)　حبیب العلوم شرح سلم العلوم

(۱۵)　التوضیح الضروری شرح القدوری

(۱۶)　ملفوظات حبیب الامت　(جلد اول ودوم)

(۱۷)　جمال ہم نشیں

(۱۸)　حیات حبیب الامت (جلد اول، دوم، سوم، چہارم)

(۱۹)　احب الکلام فی مسئلۃ السلام

(۲۰)　مبادیات حدیث

(۲۱)　نیل الفرقدین فی المصافحۃ بالیدین

(۲۲)　التوسل بسید الرسل

(۲۳)　جذب القلوب

(۲۴)　حبیب السالکین

(۲۵)　تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت

(۲۶)　حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن

(۲۷)　قدوۃ السالکین

(۲۸)　المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ

(۲۹)　احکام یوم الشک

(۳۰)　نوٹ کی شرعی حیثیت

(۳۱) والدین کا پیغام زوجین کے نام

(۳۲) علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت

(۳۳) مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں

(۳۴) درود وسلام کا مقبول وظیفہ

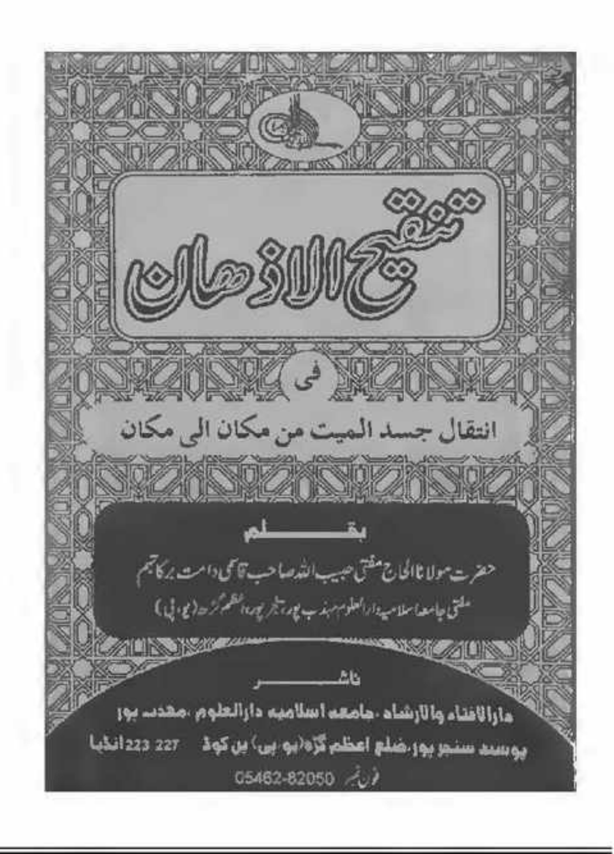
(۳۵) حضرت حبیب الامت کی خدمات جلیلہ

(۳۶) خطبات حبیب الامت

(۳۷) برکات قرآن

(۳۸) اک چراغ

☆☆☆







MAKTABA-AL-HABIB

JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM

MUHAZZABPUR P.O.SANJARPUR DISTT AZAMGARH U.P. INDIA

Mobile: 09450546400